فتح خیبر

علامہ محمد احمد باشمیل



نفیس اکیڈمی
اردو بازار، کراچی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

فتح خیبر

تالیف

محمد احمد باشمیل

ترجمہ

مولانا اختر فتح پوری

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

نام کتاب :	فتح خیبر
تالیف :	محمد احمد باشمیل
مترجم :	اختر فتح پوری
تعداد صفحات :	۲۲۲ صفحات
ایڈیشن :	آفسٹ
طبع اوّل :	جنوری [illegible]

فون ۲۱۲۳۲۰۳

قیمت روپے

ناشر
نفیس اکیڈمی ۔ کراچی

عرضِ ناشر

مدینہ سے چھیانوے میل کے فاصلے پر شمال مشرق میں یہودیوں کی ایک طاقت ور بستی تھی، اس بستی میں یہودیوں نے مضبوط اور مستحکم قسم کے قلعے بنا رکھے تھے جن سے ان کی حفاظت ہوتی تھی اور وہ وقتاً فوقتاً ان سے نکل کر مسلمانوں کو تنگ اور پریشان کرتے تھے۔ یہ کسی سے بھی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی۔

جب مسلمانوں نے مکہ سے ہجرت کی اور مدینہ میں آکر آباد ہوگئے تو خیبر اور اس کے قلعہ میں رہنے والے یہودیوں
کو اپنی بالادستی خطرہ میں نظر آئی۔ انہوں نے بظاہر مسلمانوں سے امن و امان برقرار رکھنے کے لئے معاہدہ کر لیا۔ اس سے ان کو
مسلمانوں کی طرف سے ایک تحفظ حاصل ہو گیا لیکن اس تحفظ کے پس منظر میں ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو مزید طاقت ور
بنالیں، چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ میں ہر ممکن طریقہ پر اپنی کوشش جاری رکھی اور ...انوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی دقیقہ
فروگزاشت نہ کیا۔ اس کے ساتھ ان کو مدینہ کے مشرکوں اور منافقوں کی حمایت ...د بھی حاصل ہو گئی جس کے نتیجہ میں
ایک قبیلے کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا سر اٹھاتا رہا۔ اور پھر خانہ جنگی ک... پیدا ہو گئی۔

مسلمان اس صورت حال کو انتہائی صبر و تحمل سے برداشت کر رہے تھے ...ی صورت امن باقی نہیں رہی تو
انہوں نے خیبر کی طرف پیش قدمی کی۔ مسلمانوں کا لشکر چار دن کے سفر کے بعد خیبر کے ق... یہودیوں کو توقع نہیں تھی کہ
مسلمان ان کے مقابلے پر نکل آئیں گے۔ انہوں نے صورت حال دیکھی تو بوکھلا گئے ...ے برعکس نظر آیا۔ انہوں نے اپنی
فوجوں کو قلعہ بند کر لیا اور مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے کئی قلعے فتح کر لیے۔

خیبر میں جو قلعے تھے ان میں سب سے زیادہ مستحکم اور مضبوط قلعہ کا نام قموص تھا، اس کو سر کرنا آسان نہیں تھا۔ بڑے لوگ اس کو سر کرنے کے تصور سے کانپ اٹھتے تھے۔ بیس روز کے مسلسل محاصرہ کے بعد مسلمانوں نے اس کو بھی فتح کر لیا۔ اس قلعہ کی سرداری مرحب کے سپرد تھی، اس کی شجاعت اور بہادری کا دور دور تک شہرہ تھا اور ایسا شہرہ کہ اکثر شجاعان اس کے مقابلے میں آنے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعہ قموص کی تسخیر اور مرحب کی شکست کے لئے کئی صحابہ کی سرکردگی میں لشکر روانہ کئے لیکن کسی کو کامیابی نہیں ہو سکی، بالآخر آپ نے اعلان کیا کہ کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو محبوب رکھتے ہیں، یہ ایسا فخر تھا، جس کے حصول کی تمنا کئی صحابہؓ کو تھی، مگر یہ فخر حضرت علیؓ کو حاصل ہوا۔ حضرت علیؓ نے قموص کی طرف روانہ ہوتے وقت کہا کہ میں اس وقت تک لڑتا رہوں گا جب تک یہودی اسلام قبول نہ کر لیں۔ رسول اللہؐ نے جواب دیا نہیں نرمی سے کام لو اگر ایک شخص بھی تمہاری ہدایت سے اسلام میں داخل ہو جائے تو سرخ اونٹوں سے بہتر ؟

جب حضرت علیؓ قموص کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہود صلح پر کسی طرح بھی تیار نہیں۔ دراصل ان کو اپنی طاقت اور قوت پر بے جا گھمنڈ تھا، انہوں نے مسلمانوں کو شکست سے دوچار کر دینا آسان سمجھ رکھا تھا۔ چنانچہ مرحب رجز پڑھتا ہوا حضرت علی کے مقابلہ پر نکلا، حضرت علی رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ آخرکار حضرت علی کی تلوار مرحب پر اس قدر زور سے پڑی کہ وہ خود اور سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی۔ اور یہود کا غرور خاک میں مل گیا۔ اس جنگ کے نتیجے میں ترانوے یہودی ہلاک اور پندرہ صحابہ شہید ہوئے۔

یہ واقعہ اپنے عوامل اور عواقب کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس واقعے کے نتیجے میں نہ صرف یہودیوں کی سطوت اور طاقت پارہ پارہ ہو گئی بلکہ مسلمانوں کو بھی ان کی جانب سے مکمل تحفظ حاصل ہو گیا۔

یہ واقعہ تاریخ اسلام کے اہم ترین واقعات میں سے ہے۔ یہ محرم ۷ ہجری میں پیش آیا تھا۔ اس واقعہ کا ذکر سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں مختصراً موجود ہے۔ لیکن اس کی جزئیات اور تفصیل پر بہت کم لوگوں نے بحث و گفتگو کی ہے۔

اس موضوع پر تفصیل سے لکھنے کا خیال مشہور عربی تاریخ نگار استاد باشمیل کو آیا۔ اس نے اسلام کے فیصلہ کن معرکے کے عنوان سے سلسلہ وار مختلف معرکوں پر ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں ہر واقعہ کے پس منظر، محرکات اور جزئیات پر بحث کی ہے اور ایک ایک نقطہ اور ایک ایک مقام کو اپنی وسعت فکر و نظر کا موضوع بنایا ہے۔ اور یہ واقعہ ہے اس سے پہلے اتنی مفصل اور مستند کتاب اس موضوع پر کوئی نہیں لکھی گئی ہے، اس کی اس اہمیت کے پیش نظر ہم نے اس کے ترجمہ

کی ضرورت محسوس کی اور اسے اب انتہائی مسرت کے ساتھ پیش کر رہے ہیں،

نفیس اکیڈمی اب تک سیرت طیبہ، تاریخ اسلام اور اس سے متعلقہ موضوعات اور شخصیات پر انتہائی بیش قیمت اور نایاب کتابیں چھاپ چکا ہے۔ یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس کو ہماری دوسری کتابوں کی طرح قبول عام حاصل ہوگا۔

طارق اقبال گاہندری

فہرست

فصل دوم

فصل سوم

فصل چہارم

تحلیل و تجزیہ

پیش لفظ

از قلم لفٹیننٹ عبداللہ اشل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وصلی اللہ علیٰ نبیّنا وسیّدنا محمد وعلیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

استاذ محمد احمد باشمیل نے (اسلام کے فیصلہ کن معرکے) کے نام سے جس تاریخی سلسلہ کو شروع کیا ہوا ہے، مجھے اس سلسلہ کی چھٹی کتاب (غزوۂ خیبر) سے مطلع ہو کر بہت شادمانی ہوئی، میں نے اس کتاب میں (استاذ باشمیل کی دیگر تاریخی مولفات کی طرح) تاریخ اسلامی کے قیمتی خزانوں کو دیکھا جو بہادرانہ اور قابل تعریف کارناموں سے بھرپور ہے۔ استاذ باشمیل کے قلم نے ان کی تحقیق کر کے، ان سے مٹی کی دبیز تہوں کو دور کر دیا ہے جو ان کارناموں کے مشاہدہ میں رکاوٹ بنی ہوئی تھیں ...... اور پھر انہیں صحیح رنگ میں نہایت شاندار اور آسان طریق پر پیش کیا ہے جس سے قارئین (اپنے تعلیمی معیار کے اختلاف کے باوجود) بغیر کسی مشقت اور ذہنی پریشانی کے تاریخ اسلامی کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔ استاذ باشمیل نے کسی ایسی تاریخ کو پیش نہیں کیا کیونکہ تاریخ کا مزاج اس بات کو برداشت نہیں کرتا کہ لکھاری اس میں ان باتوں کا اضافہ کر دے جو اس کے اندر موجود نہیں، جن لوگوں نے تاریخ اسلامی کا تحلیل و تجزیہ کرتے ہوئے اُسے اپنے خیال (نہ کہ حقیقت) کے مطابق پیش کیا ہے جیسا کہ مشہور مؤلف جرجی زیدان نے اپنے مشہور تاریخی سلسلہ میں کیا ہے، مؤلف نے کتاب ہٰذا نے ان باتوں سے دُور رہ کر بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ استاذ محمد احمد باشمیل نے جو نئی بات پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے تاریخ اسلامی کے لئے نہایت دقیق استقراء کیا ہے اور اسے بے حد وسعت

کے ساتھ پیش کیا ہے، لیکن یہ سب کچھ تاریخ کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے کیا ہے..........
نیز آپ نے اپنی تالیفات میں اس اصل سے کسی ایک مقام پر بھی خروج نہیں کیا۔ اس بات نے آپ کے تاریخی سلسلہ کو بہت بڑی تاریخی قیمت عطا کی ہے۔ کیونکہ آپ نے اس سلسلہ کو تسلی دینے والی کہانیوں اور وقت کو ضائع کرنے والے ان واقعات کی طرح بیان نہیں کیا جن کے درمیان قاری کو شوق دلانے کے ارادہ سے عشق و محبت کے افسانے بیان کئے جاتے ہیں .... آپ نے اس سلسلہ کو حقیقی تاریخ کے حقیقی ماخذوں کی طرح پیش کیا ہے۔ اور جو شخص ان سے رجوع و استدلال کرنا چاہتا ہے وہ اعتماد کے ساتھ اس کی طرف رجوع کر سکتا ہے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ استاذ باشمیل کو، تاریخ اسلامی کی اس خدمات کی بہترین جزا دے، آپ اس روشن تاریخ کو، ایسے وقت میں پیش کر رہے ہیں جبکہ منکرین، عربوں اور مسلمانوں پر ظالمانہ حملے کر رہے ہیں اور ان حملوں کے پس پردہ ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ مسلمانوں (خصوصاً عربوں) کا تعلق ان کی روشن تاریخ سے منقطع کر دیں، مگر اللہ تعالیٰ ان کی کرتوں کے دیکھنے کی گھات میں ہے، اللہ تعالیٰ اپنے دین کا بدلہ لیتے ہوئے ان لوگوں کو ذلیل کرے گا اور یہ خائب و خاسر ہوں گے انشاء اللہ۔

قارئین کو، اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہو گا کہ معرکہ خیبر، تاریخ اسلام کے عظیم فیصلہ کن معرکوں میں سے ہے اور بقول مؤلف یہ عہد نبوی کا طویل ترین معرکہ ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحابؓ، شریک ہوئے، اور یہ وہ آخری معرکہ ہے جس کے ذریعے جزیرہ عرب سے، ذلیل یہودیوں کا وجود ختم ہوا۔ مؤلف نے اس کتاب میں یہود خیبر کی تاریخ کو پیش کیا ہے، کہ وہ کب سرزمین عرب میں آئے اور کس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ نے زبردست فوجی کارروائیوں کے بعد، جزیرۂ عرب کو، ان کے گند سے پاک کر دیا، اور یہی بات اس کتاب کا موضوع ہے۔

مؤلف نے کتاب کی پہلی فصل میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ یہودی قوم، باہر سے جزیرہ عرب میں داخل ہوئی ہے اور جزیرہ عرب کے ساتھ، اس کا خونی، دینی اور زبان کا کوئی رشتہ موجود نہیں ہے، اس طرح اس نے یہود کے تعصب، بغض، کینے، خبث،

حرص طمع، سنگدلی اور مذہب کو بھی اچھی طرح پیش کیا ہے جس کی وجہ سے ان کے تعلقات جزیرہ عرب میں، ڈکٹیرشپ، عہد شکنی کرنے، اور مسلمانوں کو کچلنے کے لئے، بت پرستوں سے موافقت کرنے تک محدود ہے، مؤلف نے (اس عہد میں) خیبر کی اہمیت اور اس کو اسلام اور مسلمانوں کو جو خطرات لاحق ہو سکتے تھے انہیں بھی پیش کیا ہے۔ خصوصاً شہر سے بنی نضیر کے سربلند یہودیوں کے خیبر چلے آنے کے بعد، جو یہودیوں میں سردار اور اشراف سمجھے جاتے تھے، مؤلف نے، یہ مفید تفصیل بھی بیان کی ہے کہ خیبر کس طرح اسلام اور مسلمانوں پر تسلط حاصل کرنے اور ان سے ظلم روا رکھنے کا بیڈ کوارٹر بنا اور کس طرح اس نے احزاب کی خوفناک جنگ کی اسکیم بنائی، اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت معجزانہ رنگ میں اسلام اور مسلمانوں کو نہ بچاتی تو قریب تھا کہ احزاب کی متحالف فوجیں مسلمانوں کی ہستی کا تار بکھیر دیتیں۔ اور اسلام کی جڑوں کو مکمل طور پر اکھاڑ دیتیں۔ مؤلف نے ان اسباب کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے، جن کی وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہود کے معاملہ میں سختی کی سیاست کو اختیار کرنا پڑا اور جنگ کے ذریعہ ان کا صفایا کرنے کے لئے، جنگ کو ان کے گھروں میں منتقل کرنے کا بھی فیصلہ کرنا پڑا، آپ نے یہ فیصلہ اس یقین کے بعد کیا کہ نرمی اور رواداری اور یہودیوں کو، عہد شکنی کرنے، ظلم کرنے اور مسلمانوں پر تسلط حاصل کرنے کے بارے میں مزید جرأت دلا دیتی ہے۔

پھر مؤلف نے ان معرکوں کی دلچسپ تفصیل بھی بیان کی ہے جو خیبر کے قلعوں پر قبضہ کرنے کے لئے، برپا ہوئے، اور اسانید سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیش قدمی اور شجاعت میں چوٹی کے آدمی تھے اور رواداری اور رحمت میں ایک نمونہ تھے اور آپ کے اصحابؓ، صبر و اطاعت اور ایمان و شجاعت میں تاریخ کے نادرہ روزگار نمونے تھے، نیز اس نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ کس طرح قلیل التعداد صابر مومن، کثیر التعداد کفار پر غالب آئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں، مسلمانوں نے جس جنگ میں بھی شرکت کی، ان کی تعداد قلیل ہی تھی مگر اس کے باوجود وہ ظفر مند ہوئے، خیبر کے قلعوں کے دفاع میں، یہود نے جس شجاعت اور مردانہ وار ہمت طلب کرنیکا مظاہرہ

گیا، مؤلف نے ان حقائق کو بھی مسخ نہیں کیا۔ اس نے ان حقائق کو بہت واضح اور درست
طریقے سے بیان کیا ہے جس سے ان معرکوں کی اہمیت، شکست اور عیاری میں
اضافہ ہو گیا ہے۔

میں نے بہت دفعہ چاہا کہ یہ کتاب اور استاذ باشمیل کی دیگر کتب ہمارے آفیسرز اور
تمام عرب فوجوں کے ہاتھوں تک پہنچ جائیں تاکہ وہ اپنے عظیم نبیؐ اور آپ کے بہادر اور
جیالے صحابہؓ کی روشن تاریخ سے آگاہ ہو جائیں، جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
شجاعت و سخاوت اور آپ کے کریمانہ اخلاق سے کسب فیض کیا، جس کے باعث انہوں
نے، یہود کی کینہ توزی، جبروت، سرکشی اور مکر و خیانت کے باوجود، سنگین حالات میں بھی
اسلام کے اصولوں کو مضبوطی سے قائم کر دیا نیز عرب فوجیں اور ان کے آفیسرز پہلے مسلمانوں
کے فوجی دستوں کے بہادرانہ کارناموں اور جون میں ہماری شکست کے مابین موازنہ کر سکیں،
جس روز اڑھائی لاکھ سے زیادہ آفیسرز اور سپاہی، ان یہودیوں کی قلیل تعداد کے سامنے
بھاگ گئے، جس سے مسلمانوں کو ابدی ذلت حاصل ہوئی اور یہ ذلت اس وقت تک دور
نہ ہوگی جب تک یہ امت اپنے دین، اپنی تاریخ اور اپنے قدیم اصولوں کی طرف واپس نہ
آئے اور ہماری امت اور ہمارے دین کے دشمنوں کی جانب سے درآمد کھوکھلے اصولوں کو
خیرباد نہ کہہ دے۔

ہم استاذ محمد احمد باشمیل کی خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں جنہوں نے اپنے دین
امت اور وطن کے دفاع کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا ہے اور وراثت اسلامی کے
کے احیاء میں ایک دلچسپ اسلوب اختیار کر کے اور آزادانہ قلمکاری کے ذریعہ حصہ لیا ہے
ان کا قلم ہمیشہ ہی باطل کے ساتھ برسرپیکار رہتا ہے، میں امید کرتا ہوں کہ انہیں ہمیشہ اس
بات کی توفیق رہے گی۔ اور وہ اسلام کے فیصلہ کن معرکوں مثلاً قادسیہ، یرموک، جلولاء اور
عین جالوت کے متعلق بھی مسلسل کتب شائع کرتے رہیں گے۔

عبداللہ التل
قائد معرکہ قدس ۱۹۴۸ء

تمہید مؤلف

الحمد للہ ولا نعبد الا ایاہ وصلی اللہ علی نبیہ ورسولہ محمد الذی اختارہ لأداء رسالتہ واجتباہ، وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ العز المیامین۔

ہماری یہ کتاب، ہمارے تاریخی سلسلہ (اسلام کے فیصلہ کن معرکے) کی چھٹی کتاب ہے جسے ہم قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں اور اُمید کرتے ہیں. کہ وہ ہمیں اس کی اشاعت کی توفیق دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمارے تمام اعمال کو، شہرت اور ریاکاری کی ملونی سے پاک رکھے اور ہمارے سب کام خالصۃً رضائے الٰہی کے لئے ہوں وہ دلوں کو بدلنے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

(۱)

یہ کتاب عہدِ نبویؐ کے طویل ترین معرکہ کی تفاصیل پر مشتمل ہے، معرکہ خیبر وہ معرکہ ہے جس میں مسلمانوں نے فتح حاصل کر کے، خیبر کے علاقہ میں یہودیوں کے وجود کی جڑوں کو مکمل طور پر اکھاڑ پھینکا، جو جزیرہ عرب میں غیر ملکی وجود کا آخری اور مضبوط ترین قلعہ تھا۔ خیبر کے یہودیوں کے مطیع ہو جانے سے (جن کی تعداد دس ہزار جانبازوں پر مشتمل تھی) یہودی مقاومت کے بقیہ مقامات بھی جو فدک، وادی القریٰ اور تیماء میں تھے وہ بھی مسلمانوں کی اطاعت میں آگئے نیز تمام شمالی علاقے بھی ان کی اطاعت میں داخل ہو گئے، اس طرح مفسد اور کینے یہودیوں کے وجود کا آخری مرحلہ اپنی انتہا کو پہنچا، جو دو ہزار سال سے بھی زیادہ عرصے سے جزیرۂ عرب کے باشندوں کے ساتھ مل جلکر رہ رہا تھا، خیبر میں مفسد یہودی وجود کے خاتمہ کے بعد، جزیرہ عرب کے باشندے (اسلام کے گھنے سایہ تلے) امن واستقرار کی حلاوت سے آشنا ہوئے اور جزیرہ عرب کے علاقوں کو، اسلام کی تو خیز حکومت

سرعت کے ساتھ اپنے پروں تلے جمع کرنے لگی اور سقوطِ خیبر پر ابھی نو ماہ کا عرصہ بھی نہ گذرا تھا کہ شرک وبت پرستی کا سب سے بڑا قلعہ مکہ مکرمہ بھی، مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا اور ابھی خیبر کو یہودی حکومت سے پاک کئے دو سال کا عرصہ بھی نہ گذرا تھا کہ تمام جزیرہ عرب دین سلام کا مطیع وفرمانبردار بن گیا۔

(۲)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے ہجرت کی اور جب سے یثرب نے اسلام قبول کیا اور اس کے احکام وتعلیمات کا مطیع اور پابند ہوا، آپؐ علاقہ کے یہود کے ساتھ نرمی کا برتاؤ رکھتے تھے اور جب کبھی وہ معاہدہ کو توڑ دیتے، بالخصوص معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے، آپؐ ان سے درگذر فرماتے اور رواداری کا سلوک کرتے، یہاں تک کہ انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ختم کرنے یا نئے اسلامی ارکان کے نظام کو تباہ کرنے کی سازش کی تدبیر کی۔ آپؐ اپنی تادیبی کارروائیوں میں سختی کرنے سے بہت دور رہتے تھے۔ آپؐ نے یہود کی عہد شکنی، خیانت اور تسلّط حاصل کرنے کے بدلہ میں جو سزائیں انہیں دیں ان میں سے کوئی سزا بھی خونریزی اور قتل تک نہیں پہنچی، آپؐ نے یہود کو، بعض مملوکہ چیزوں کے ساتھ مدینہ سے جلا وطنی کی جو سزا دی، یہ ایک انتہائی سزا تھی حالانکہ جو کچھ انہوں نے کیا تھا اس سے ان کا قتل کرنا جائز تھا۔ حالانکہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام ان کو تباہ وبرباد کرنے کی بھی پوری طاقت رکھتے تھے، اس لئے کہ سزا کا مقصد (اسلامی روح رواداری کے مطابق) انتقام لینا اور خون چاٹ کر، پیاسے کو شفا دینا نہیں ہوتا، بلکہ سزا کا مقصد صرف، خطرے کو دور کرنا اور شر کے مادے کو ختم کرنا اور قلق واضطراب اور فتنے کے اسباب کا قلع قمع کرنا ہوتا ہے تاکہ نیا معاشرہ امن وسکون کی فضا میں زندگی بسر کرے اور سازشوں، کینوں اور لاقانونیت کی زندگی سے دور رہے، ...... اسلام سے پہلے یہود کو، معاشرہ میں لاقانونیت پیدا کرنے اور اس کے بڑھانے میں ید طولیٰ حاصل تھا، کیونکہ ان دخیل یہودیوں کے وجود کا قیام، ان اجتماعی

امراض کے انتشار میں ہے جنہیں انہوں نے بت پرست جاہلی معاشرہ میں لوگوں کی غفلت کے زمانہ میں، بہت گہرا کیا ہوتا ہے۔ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال کیا کہ شاید یہود کو جلا وطن کرنے اور انہیں یثرب سے دُور کر دینے سے ان کے شر کا قلع قمع ہو جائے۔ اور ان کا خطرہ دور ہو جائے آپ نے ان یہودیوں کی سزا کو، جو مستحق قتل ہو چکے تھے، مدینہ سے جلا وطنی میں تبدیل کر دیا تاکہ وہ جزیرہ کے اندر یا باہر جہاں بھی خدا تعالیٰ کی زمین میں جانا چاہیں، آزادانہ طور پر چلے جائیں۔

(۳)

بنو نضیر کی عہد شکنی اور آپ کے قتل کی کوشش کے ثابت ہو جانے کے بعد، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف کر دیا اور مدینہ سے ان کی جلا وطنی پر ہی اکتفا کیا، بنو نضیر نے جس وقت آپ کو قتل کرنے کی کارروائی کا آغاز کیا اس وقت وہ اپنے گھروں میں اس معاہدہ کے تحت جو ان کے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان طے پا چکا تھا، امن و امان کی زندگی بسر کر رہے تھے (۱) بنو نضیر نے مدینہ سے جلا وطنی کے وقت خیبر میں اقامت اختیار کر لی اور اسے مدینے کی بجائے اپنا وطن بنا لیا، کیونکہ عرب علاقوں میں خیبر، یہودیوں کی سب سے بڑی حربی قوت تھی، خیال تھا کہ معاہدہ کی موجودگی میں رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کی کوشش کے ثبوت کے بعد، آپ نے ان کے ساتھ جو روادارانہ معاملہ کیا، وہ اس کا لحاظ کرتے ہوئے صلح کے لئے آمادہ ہوں گے، آپ نے باوجود قوت کے ان کا خون نہیں بہایا اور مدینہ سے جلا وطنی کے وقت انہیں اجازت دے دی کہ جو کچھ وہ اٹھا کر لے جا سکتے ہیں، لے جائیں، پس وہ اپنے ساتھ سونے اور چاندی کی بہت بڑی مقدار اٹھا کر لے گئے جو ان کی گراں قدر متاع تھی، جزیرہ عرب میں یہودیوں میں سے بنو نضیر کو سب سے بڑا سرمایہ دار گروہ خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن یہود کی فطرت (طاقت کے

---

(۱) یہود نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی جو کوشش کی اسکی مکمل تفصیل ہماری کتاب غزوۂ احزاب میں ملاحظہ فرمایئے۔

وقت عہد شکنی کرنے اور حملہ کرنے، اور کمزوری کے وقت اطاعت وسکون اختیار کرنے) بدل نہیں سکتی، ان کی ذلیل لااخلاقی فطرت ہر دور میں ان کے لازم حال رہتی ہے۔ اس لئے ابھی وہ خیبر میں ٹِک کر بیٹھے بھی نہ تھے کہ انہیں معلوم ہو گیا کہ انہیں کچھ قوت وسطوت حاصل ہو گئی ہے لہٰذا انہوں نے خیبر کو، مسلمانوں پر ظلم کرنے اور ان پر ڈکٹیٹرشپ قائم کرنے کے لئے ایک ہیڈ کوارٹر میں تبدیل کرنا شروع کر دیا، اس ڈکٹیٹرشپ کا سب سے خطرناک نتیجہ غزوۂ احزاب کی صورت میں ظاہر ہوا، جس سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ کو دوچار ہونا پڑا اور انہوں نے وہ مصائب وآلام برداشت کئے جن جیسے مصائب سے آپ کو زندگی کے کسی مرحلہ میں بھی دشمنوں سے جنگ کے دوران واسطہ نہیں پڑا جیسا کہ ہم نے اپنی دو کتابوں غزوۂ بنی قریظہ اور غزوۂ احزاب میں، اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

(۴)

یہ خوفناک جنگ (جو بظاہر قریشی غطفانی اور اصلیت کے لحاظ سے یہودی تھی) ایک سخت سبق کے قائمقام تھی جسے مسلمانوں نے یاد رکھا اور اس کی روشنی میں ان پر یہ بات واضح ہو گئی کہ یہودی قوم، سرطان کی طرح خبیث ہے جس کی موجودگی میں کوئی علاج سُود مند نہیں ہوتا اور اس کو ختم کر دینا ہی اس کا علاج ہوتا ہے اور اگر آپ نے اس کا جلد استئصال نہ کیا تو وہ آپ کی زندگی اور جسم کو تباہ کر دے گا۔ احزاب کی خوفناک جنگ کے بعد مسلمانوں کو جو سخت سبق ملا اس سے مدینہ کی قیادت اسلامی پر واضح ہو گیا کہ یہود کی عہد شکنی اور خیانت اور ڈکٹیٹرشپ کے مقابلہ میں، ان کے ساتھ اس ارادے سے نرمی اور رواداری برتنا، کہ ان کی اصلاح ہو گی اور ان کے شرارت پسند نفوس روبہ اصلاح ہوں گے اور انہیں اس نیت سے موقع دینا کہ وہ جادۂ صواب کی طرف واپس آجائیں گے اور جس حق کو انہوں نے پہچان کر اس کا انکار کر دیا ہے، اس کی پیروی کریں گے، یہ صرف ایک مسکن دوا کے طور پر ہو گا جو اس سرطان (یہودی) کا خاتمہ کرنے میں سُود مند نہیں ہو سکتی بلکہ اُسے

اس بات کا موقع دینا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ جسم میں سرایت کر کے زندگی اور عافیت کا خاتمہ کر دے۔

(۵)

اس جدید اور واقعاتی نظریہ کی اساس پر، جسے مدینہ میں قیادتِ اسلامی نے احزاب کے حملے کے اُن مصائب و آلام کے نتیجہ میں محسوس کیا جو اسلامی ہستی کا تار و پود بکھیر دینے اور اس کو جڑوں سے اکھاڑ دینے لگے تھے اور جو مکہ اور صحرائے نجد سے قبل، خیبر کے علاقے سے وارد ہوئے تھے۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے، نرمی کی اس سیاست سے رو گردانی اختیار کر لی جسے آپ اس برباد ی انگن قوم کی کارروائیوں کے مقابل میں اختیار فرمایا کرتے تھے، پس آپ نے انکے معاملہ میں دانشمندی اور سختی کی سیاست کو اپنایا، آپ نے یہ سختی انتقام لینے اور ان کے خون سے پیاس بجھانے کے لئے اختیار نہ کی تھی بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام حکیمانہ تصرفات اس پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ روحِ انتقام سے کوئی سروکار ہی نہ رکھتے تھے اس دانشمندانہ جدید سیاست کا باعث، جسے آپ نے ان یہودیوں کے ساتھ زلزلۂ احزاب کے بعد اختیار فرمایا، اس شریفانہ خواہش پر مبنی تھی کہ علاقہ کے ماحول میں امن و امان کا دور دورہ ہو، .... بار بار کے عملی تجربات اس بات پر دلالت کرتے تھے کہ علاقے میں اس وقت تک امن و امان قائم نہیں ہو سکتا جب تک تمام جزیرہ عرب میں یہودیوں کا اثر و نفوذ یا حکومت باقی ہے۔

(۶)

یہود کی ڈکٹیٹر شپ اور بار بار کی غداریوں کے مقابلہ میں، جو جدید اور سخت سیاست اپنائی گئی اس کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ ہجرت کے چوتھے سال مدینہ میں یہود بنی قریظہ پر یہ سخت سزا نازل کی گئی کہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جن گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کیا ہے ان کے بدلہ میں ان میں سے آٹھ سو آدمیوں کو قتل کر دیا گیا، یہ گھناؤنے جرائم، غداری، خیانت، عہد شکنی اور ڈکٹیٹر شپ کے تمام معانی پر حاوی تھے اور انہوں نے یہ جرائم اس وقت کئے جب مسلمان نہایت سنگین حالات سے گذر رہے تھے، ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ بھی مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے اور ان کی

ہستی کو نیست و نابود کرنے میں شریک ہوں ...... وہ مسلمانوں پر اُلٹ پڑے اور ان سے خم ٹھونک کر دشمنی کرنے لگے بلکہ انہوں نے ان کے خلاف، اعلانِ جنگ کر دیا، اس وقت مسلمان نہایت کٹھن حالت میں اپنی موت کی گھڑی کا سامنا کر رہے تھے اور اس کی سوئی، صفر کی طرف بڑھ رہی تھی تا کہ احزاب کی زبردست فوجوں کے ہاتھوں، جو مدینہ کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھیں، ان کی موت کا اعلان کرا دے ...... اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کو پراگندہ کرنے اور مدینہ سے نکال باہر کرنے کا معجزہ ظہور پذیر نہ ہوتا تو احزاب کی فوجیں مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیتیں۔ یہودِ بنو قریظہ اور مسلمانوں کے درمیان (عدم جارحیت کے معاہدہ کے علاوہ) ایک فوجی معاہدہ بھی تھا جو فریقین کو اس بات کا پابند کرتا تھا کہ یثرب پر بیرونی حملہ کی صورت میں خواہ وہ ان دونوں میں سے کسی کے خلاف ہو، یہ دونوں اکٹھے ہو کر اس کا دفاع کریں گے مگر جب احزاب کی زبردست فوجوں نے مدینہ میں مسلمانوں کا احاطہ کر لیا تو یہود بنو قریظہ نے غداری اور خیانت کرتے ہوئے اس معاہدہ کو توڑ دیا اس سے وہ مسلمانوں کو ایک تنگ مقام پر پھنسا کر فائدہ حاصل کرنا چاہتے تھے، بنو قریظہ نے، صرف عہد شکنی اور اس معاہدہ کے باطل کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان تھا بلکہ جنگ کرنے والوں کے ہاتھوں میں ہاتھ دینے کے لئے بھی جلدی کی اس بات نے مسلمانوں کے درد و کرب میں مزید اضافہ کر دیا اور بنو قریظہ کی اس کارروائی نے انہیں چکی کے دو پاٹوں کے درمیان ڈال دیا ...... ان کے سامنے احزاب کی فوجیں تھیں اور مدینہ کی اطراف میں یہود بنو قریظہ ان کے پیچھے تھے اور یہ بات کس قدر بری تھی کہ آپ اپنے حلیف کو، اپنے دشمنوں کے ساتھ شامل دیکھیں اور وہ اس وقت پیچھے سے آپ کو مارنے کے لئے ہتھیار اٹھائے جس وقت آپ کو یہ توقع ہو کہ وہ ہتھیار اٹھا کر آپ پر ہونے والے ظلم کو روکنے کے لئے ایک حلیف کی طرح کھڑا ہو گا جس کے دیئے ہوئے قول کا وزن، شرف کے ترازو میں ہوتا ہے۔ مگر یہ لوگ تو صرف یہودی تھے۔

یہود بنو قریظہ نے جن گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کیا تھا ان کے مطابق انہیں سخت ترین سزا دی گئی ...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک عادلانہ فیصلہ کے بعد، ایک ہی رات

میں یہود بنو قریظہ میں سے آٹھ سو جانبازوں کو، قتل کروادیا[1]۔

(۷)

یہود بنو قریظہ کے متعلق جو فیصلہ صادر ہوا اور اس کے نتیجے میں جو سخت اور دانشمندانہ سزا دی گئی، یہ وہ پہلا انقلابی پوائنٹ ہے جس نے مدینہ کی اسلامی قیادت کو، عہد شکن یہودیوں کے معاملہ میں نرمی کی بجائے، سخت سیاست کے اختیار کرنے پر آمادہ کیا مسلمانوں کو تلخ تجربات کی روشنی میں یہ بات اچھی طرح معلوم ہو چکی تھی کہ یہود کی غداری، عہد شکنی، خیانت اور ڈکٹیٹر شپ کے جرائم کے مقابلہ میں نرمی، رواداری اور عفو و درگذر کی سیاست اختیار کرنے سے نہ پہلے کبھی یہود کی فطرت میں تبدیلی رونما ہوئی ہے اور نہ ہی آئندہ ان کی تخریب کار، سازشی، اور حکومت کی حریص طبیعت میں کچھ تبدیلی پیدا ہوگی۔ بلکہ اس طبیعت نے انہیں لالچ دے کر ان کے ان خوابوں کا دائرہ وسیع کر دیا ہے جو ان کے بڑے بڑے لیڈر، یثرب کی واپسی کے متعلق انہیں دکھایا کرتے تھے کہ وہاں پہنچے سرے سے ان کی حکومت کے سیاہ سائے دراز ہونگے۔

احزاب کی زلزلہ انگن جنگ کے بعد، مدینہ کی قیادتِ علیہ کو اس بات میں کچھ شک نہ رہا تھا کہ خیبر (جب بنی نضیر کے جلاوطن یہودیوں نے اسے اپنا وطن بنا لیا تھا) مسلمانوں پر ظلم کرنے کا ہیڈ کوارٹر بن چکا ہے اور خواہ مسلمان یہود سے کس قدر بھی عفو و درگذر سے کام لیں وہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے، تمام وسائل کو بروئے کار لانے کی کوششوں سے کبھی بھی نہیں رکیں گے۔

اس لئے اب یہ ایک بدیہی اور ضروری بات تھی کہ مسلمانوں کا دوسرا قدم (یثرب میں یہودیوں کے صفایا کے بعد) خیبر میں یہود کے ساتھ جنگ کرنا ہو تاکہ ان کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے اور یہ ایک مدافعانہ حربی کارروائی تھی۔ جس کا عمل میں لانا ضروری تھا تاکہ ظلم اور سازش کے ٹھکانوں کو ختم کیا جائے اگر مسلمان ان ٹھکانوں کو تباہ و برباد نہ کرتے تو ان یہودی

---

[1] اس فیصلہ پر اعتراض کرنے والوں اور انتقاد کرنے والوں کے شبہات کی رد کے لئے مؤلف کی چوتھی کتاب "غزوۂ بنی قریظہ" کی چوتھی فصل ملاحظہ کیجئے۔

ٹھکانوں سے، جہاں پر مسلمانوں کے خلاف جنگ احزاب کا تانا بانا تیار کیا گیا تھا ہمیشہ ہی ان کا وجود ہر گھڑی خطرات میں گھرا رہتا اور یہ کوئی مستبعد امر نہیں کہ مسلمانوں کے خلاف یہودی دوسری جنگ احزاب کا تانا بانا تیار کرتے جو پہلی جنگِ احزاب سے بھی زیادہ بڑی اور خطرناک جنگ ہوتا[1]۔

(۸)

مسلمانوں پر احزاب کے خوفناک حملے کے بواعث کے متعلق۔

واقعات کے صحیح اندازوں اور مسببات کے ساتھ اسباب کے رابطوں اور دقیق تجزیات کی روشنی میں مدینہ کی قیادت علیہ پر یہ بات واضح ہوئی کہ بُت پرست احزاب کی جن فوجوں کو حیرت انگیز رنگ میں مسلمانوں نے نکال باہر کیا ہے اور بنو قریظہ کی جن فوجوں پر مسلمانوں نے تباہ کن عذاب نازل کیا ہے، ان سب کی مثال اژدھا کی دُم کی طرح ہے، جس کا حقیقی سر، وہ یہودی عناصر ہیں جو ہمیشہ خیبر کے ٹھکانوں میں چھپے رہتے ہیں، اس لئے مدنی قیادت اسلامی صرف اسی صورت میں بُت پرستوں کے حملوں اور یہود بنو قریظہ کے غداروں اور خائنوں کے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتی ہے کہ اس اژدھا کی دُم کو کاٹ دے۔

مسلمانوں کو، بُت پرست احزاب اور بنو قریظہ کے غداروں کے ہاتھوں جن تباہیوں اور ہلاکتوں سے دوچار ہونا پڑا، انہوں نے مدینہ کے اسلام، خون، عزت اور مال کو تیز آندھی کے سامنے ڈال دیا...... یہ احوال و مصائب جنہوں نے مدینہ کو گھیر لیا تھا، اگر خیبر کا وجود نہ ہوتا۔ تو ان مصائب کی کوئی چنگاری بھی مسلمانوں پر نہ پڑتی یہ سب کچھ خیبر ہی سے رونما ہو رہا تھا اور جو شخص اپنے آپ کو اس قاتل اژدھا سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے اس کا محض دُم کو کاٹ دینا اور سر کو باقی رکھنا کوئی فائدہ نہیں دیتا کیونکہ دُم، سر کی اتباع کرتی ہے اس لئے اس کے متعلق بھی اقدام کرنا ضروری ہے، اس منطق کی اساس پر رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا، تاکہ

---

[1] یہود خیبر نے عملاً جدید جنگ احزاب کیلئے اس وقت کوشش کی جب انہوں نے اپنے سردار اسیر بن زارم کی قیادت میں دیارِ غطفان کی طرف وفد بھیجنے کا فیصلہ کیا کہ وہ انہیں مدینہ میں مسلمانوں کے خلاف جدید جنگ کے لئے رضامند کرے، جیسا کہ ہم نے اپنی پانچویں کتاب "صلح حدیبیہ" میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اژدھا کی دُم اپنے سر کی اتباع کرے، پس آپ نے ہجرت کے ساتویں سال کے آغاز میں جزیرہ عرب میں دخیل یہودیوں کا سب سے آخری اور خطرناک قلعہ مسمار کر دیا اور اس پر قابض ہوگئے اور سقوطِ خیبر کے بعد یکے بعد دیگرے یہود کے دُوسرے ٹھکانے بھی، جو فدک، تیماء اور وادی القریٰ میں تھے سب کے سب مسلمانوں کے ہاتھوں میں آگئے، اس طرح جزیرہ عرب، سرطان کی خطرناک گلٹی سے نجات پاگیا جو کئی صدیوں سے ان قبائل پر حملہ آور ہو رہی تھی جن میں یہ دخیل یہودی رہ رہے تھے، شاید عقیدۂ اسلامی نے فتوحات کے میدان میں جو سب سے بڑا کردار ادا کیا وہ یہ تھا کہ خیبر میں چودہ سو مسلمانوں نے ایمانی قوت کے سوا، ہر چیز کی کمی کے باوجود، چودہ ہزار یہودی جانبازوں اور ان کے حلیفوں پر فتح پائی جن کے پاس ایمان کے سوا، جنگی ضروریات کی ہر چیز موجود تھی.... اور شاید مسلمانوں ــــــ اور خصوصاً عربوں کی سمجھ میں اس عقیدہ کا بڑا کردار یہ تھا کہ اس نے انہیں اپنے رب کے حضور لوٹنے اور صحیح اسلامی عقیدہ سے وابستہ ہونے کے لئے تیار کر دیا تھا.... اس وابستگی کے بغیر، ان کے لئے اپنی مرغوب، عزت و کرامت اور استقرار اور فتح کو حاصل کرنا محال تھا، ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہدایت دے اور انحراف کی لغزشوں سے محفوظ رکھے تاکہ ہم اس کی توفیق و ہدایت سے اس امت کے منعم علیہ لوگوں کے رستہ پر چلتے رہیں یقیناً وہ سننے اور جواب دینے والا ہے۔

محمد احمد باشمیل

جدہ ...... مملکت سعودی عربیہ

۱۳۸۹ھ ــــــ ۱۹۶۹ء

فصل اوّل

یہودِ خیبر کی مختصر تاریخ

- یہودِ خیبر میں کب اور کیسے آئے۔
- صدیوں تک یہود کا غیر جانبدار رہنا۔
- غیر جانبداری کے بعد، خیبر، مسلمانوں کے خلاف حملوں کا ہیڈ کوارٹر کیوں بنا؟
- خندق کے سال، مسلمانوں پر، احزاب کے حملے میں، خیبر کا کردار،
- خیبر سے یہود کی جلا وطنی کی تکمیل کیسے ہوئی ؟

خیبر کے فیصلہ کن معرکے کی تفاصیل بیان کرنے سے قبل، جزیرہ عرب میں دخیل یہودیوں کا وجود، انتہائی طور پر مضمحل ہو چکا تھا، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کرام کو یہ بات بتا دی جائے کہ جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم، یہود سے جنگ کرنے اور ان کی حکومت کا خاتمہ کرنے کے لئے اٹھے، اس سے پہلے ان کی تاریخ اور ان کے اعمال و تصرفات کیا تھے،

خیبر کا جغرافیہ قدیم زمانوں سے خیبر کو ہمیشہ ہی سے ایک وسیع سبزہ زار خیال کیا جاتا رہا ہے جو چشموں اور بکثرت پانیوں سے شاداب ہے اس کی مٹی نہایت عمدہ ہے جو مختلف فصلوں اور پھلوں کے بونے کے لئے کارآمد ہے، اس طرح اسے جزیرہ عرب میں کھجوروں کے سب سے بڑے نخلستانوں میں شمار کیا جاتا

ہے، اس قول کی صحت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ مسلمانوں نے خیبر کی ایک وادی، جسے نطاۃ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، کی کھجوروں کا شمار کیا تو وہ چالیس ہزار کھجور کے درختوں پر مشتمل تھا، خیبر، مدینہ کے شمال مشرق میں، تقریباً ستر میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

یہود، خیبر میں کب آئے

تین ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ سے یثرب اور مشرقی اور مغربی علاقے اور تمام وہ دُور کے علاقے، جو حجاز میں یثرب سے لے کر شمالی حدود تک پھیلے ہوئے ہیں اور شام کی حدود سے جا ملتے ہیں عمالقہ کے بادشاہ کے ماتحت تھے یہ عرب بائدہ میں سے ایک زبردست قوم تھی [1]۔ بلکہ وہ علاقے بھی جو خلیج عربی کے تمام ساحلوں اور عمان اور نجد و حجاز پر مشتمل ہیں حتیٰ کہ شام بھی، اس وقت سے جب زبانیں مخلوط ہوئیں، اور نمرود بن کنعان بن حام بن نوح کے عہد کے بعد، قوموں کے علیحدہ علیحدہ ہو جانے کے بعد، عمالقہ کے بادشاہ کے ماتحت تھے۔

خیبر کے علاقہ کے ساتھ یہود کا تعلق کب قائم ہوا اور کس وقت یہ دخیل قوم خیبر میں آئی اس کے متعلق مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہودیوں نے یثرب کے علاقہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد، اس فوجی حملہ کے بعد واپسی کے وقت اپنا وطن بنایا، جس کا ذکر اسلامی مؤرخین نے کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی موت سے تھوڑا عرصہ قبل ان جابر عمالقہ کو جو یثرب اور حجاز کے شمال، مشرق اور مغرب کے علاقوں میں رہتے تھے، جن میں خیبر بھی شامل تھا مطیع بنانے اور انہیں تباہ کرنے کے لئے ایک فوج بھیجی، اس حملہ میں (اسلامی مؤرخین کے بیان کے مطابق) حضرت موسیٰ علیہ السلام حجاز سے واپسی کے وقت، مفسد

---

[1] عرب مؤرخین، عربوں کو تین اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ (۱) عرب بائدہ، یہ لوگ کلیۃً تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور ان کی نسل اور اولاد میں سے کچھ باقی نہیں رہا۔ طسم، جدیس، عاد، ثمود، عمالقہ اور عبیل، انہی میں سے ہیں۔ (۲) عرب عاربہ۔ یہ وہ قحطانی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے عربی زبان بولی، ان کا اصلی وطن یمن اور حضرموت ہے۔ (۳) عرب مستعربہ۔ یہ عدنانی ہیں اور حضرت اسماعیل نبی اللہ کے سب بیٹے انہی میں سے ہیں، اس لئے کہ حضرت اسماعیل کی اصلی زبان سریانی ہے (جو ان کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان تھی) ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام عدنانیوں کے وہ پہلے جد ہیں جنہوں نے اپنے سسرال قحطانیوں کی عربی (باقی اگلے صفحہ پر)

عمالقہ کو تباہ کرنے کے بعد، راستے میں فوت ہو گئے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے خلفاء نے اس فوج کو شام میں اقامت اختیار کرنے کی اس لئے اجازت نہ دی کہ اس کی فوج کے جوانوں نے عمالقہ کے ایک آدمی پر رحم کرتے ہوئے اُسے قتل نہیں کیا تھا اور ایسا کرنا یہود کی شریعت کے خلاف تھا جیسا کہ استثناء کے بیسویں باب میں یہ فیصلہ موجود ہے کہ دشمن کے سب قیدیوں کو قتل کر دیا جائے انہیں مؤرخین کا بیان ہے کہ جب حضرت موسٰی علیہ السلام کے خلفاء نے، اس فوج کے جوانوں کو شام میں داخل ہونے سے روکا، تو وہ حجاز کو واپس آگئے اور انہوں نے یثرب اور حجاز کے شمالی اور مشرقی علاقوں کو اپنا وطن بنا لیا اور خیبر کے یہودی، اسی فوج کے جوانوں کی اولاد ہیں جنہوں نے یثرب اور خیبر کو، سنہ ۱۲۰۰ قبل مسیح کے قریب قریب اپنا وطن بنایا تھا، یہ بات ابن خلدون، ابو الفرج اصبہانی اور السمہودی[1] وغیرہم نے بیان کی ہے۔

اور دیگر مؤرخین کی رائے یہ ہے (جن میں بعض یورپین مؤرخین بھی شامل ہیں) کہ خیبر میں یہودیوں کا وجود میلادِ مسیح کے تقریباً آٹھ سو سال بعد پایا جاتا ہے۔ اس گروہ میں امام طبری بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ حجاز میں یہودیوں کی آمد سب سے پہلے بخت نصر کے شام کو تاخت و تاراج کرنے اور بیت المقدس کو برباد کرنے کے بعد ہوئی اور ڈاکٹر جواد علی نے اپنی کتاب "تاریخ العرب قبل الاسلام" جلد ۶ ص ۱۱ پر لکھا ہے کہ خیبر کے یہودی اس "ارباب" کی نسل سے ہیں جس کا ذکر ۲-سلاطین باب ۱۰ آیت ۱۵/۲۸ میں پایا جاتا ہے۔ اور "جنذب" نے اپنے بیٹوں اور پیروکاروں کے ساتھ صحرائی زندگی کو اختیار کیا اور زہد و تقشف کی زندگی بسر کی اور ان لوگوں کی نسل نے، ہیکل کی پہلی تباہی کے بعد حجاز کی طرف ہجرت کی اور خیبر پہنچ کر یہیں اقامت اختیار کر لی اور کھجوروں اور فصلوں کی کاشت میں مشغول ہو گئے اور وہاں پر کئی قلعے بنائے جو انہیں عربوں کی غارت گری سے بچاتے تھے

بقیہ حاشیہ: زبان میں گفتگو کی، آپ نے انہی میں شادی کی اور مکہ میں انہی کے درمیان پرورش پائی جزیرہ عرب کے ساتھ، یہود کے اتصال کی وسیع تر تفصیل، ہماری چوتھی کتاب "غزوۂ بنی قریظہ" کی پہلی فصل میں ملاحظہ فرمایئے۔

[1] دیکھئے کتاب العبر قسم اول جلد ۲ جزء ۲ ص ۱۶۸ اور الاغانی جلد ۱۹، اور وفاء الوفاء جلد ۱ ص ۱۵۶۔

ان لوگوں کو حضرت عمر بن الخطاب کے زمانے میں وہاں سے نکال دیا گیا اور جلا وطن کر دیا گیا تھا اور بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ خیبر کے یہودی، بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں، بلکہ یہ ان عربوں کی اولاد ہیں جنہوں نے یہودیت کو قبول کر لیا تھا۔ اور ابن اسحاق نے بیان کیا ہے (جیسا کہ ابن ہشام نے اس سے روایت کی ہے) کہ خیبر کے مشہور شاہسوار مرحب کا خاندان حمیر قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، مرحب کو حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا، ایک رائے یہ بھی ہے کہ خیبر اور یثرب کے ساتھ بنی اسرائیل کا تعلق، حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ہوا تھا (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اور مسیح علیہ السلام سے پہلے)' اس رائے کو السمہودی نے اپنی کتاب " وفاء الوفاء" جلد ۱ ص۱۵۸ پر بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے مدینہ میں عمالیق سے جنگ کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی گردنوں پر ایک کیڑے کو مسلط کر دیا جس کے باعث وہ سب کے سب ہلاک ہوگئے، اور بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حجاز اور خیبر میں یہود کی آمد کا سبب یہ ہے کہ ان کے بعض علماء' تورات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بیان پاتے تھے کہ وہ ایک ایسے شہر کی طرف ہجرت کرے گا جس میں دوؔ سیاہ پتھروں کے درمیان کھجوریں ہوں گی وہ شام سے اس علامت کو دیکھتے ہوئے آئے جب انہوں نے تیماء کو دیکھا اور اس میں کھجوروں کو بھی پایا، تو ان میں سے ایک گروہ وہیں اتر پڑا، اور ایک گروہ نے خیال کیا کہ وہ خیبر کا علاقہ ہے اور وہاں پر فروکش ہوگئے اور ان کے اشراف اور اکثر لوگ، یثرب کی طرف چلے گئے اور وہاں اتر کر بس گئے، اس بات کو السمہودی نے اپنی کتاب وفاء الوفاء جلد ۱ ص۱۹۰ پر ابن النجار سے نقل کیا ہے، مگر اس نے (قدیم مؤرخین کی عادت کے مطابق) خیبر اور یثرب میں یہودیوں کی آمد کی تاریخ کو بیان نہیں کیا بلکہ صرف ان کی آمد کے سبب کو بیان کیا ہے، اسلامی مؤرخین کے بیان کے مطابق، جس بات میں کوئی نزاع نہیں وہ یہ ہے کہ حجاز میں یہودی دو زمانوں میں آئے ہیں پہلی دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اور میلاد مسیح سے تقریباً ۱۲۰۰ سال قبل، اور دوسری دفعہ میلاد مسیح کے بعد، اور فلسطین پر رومیوں کے غلبہ کے بعد' اور ہیکل کی تباہی جو ۷۰ء میلادی میں ہوئی

اور عبرانیوں کو ھیدریان نے جو ۱۲۲ء م میں عذاب دیا اس کے بعد، اسموئیل میں ہے کہ یہود نے یثرب اور حجاز کے بالائی علاقوں میں سکونت اختیار کی (خیبر، حجاز کے بالائی علاقوں میں سے ہے) یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یثرب، خیبر اور حجاز کے تمام بالائی علاقوں میں، عمالقہ کو تباہ و برباد کرنے کے لئے فوج کو بھیجا تھا[1]۔ ڈاکٹر جواد علی نے جو عربوں کی قبل از اسلام تاریخ کے بڑے ماہر ہیں انہوں نے اپنی کتاب "تاریخ العرب قبل الاسلام" میں قطعیت کے ساتھ مورخین کے اس بیان کو نادرست کہا ہے کہ خیبر اور حجاز کے تمام بالائی علاقوں میں "یہود" کا وجود، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کے آخر میں پایا جاتا تھا وہ کہتے ہیں۔

یہود، یثرب کے علاقہ میں کب آئے اور کس طرح انہوں نے خیبر اور دوسرے علاقوں میں بودو باش اختیار کی، اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اور جس بات کو مورخین نے بیان کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حجاز کی طرف ایک فوج بھیجی اور وہ فوج عمالقہ پر حملہ کرنے کے بعد، یثرب میں، موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ٹھہر گئی، پھر وہ یہود کی اولاد کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کی جس ہجرت اور اسرائیل کی طرف واپسی کا تذکرہ کرتے ہیں..... وہ اور دیگر اس قسم کی باتیں محض قصے کہانیاں ہیں جنہیں ہم مورخین کی کتب میں پڑھتے ہیں میرے نزدیک یہ کوئی مستبعد امر نہیں کہ اس قصہ کا ماخذ، اس علاقے کے یہود ہوں یا وہ لوگ ہوں جنہوں نے ان میں سے اسلام قبول کر لیا تھا تاکہ وہ یہ ثابت کر دیں کہ وہ ان علاقوں کے قدیم صاحب حسب نسب لوگ ہیں اور بڑے جنگجو نہیں اور ان کی تاریخ انبیاء کے زمانے اور ابتدائے اسرائیل تک ممتد ہے، اس لئے وہ عبرانیوں کے چنندہ لوگوں میں سے ہیں۔ اگرچہ ڈاکٹر جواد علی نے اس بات کی نفی کی ہے کہ یہودیوں نے خیبر، یثرب اور بقیہ شمالی علاقوں کو میلاد مسیح سے قبل اپنا وطن بنایا تھا (جیسا کہ اسلامی مورخین نے بیان کیا ہے) مگر اس نے اس بات کی صحت کو بڑے زور سے ثابت کیا ہے کہ انہوں نے میلاد مسیح کے بعد اور فلسطین پر رومیوں کے غلبہ کے بعد، ان علاقوں کو

---

[1] تاریخ العرب قبل الاسلام جلد ۶ صفحہ ۱۰۔

اپنا وطن بنایا ہے وہ اپنی کتاب تاریخ العرب قبل الاسلام میں کہتا ہے کہ

"مؤرخین کی روایات میں جو یہ آیا ہے کہ بلاد شام پر رومیوں کے غلبہ کے بعد، اور ان کے عبرانیوں پر حملہ کرنے، اور انہیں مبتلائے عذاب کرنیکے بعد، بعض یہودیوں نے مجبوراً بھاگ کر، یثرب اور بالائی حجاز کے پُرامن اور رومیوں کی تگ و تاز سے دُور علاقوں کی طرف ہجرت کی تھی، اس کی صحیح تاریخی اساس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے"

مجھے معلوم نہیں کہ ڈاکٹر جواد علی نے مسلمان مؤرخین کی اس بات کو کہ یہودی خیبر اور تمام شمالی علاقوں میں میلادِ مسیح سے قبل پائے جاتے تھے، کیوں نا درست خیال کیا ہے اور ان مؤرخین کی روایات کو جزم کے ساتھ صحیح کہا ہے جو کہتے ہیں کہ خیبر اور دوسرے علاقوں کی طرف، یہود کی ہجرت میلادِ مسیح کے بعد ہوئی ہے۔ ڈاکٹر جواد علی نے ہمارے سامنے اپنے مؤقف کی صحت کے متعلق کوئی قاطع دلیل پیش نہیں کی، صرف فرض ہی کیا ہے اور فرض، تاریخی لحاظ سے صحیح اساس نہیں بن سکتا، ڈاکٹر جواد علی کہتا ہے کہ ہم جس بات کو جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب رومیوں نے فلسطین کو فتح کیا تو بہت سے یہود نے باہر کے علاقوں کی طرف ہجرت کی، اور یہ کوئی بعید نہیں کہ حجاز کے یہودیوں کے اجداد انہی مہاجرین کی نسل سے ہوں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے قبل گذشتہ اقوام کی تاریخ کے متعلق جو روایات پائی جاتی ہیں ان کی صحت و بطلان پر جزم نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ محتمل نہیں ہو سکتا کہ وہ بیان ہوئی ہوں یا نہ ہوئی ہوں اور وہ ہمیشہ ہی (خواہ وہ میلاد سے پہلے کی روایات ہوں یا بعد کی) محلِ اختراج میں ہوتی ہیں، سوائے اس کے کہ قرآن کریم یا حدیث کی نص وصریح ان کی صحت کی تاکید کرے، اس لحاظ سے (جیسے ڈاکٹر جواد علی نے کہا ہے) یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ خیبر اور باقی علاقوں کے یہودی ان بھگوڑے مہاجرین کی نسل سے ہوں جو میلادِ مسیح کے ستر سال یا ۱۳۲ سال بعد رُومیوں کے مظالم سے بھاگے ہوں۔ اس طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ یہودی ان لوگوں کی نسل سے ہوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد، اور میلادِ مسیح سے قبل، حجاز کی طرف لوٹ آئے تھے، اور میلادِ مسیح سے قبل ہی

یثرب، خیبر اور باقی علاقوں میں بس گئے تھے، جیسا کہ طبری، ابن اسحاق، صاحب الاغانی اور تمام مسلم مؤرخین نے بیان کیا ہے، میلادِ مسیح اور ہیکل کی بربادی کے بعد، جن لوگوں نے، حجاز کیطرف بعض یہودیوں کی ہجرت کے متعلق روایات بیان کی ہیں وہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے ان یہودیوں کی ہجرت کے واقعہ کو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اور میلادِ مسیح سے قبل بیان کیا ہے میلادِ مسیح کے بعد ہیکل کی بربادی کے قصے کا مشہور ہونا، ڈاکٹر جواد علی کے مؤقف کے صحیح ہونے کی سند ہے یا جس بات کو اس نے مرجح قرار دیا ہے کہ خیبر کی طرف یہودیوں کی ہجرت میلادِ مسیح کے بعد ہوئی ہے اور مسلم مؤرخین کی اس بات کا ابطال کیا ہے کہ خیبر اور حجاز میں میلادِ مسیح سے قبل بھی، یہودیوں کا وجود پایا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ قرآن کریم، جو سب سے صحیح ترین ماخذ ہے اس نے سدِ مارب کے گرنے کے بعد، یمانیوں کے یثرب کی طرف جانے کا واقعہ بیان کیا ہے.....
یہ واقعہ عرب مؤرخین کے درمیان سب سے زیادہ مشہور ہے خصوصاً ان اصحاب کے درمیان جو ہیکل کی بربادی کا قصہ بیان کرتے ہیں وہ اسے بہت ترجیح دیتے ہیں کہ دخیل یہودی قوم، میلادِ مسیح، ہیکل کی بربادی اور فلسطین میں یہود کو، ھدریان کے عذاب دینے سے قبل، اس علاقہ میں موجود تھی۔

بات یہ ہے کہ سدِ مارب کے گرنے کے بعد، اوس اور خزرج کے اجداد کا یمن سے ہجرت کر کے علاقۂ حجاز کی طرف آئے اور یثرب میں یہود کے پہلو بہ پہلو سکونت اختیار کرنے اور ان سے جنگیں کر کے ان پر غالب آجانے کا واقعہ عام مؤرخین کے نزدیک، اخبارِ متواترہ میں سے ہے، پس یہ واقعہ باوجود دقیق حد بندی کی احتیاج کے سند صحیح کے ساتھ بیان ہوا ہے اور ہر حال میں ان لوگوں کی بات کو ترجیح دیتا ہے جو کہتے ہیں خیبر کے علاقہ میں یہودیوں کا وجود میلادِ مسیح سے قبل پایا جاتا تھا اور ان لوگوں کی بات کو زیادہ ترجیح نہیں دیتا جو کہتے ہیں کہ یہودیوں نے خیبر اور بقیہ علاقوں کی طرف ہیکل کی بربادی کے بعد ہجرت کی تھی، جبکہ ڈاکٹر جواد علی اس بات کو صحیح اساس پر مبنی قرار دیتا ہے، ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ بات بھی متواتر ہو کہ یمن میں سدِ مارب کا گرنا اور اوس اور خزرج کا حجاز کی طرف ہجرت کرنا اور یثرب میں یہود کے ساتھ جنگ کرنا،

ہیکل کی بربادی سے دسیوں سال قبل کا واقعہ ہو، جبکہ کم ازکم اندازے کے مطابق یہ میلادی سال کے اوائل کی بات ہوسکتی ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ یثرب اور خیبر میں' میلادِ مسیح سے پہلے یہود موجود تھے' اس لئے کہ دخیل یہودیوں کی اتنی مضبوط حکومت اس علاقہ میں اس وقت ہوسکتی ہے جب انہیں یہاں رہتے ہوئے میلادِ مسیح سے قبل' دسیوں سال گذر گئے ہوں ، نیز مورخین کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف موجود نہیں کہ اوس اور خزرج نے پہلی میلادی صدی کے اوائل میں یمن سے حجاز کی طرف ہجرت کی اور انہوں نے وہاں پر یہودیوں کو موجود پایا اور وہ حکومت کے متعلق ان سے دسیوں سال تنازعہ کرتے رہے، یہاں تک کہ یثرب میں ان پر غالب آگئے.....

اور یہ بات بلاشبہ مسلم مورخین کی بات کو مرجح قرار دیتی ہے کہ یہودیوں نے، خیبر اور یثرب کو، یا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اور یا حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں اپنا وطن بنایا تھا جیسا کہ طبری وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

یہ محض فرضی ترجیح ہے کہ یثرب کی طرف اوس اور خزرج کی ہجرت کا واقعہ اور یہود کی ہجرت کا واقعہ' دو زمانوں میں ہوا ہے ان دونوں میں سے کسی ایک کی دقیق حدبندی ممکن ہی نہیں کیونکہ یہ دونوں واقعات (جیسا کہ ہم نے کہا ہے) ان اخبار میں سے ہیں جو صدق و کذب کا احتمال رکھتی ہیں اور ان دونوں کی تحدید' فرض کے طور پر ہی ہوسکتی ہے' اس لئے کہ قبل از اسلام کی اخبار کے متعلق جزم کے ساتھ نفی و اثبات کرنا ممکن ہی نہیں' اِلّا یہ کہ اس کے نفی و اثبات کے متعلق کوئی صریح اسلامی نص وارد ہو۔

جزیرہ عرب میں یہودی ایک دخیل قوم ہے

بہرحال — خواہ یہود نے خیبر اور باقی علاقوں کو' میلادِ مسیح سے قبل یا بعد اپنا وطن بنایا ہو — تمام مورخین (اسلامی غیر اسلامی) اس بات پر متفق ہیں کہ خیبر اور یثرب اور باقی علاقوں کے یہودی، غیر ملکی، دخیل اور نوآباد کار ہیں۔ اور ان علاقوں کے باشندوں کے ساتھ وہ زبان، دین اور خون کا کوئی رشتہ نہیں رکھتے۔ وہ صرف جنگ باز یا پناہ گزین ہیں جو یثرب، خیبر اور باقی علاقوں پر اس وقت قبضہ کر گئے جب بیت پر

عربوں کو جاہلیت کی کم ظرف قبائلی روح نے ٹکڑے ٹکڑے کر رکھا تھا، نیز اس نے ان دخیل یہودیوں کو، جزیرہ عرب کے ان علاقوں میں قوت و سطوت بخش دی جنہوں نے عرب معاشرہ میں فساد در فساد پیدا کر دیا، یہودی قوم کی فطرت ہی ایسی ہے کہ اُسے جس علاقے میں نفوذ حاصل ہوتا ہے وہ اس میں فساد پھیلاتی ہے اور دشمنی کے بیج بوتی ہے، اور وہاں کے رہنے والوں کے درمیان تفرقہ اور لڑائی کی آگ بھڑکا دیتی ہے۔ دخیل یہودیوں نے جب سے خیبر اور باقی علاقوں کو، اپنا وطن بنایا تھا اس وقت سے وہ یہی کام کر رہے تھے یہاں تک کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی جنگی کارروائیوں سے خیبر اور یہود کے دیگر مقبوضہ علاقوں سے ان کی جڑوں کو آخری حد تک اکھاڑ پھینکا۔

یہودِ خیبر کی شجاعت اور قوتِ وحدت

یہ بات مؤرخ کے دل سے کبھی اوجھل نہیں ہونی چاہیئے کہ خیبر کے یہودی (زمانوں سے) تمام یہودیوں پر شجاعت اور جنگ میں استقلال دکھانے کے لحاظ سے بڑھ کر تھے...... ان کے اندر حد درجہ اتحاد و یگانگت پائی جاتی تھی...... اس کے برعکس دوسرے یہودی اختلافات کا شکار تھے بلکہ کبھی کبھی ان کے درمیان لڑائی بھی ہو جاتی تھی،...... مگر خیبر کے یہودیوں اور ان کے بُت پرست عرب پڑوسیوں کے درمیان کبھی کوئی مسلح جنگ نہیں ہوئی، جس کی وجہ سے وہ عرب علاقہ میں سب سے طاقتور یہودی بن گئے، مگر یثرب کے یہودی مقامی قبائلی لڑائیوں سے محفوظ نہیں رہے جس نے ان کی وحدت اور ہستی کو پارہ پارہ کر دیا تھا، اسی طرح بنو قینقاع کے درمیان بھی شدید عداوت اور لڑائی رہتی تھی، جس کا اثر ظہور اسلام کے بعد تک ان کے درمیان باقی رہا اور دونوں فریق اس کے لئے جھگڑتے رہے، یثرب کے یہودیوں کو بھی جب سے وہ یثرب میں آئے تھے، ان اختلافات اور خونریز معرکوں کا سامنا کرنا پڑا...... مگر خیبر کے یہودیوں کے متعلق (میرے علم کے مطابق) کسی ایک مؤرخ نے بھی بیان نہیں کیا (جب سے وہ خیبر میں آئے ہیں) کہ انہیں یثرب کے یہودیوں کی طرح شدید اختلافات اور خونریز معرکوں کا سامنا کرنا پڑا ہو جس بات نے خیبر کے یہودیوں کو اس علاقہ میں متحد کر دیا تھا وہ یہ تھی کہ ان کی عسکری طاقت، اور سیاسی وحدت کو مقامی جنگوں اور قبائلی اختلافات نے پراگندہ نہیں کیا تھا جیسا کہ یہودِ یثرب کا حاصل تھا، اسی طرح یثرب

سکے یہودیوں کو، اسلام سے قبل، اپنے عرب پڑوسیوں سے شدید جنگیں کرنا پڑیں قریب تھا کہ یثرب میں ان کے وجود کا خاتمہ ہو جاتا جیسا کہ پہلی میلادی صدی کے اوائل میں مارب کے علاقہ میں، مہاجر یمانیوں کے ہاتھوں ہوا ــــ اوس اور خزرج جب سے یثرب میں آباد ہوئے تھے ان غالب یہود سے برسر پیکار تھے کیوں کہ انہوں نے مدینہ میں اپنے لئے سرسبز اور زرعی علاقوں کو خاص کر لیا تھا اور یمانیوں کا ان یہودیوں کے متعلق یہ نظریہ تھا کہ یہ عرب علاقوں میں باہر سے آئے ہیں، اس بات نے یمانیوں کے دلوں میں ناراضگی کی آگ بھڑکانے میں مدد دی، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے یمانی غسانی بھائیوں کی مدد سے جو ان کی مدد کے لئے شام سے آئے تھے، ان کا کانٹا نکال دیا پھر انہوں نے مالک بن عجلان کی قیادت میں ان کو انتہائی طور پر دبا دیا اور اس نے یہود کے مطلق العنان بادشاہ کے لئے (اسلام سے پہلے) یثرب پر ایک حد مقرر کر دی، مورخین نے بیان کیا ہے کہ اوس اور خزرج نے اپنے سردار مالک بن عجلان کی قیادت میں (اسلام سے کئی صدیاں پیشتر) یہود پر جو سخت جنگ مسلط کی، اگر ان یہود کے لیڈر اس آندھی کے سامنے جھک کر شکست کو تسلیم نہ کرتے تو قریب تھا کہ وہ دخیل یہودی قوم کی جڑ کاٹ دیتی، پھر انہوں نے تباہی سے بچنے کے لئے مختلف فاتح یمنی قبائل (اوس اور خزرج) کے جھنڈے تلے پناہ لے لی اور ان میں گھل مل گئے اس طرح انہوں نے اپنی جانوں اور مملوکات کو بچا لیا، لیکن اس کے ساتھ انہوں نے اپنے سیاسی اور عسکری اقتدار کا خاتمہ بھی تسلیم کر لیا جو یثرب پر چھایا ہوا تھا، یثرب کے یہودیوں کی وحدت و حکومت اس طرح کے سخت دھکوں سے پارہ پارہ ہو گئی خواہ وہ دھکے یمنی مہاجرین کے تباہ کن حملوں کے باعث لگے یا ان قبائلی مسلح جنگوں کے باعث لگے جو ظہور اسلام سے کئی صدیاں پیشتر پیدا ہو چکے تھے مگر خیبر کے یہودی اس قسم کے خطرناک دھکوں سے بچے رہے جو یثرب کے یہودیوں کی حکومت کو لے ڈوبے تھے، اس بات نے خیبر کے یہودیوں کی وحدت و یگانگت کو قائم رکھا بلاشبہ جزیرہ عرب میں پھیلے ہوئے تمام دخیل یہودیوں پر ان کے تفوق اور قوت و شجاعت کے اسباب میں سے یہ سب سے بڑا سبب تھا، مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بلا استثناء جزیرہ عرب میں خیبر کے یہودی، تمام یہودی عناصر سے طاقتور اور شجاع تھے، اور اس قول کی صحت پر شاید سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ یثرب کے یہودیوں نے

(باوجود خیبر کے یہودیوں سے کثیر تعداد اور زیادہ مالدار ہونے کے) مسلمانوں کے مقابلہ میں، ہر فیصلہ کن معرکہ میں بزدلی کا اظہار کیا اور اطاعت اختیار کرنے کو ترجیح دی، پھر جب وہ مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کرنے میں، مسلح نزاع تک پہنچے تو انہوں نے فیصلہ کن معرکہ میں حصہ لینے سے انکار کر دیا جیسا کہ بنی قینقاع، پھر بنی نضیر اور آخر کار بنی قریظہ کے معاملہ میں ہوا[1]۔

ہم اس قول کی تائید کے لئے ہرگز دور نہیں جائیں گے تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ عرب علاقوں میں دخیل یہودی عناصر سے مسلح نزاع میں جو وقت خیبر کے یہودیوں کے مقابلہ میں اٹھانی پڑی کسی اور سے نہیں اٹھانی پڑی، مسلمانوں نے یہودیوں کے ساتھ زبردست معرکوں میں گتھ کر جنگ کی جس میں انہوں نے یہود کو ایک ایک قلعے سے نکالا مگر جب تک ان معرکوں میں ان کے تمام قائد اور لیڈر مارے نہیں گئے انہوں نے اطاعت اختیار نہیں کی، خیبر کے یہودیوں کی اس شجاعت کی وجہ سے

---

[1] اسلام سے قبل یثرب میں، یہود کی حکومت کا کانٹا نکالنے اور انہیں ان یمانیوں کا ماتحت بنانے میں، جن کا اللہ تعالیٰ نے بعد میں انصار نام رکھا، مالک بن عجلان یمانی کو بڑا مقام حاصل ہے اس سے پہلے دخیل یہودیوں کو، یثرب کے علاقہ میں بڑی قوت وسطوت حاصل تھی خاص طور پر ان کے سرکش بادشاہ الفطیون کو السمہودی نے اپنی کتاب وفاء الوفاء جلد ۱ صفحہ ۱۸۱ پر بیان کیا ہے کہ الفطیون نے یثرب کے یہودیوں اور دوسرے لوگوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ جب تک وہ کسی دلہن پر داخل ہو کر اس کی مہر بکارت کو نہ توڑ دے اُسے اس کے خاوند کے پاس نہ بھیجا جائے وہ یہ گھناؤنا کام ایک لمبے عرصے تک کرتا رہا جب سد مارب کے انہدام کے بعد اوس اور خزرج یثرب میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہود کا سرکش بادشاہ الفطیون ان کے ساتھ بھی یہ ذلیل کام کرنا چاہتا ہے، اس اثناء میں مالک بن عجلان یمانی کی بہن نے یثرب میں بنی سلیم کے آدمی سے شادی کی تو الفطیون نے ایلچی بھیجا کہ دلہن کو خاوند کے پاس جانے سے قبل اس کے ہاں بھیجا جائے۔ اس کا بھائی مالک اس وقت گھر میں موجود نہ تھا، وہ ذلت سے بچنے کے لئے بھاگتی ہوئی اس کی تلاش میں نکلی اور ان لوگوں کے پاس سے گزری جن میں اس کا بھائی مالک بھی موجود تھا، اس نے اُسے پکارا تو مالک نے کہا اے بہن تو نے تو زمانے بھر کی ذلت میرے شامل حال کر دی ہے تو مجھے بلاتے ہوئے شرماتی نہیں؟ اس کی بہن نے جواب دیا جس کام کا مجھ سے ارادہ کیا گیا ہے وہ اس سے بھی بڑا ہے۔ پھر اس نے اسے بتایا کہ الفطیون نے اسے اپنے خاوند کے پاس جانے سے قبل طلب کیا ہے، مالک کی غیرت بھڑک اٹھی اور اس نے اپنی بہن سے کہا، میں اس بارے میں تمہارے لئے کافی ہوں گا، بہن نے پوچھا، کیسے، اس نے کہا کہ میں عورتوں کا لباس پہن کر (باقی اگلے صفحہ

مؤرخین نے (جن میں بعض یورپی مؤرخین بھی شامل ہیں) انہیں عربی اصل سے قرار دیا ہے جنہوں
توں سے یہودیت اختیار کر لی تھی، امام المغازی ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ آلِ مرحب کا
ی خاندان، یمن کے حمیر قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔

یہودِ خیبر کی جانبداری

جزیرۂ عرب میں خیبر کے ساتھ اسلام سے پہلے یہود کے تعلق کی یہ مختصر تاریخ ہے...... ایک اور چیز
ل سے اوجھل نہیں ہونی چاہیئے اور وہ یہ کہ خیبر کے یہودی باوجود سخت جنگجو اور کثیر تعداد
نے کے...... اور باوجود یثرب کے یہودیوں کے ہم مذہب اور ہم عقیدہ ہونے کے، اسلام سے
یکڑوں سال سے ان مسلح نزاعات سے غیر جانبدار رہے جو یمانی عربوں (اوس اور خزرج)
سے آئے تھے اور یثرب کے یہودیوں کے درمیان دسیوں سال سے ہو رہے تھے جیسا کہ ہم پہلے
چکے ہیں اور ہماری کتاب غزوۂ بنی قریظہ میں اس کا مفصل بیان موجود ہے، میرے علم کے مطابق ہر
مؤرخ نے یہ بات بیان نہیں کی کہ خیبر کے یہودی، اسلام سے قبل اپنے یثربی یہودی بھائیوں

بقیہ حاشیہ: ...ر تیرے ساتھ الفطیون کے پاس جاؤں گا اور اُسے قتل کر دوں گا، جب شام ہوئی
تلوار چھپا کر، عورتوں کے ساتھ بھیس بدل کر الفطیون کے پاس چلا گیا اور اس کے قریب ہو کر اس پر حملہ
اُسے قتل کر دیا پھر اپنی بہن کو لے کر اپنی قوم کی طرف واپس آ گیا اور اہل یثرب سے اس ذلت کو دور کر دیا
اپنے بادشاہ کے قتل کی وجہ سے بڑا غصہ آیا اور انہوں نے عربوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، مگر مالک بن عجلان
کے ایک وفد کے ساتھ اپنی قوم کے لوگوں (غساسنہ) کے پاس شام میں گیا اور غساسنہ کے بادشاہ ابو
ملا اور اس سے دخیل یہودیوں کی سرکشی اور یثرب کے عربوں پر ان کے غلبہ کی شکایت کی، اور یہ بھی کہا کہ
شہ ہے کہ یہود انہیں ان کے گھروں سے نکال باہر کریں گے (خصوصاً ان کے بادشاہ الفطیون کے قتل
کے بعد) پھر اس نے بادشاہ غسان سے مدد طلب کی اور اس نے اس کی بات کو قبول کیا اور بنفس نفیس ایک
کی سالاری کرتا ہوا یثرب کی طرف گیا جب ابو جبیلہ یثرب پہنچا تو اس نے یہود پر حملہ کر کے انہیں خوب
اس حملہ میں یہود کے اکثر قائد اور لیڈر مارے گئے، اس کے بعد اوس اور خزرج بلند ہو گئے اس واقعہ کے
د کو یثرب میں کوئی ایسا اقتدار حاصل نہیں ہوا جس سے عرب عسکری لحاظ سے خوفزدہ ہوں یہاں تک کہ
آ گیا اور اس کا عادلانہ اقتدار عہد نبوی ہی میں جزیرہ نمائے عرب میں پھیل گیا اور اس نے دخیل یہودیوں کا
جو کسی میدان میں رہ گیا تھا اُسے بھی ختم کر دیا۔ اس تعلق میں ہماری کتاب غزوۂ بنی قریظہ کی فصل اول کا
مطالعہ کیجیے جو یثرب میں تاریخ یہود کے متعلق خاص ہے۔

کی مدد کے لئے گئے ہوں، حالانکہ ان کے درمیان ایک سو میل سے زیادہ فاصلہ نہیں...... جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ غساسنہ اپنے یثربی بھائیوں سے ہزاروں میل دور تھے کیوں کہ اس وقت وہ شام میں آباد تھے۔

ظہورِ اسلام کے وقت خیبر کا مؤقف

بلاشبہ خیبر کے یہودی اپنے یثربی یہودی بھائیوں کی طرح تھے، ظہورِ اسلام کے وقت انہوں نے اُسے خوش آمدید نہیں کہا بلکہ معارضہ کا مؤقف اختیار کیا اس بارے میں کوئی نزاع نہیں پایا جاتا اور بعد کے واقعات سے بھی اسی بات کو ثابت کیا ہے، ہاں خیبر کے یہ یہودی ہجرت کے چوتھے سال تک اس جنگ سے غیر جانبدار رہے جو مسلمانوں اور یثرب کے ان یہودیوں کے درمیان جاری تھی، جنہوں نے اپنے تمام وسائل کے ساتھ دعوت اسلامی اور نبیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کی کوشش کی تھی، میرے علم کے مطابق کسی مؤرخ نے یہ بات بیان نہیں کی، کہ ظہورِ اسلام سے لے کر ہجرت کے چوتھے سال تک خیبر کے یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف کوئی دشمنانہ کارروائی کی ہو اور یہی وہ سال ہے جس میں بنی نضیر کے یہودیوں نے مدینہ سے جلا وطن ہونے کے بعد خیبر کو، اپنا وطن بنایا یہ جلا وطنی اس معاہدہ صلح کے مطابق ہوئی جو ان کے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان، یثرب میں ان کے قلعے کے محاصرہ کے بعد طے پایا تھا کیوں کہ ان کی اس سازش کا انکشاف ہو گیا تھا جو انہوں نے اپنے گھروں میں امن و سکون سے رہتے ہوئے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے تیار کی تھی یہ بات بھی کسی مؤرخ نے بیان نہیں کی کہ جب مسلمانوں اور یثربی یہودیوں کے درمیان اختلاف مسلح نزاع تک پہنچ گیا تھا تو خیبر کے یہودیوں نے اپنے یثربی بھائیوں کو کوئی مادی امداد دی ہو...... بلکہ خیبر کے یہودی اس مسلح نزاع سے غیر جانبدار رہے یہاں تک کہ بنی نضیر کا شیطان حیی بن اخطب اپنی قوم کے ساتھ جلا وطن ہو کر ہجرت کے چوتھے سال مدینہ سے خیبر پہنچا۔

خیبر کے مؤقف میں زبردست انقلاب

اس سال خیبر کے یہودیوں کے جانبدارانہ مؤقف میں بڑا انقلاب آگیا جیسے وہ اسلام سے قبل کے زمانے سے مشرکین عرب اور یثرب

کے یہودیوں کے مسلح نزاعات میں اختیار کئے ہوئے تھے اس کے بعد انہوں نے اس غیر جانبداری کے مؤقف کو، ظہورِ اسلام کے بعد، یہودیوں اور مسلمانوں کے نزاعات میں بھی اختیار کئے رکھا۔

مسلمانوں پر تسلّط حاصل کرنیکا اڈہ

ابھی بنو نضیر اپنے شیطان حیئ بن اخطب کی قیادت میں خیبر میں اُتر کر ٹھکے بھی نہ تھے کہ خیبر، ایک جانبدار علاقہ سے بدل کر سازشوں کا خطرناک اڈہ بن گیا، جس میں مدینہ سے جلا وطن ہونے والے بنو نضیر کے یہودی سرداروں کے تحت اسلام اور مسلمانوں پر تسلّط حاصل کرنے کے منصوبے بنائے جاتے،

بنی نضیر کی تاریخ پر سرسری نظر

اگرچہ ہم نے اپنی تین کتابوں غزوۂ احد، غزوۂ احزاب اور غزوۂ بنی قریظہ میں بنی نضیر کے یہودیوں کی تاریخ کے متعلق بہت کچھ بیان کر دیا ہے مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم قارئین کو ان یہودیوں کی تاریخ کے متعلق کچھ بتا دیں جن کے خیبر جانے سے یہ انقلاب آیا جو جزیرۂ عرب میں دخیل یہودیوں کی باقیماندہ ہستی کو تباہ کرنے کا سبب بن گیا۔

قبیلہ بنو نضیر، ان تین بڑے یہودی قبائل میں سے ایک تھا جنھوں نے کئی صدیوں سے عربی یثرب کو اپنا وطن بنالیا تھا وہ تین قبائل یہ تھے ۱۔ بنو نضیر ۲۔ بنو قینقاع۔ ۳۔ بنو قریظہ

بنو نضیر کو، یثرب میں یہودی قبائل میں سے سب سے زیادہ طاقتور اور زیادہ اثر و رسوخ والا سمجھا جاتا تھا، نیز نسباً سے علی الاطلاق تمام یثربی یہودیوں سے سرمایہ دار خیال کیا جاتا تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ بنو نضیر حسب و نسب کے لحاظ سے تمام یہودیوں سے اپنے آپ کو اعلیٰ سمجھتے تھے اور تمام قبائل یہود پر شرف و سیادت کو اپنا حق سمجھتے تھے اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے خیال کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہیں اور ان کے بھائیوں بنو قریظہ کو " کاہن" کہا جاتا تھا، اس لئے کہ وہ انتساب حضرت ہارون علیہ السلام سے بیان کرتے تھے، جن کو یہود " کاہن" کا نام دیتے ہیں۔

دشمنانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جب ہم مسلمانوں اور یثربی یہودیوں کے نزاع اور جنگ کی تاریخ کے مراحل کو (ظہورِ اسلام

کے وقت سے) دیکھتے ہیں تو ہم بنی نضیر کے یہودیوں کو، مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن، حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بہت دلیری دکھانے والے اور مسلمانوں کے خلاف اکسانے والے، اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق سختی کرنے والے پاتے ہیں، خصوصاً ان کے سرداروں حیئ بن اخطب، اس کے بھائی یاسر اور سلام بن مشکم کو، ان باتوں میں بہت بڑھا ہوا پاتے ہیں، اس بات کی دلیل کے لئے یہ قصہ ہی کافی ہے جسے امام المغازی محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے یہ قصہ اس بغض اور کینے کو، جو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف بنو نضیر کے سرداروں کے دلوں میں جوش مار رہا تھا، بیان کرتا ہے نیز یہ بھی بتاتا ہے کہ ان یہودیوں نے باوجود اس بات کے کہ انہیں یقین ہو چکا تھا کہ یہی موعود نبی ہے جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی اور وہ اُسے اپنے ہاں تورات میں لکھا ہوا پاتے تھے، اپنے آپ کو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کیخلاف کام کرنے کا پابند کیا ہوا تھا، ابن اسحاق نے بیان کیا ہے بنو نضیر کے دو سرداروں حیئ بن اخطب اور اس کے بھائی یاسر کو جب یہ معلوم ہوا کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچ چکے ہیں تو یہ دونوں چل کر اسی رات رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قُبا میں ملے اس ملاقات میں آپ کی صفات کو دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا کہ یہ وہی نبی ہے جس کی آمد کا ذکر ان کی تورات میں مرقوم ہے'......

مگر بجائے اس کے کہ یہ حق کو پہچان لینے کے بعد اس کی پیروی کریں اور اس نبی پر ایمان لائیں' ان کے دلوں میں، بغض و حسد اور کینے کی آگ شعلہ زن ہو گئی یہ بغض و حسد اور حق کا انکار اس خفیہ مناقشہ میں نمایاں ہوا، جو حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے واپسی کے بعد ہوا، یاسر بن اخطب نے اپنے بھائی حیئ سے دریافت کیا، کیا یہ وہی نبی ہے، حیئ نے جواب دیا خدا کی قسم یہ وہی نبی ہے یاسر نے کہا کیا تو اُسے جانتا اور پہچانتا ہے، حیئ نے جواب دیا، ہاں، یاسر نے کہا تو اپنے دل میں اس کے متعلق کیا پاتا ہے، حیئ نے جواب دیا، جب تک زندہ ہوں اس سے عداوت کرتا رہوں گا اس گفتگو کو ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیئ بن اخطب نے بھی سُن لیا اُس وقت تک آپ ابھی چھوٹی بچی تھیں اور اپنے باپ اور چچا کی مجلس میں کھیل رہی تھیں، بنو نضیر کے خبیث سردار نے اپنی قسم کو نہ توڑا، اور وہ اور تمام بنو نضیر رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے شدید عداوت رکھنے لگے اور انہوں نے سلام اور اس کے نبی پر تسلط حاصل کرنے اور آپؐ کی تبلیغ کو روکنے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا، بنو نضیر کے یہودی (اور ان کا سرکردہ شیطان حیئ بن اخطب) دعوت

اسلامی کے شعلہ کو بجھانے کے ارادے سے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رکاوٹیں اور مشکلات پیدا کرنے لگے، وہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رواداری اور کامل آزادی سے فائدہ اٹھانے لگے جو اسلام نے انہیں ان کے خاص کاموں میں دی تھی اور معاہدہ تحالف کے پس پردہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یثرب آتے ہی ان سے اور دیگر یہودی قبائل سے کیا تھا، اس سے بھی فائدہ اٹھانے لگے،

رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر تسلط حاصل کرنا

بنو نضیر نے، یثرب میں دعوتِ اسلامی کی تحریک کو شل کرنے اور اس کے نور کو بجھانے کے لئے مختلف قبائل کے درمیان اور اسلامی معاشرہ میں شامل قبائل کے اندر، فتنہ پیدا کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا، بلکہ یہود نے عقیدۂ اسلام کی تخریب اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے جو خطرناک باطنی گروہ پیدا کیا، یعنی منافقین کا گروہ، جو بظاہر اسلام سے انتساب کی وجہ سے اسلامی معاشرہ کے حلقہ میں اسلام کے خلاف کام کرتا تھا، اس کامیابی کو انہوں نے اپنے لئے کافی خیال نہ کیا..... یہ لوگ تخریب کار تھے جو خفیہ طور پر یہود کے لئے اور خصوصاً بنو نضیر کے لئے کام کرتے تھے، بنو نضیر نے ان گھناؤنے افعال پر جو وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کر رہے تھے، بس نہ کیا قریب تھا کہ چار سال کے دوران میں جو انہوں نے اسلامی سوسائٹی کے اندر سازشیں کیں اور منصوبے بنائے ان سے وہ جدید اسلامی معاشرہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتے وہ اس میں اس حد تک کامیاب ہو گئے تھے کہ اوس اور خزرج قبول اسلام کے بعد بھی ایک دوسرے کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھا لیتے تھے، بنو نضیر کے یہودیوں نے اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ ان کی جرأت، اور گمراہی یہاں تک پہنچ گئی تھی اور عفوِ نبوی سے جو فائدہ اٹھانا اس حد تک بڑھ گیا تھا کہ وہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے ان سے نجات حاصل کرنے کے متعلق سوچنے لگے اس کے لئے انہوں نے آپ کے قتل کا ایک گھناؤنا منصوبہ بنایا اور وہ اس جہنمی منصوبہ کی تنفید کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیانت سے قتل کرنے کی کوشش کرنے لگے جبکہ آپ ان کے علاقہ میں بے ہتھیار اور مدینہ سے کئی میل دور امن سے رہ رہے تھے، مگر رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کی اس سازش کو، اس کی تنفید سے تھوڑا عرصہ قبل، ان کے علاقہ میں ظاہر کر دیا اور آپ نے نہایت عجلت کے

ساتھ خفیہ طور پر ان کے علاقہ کو چھوڑ دیا اس طرح آپ ان کی ذلیل سازشوں سے نجات پا گئے اور اس خبیث منصوبے کو بیکار کر دیا جس کی تنقید بنو نضیر کے یہود نہایت جلد کرنیوالے تھے،

بنو نضیر کی خیبر کی طرف جلاوطنی

بنو نضیر کے یہودیوں اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان (سازش کی تاریخ تک) عہدِ تحالف اور معاہدہ عدمِ جارحیت اور باہم صلح و آشتی کے ساتھ رہنے کا معاہدہ موجود تھا، جس کی مسلمانوں نے پوری طرح پابندی کی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کے ساتھ اپنے معاملات میں اس معاہدہ پر نصاً اور روحاً عمل درآمد کیا اس کے علاوہ اس سازش کے ظاہر کر دینے کے بعد، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ یقین ہو گیا کہ ان یہودیوں پر بھروسہ کرنا اور ان کے ساتھ مل کر رہنا یا ان کے عہود و مواثیق پر اعتماد کرنا ایک محال بات ہے کیونکہ عملی تجربات سے یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ یہ یہودی، دوسرے لوگوں کے ساتھ جو، معاہدہ کرتے ہیں اس کی پابندی اسی وقت کرتے ہیں جب وہ اُن کے مفاد میں ہو اور جب انہیں معلوم ہو کہ انہیں اس معاہدہ سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا تو وہ اس کے توڑ دینے سے نہیں ڈرتے، جیسا کہ جب انہیں معلوم ہوا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کرنے کے لئے فضا سازگار ہے تو انہوں نے معاہدہ کی موجودگی کے باوجود یہ اقدام کر لیا حالانکہ آپ اس معاہدہ پر اعتماد کر کے یہود کے علاقے میں بے ہتھیار ہو کر امن و امان سے زندگی بسر کر رہے تھے، اس لئے کہ عربوں کی فطرت میں (حتیٰ کہ جاہلیت کے زمانے میں بھی) عہد کو پورا کرنا پایا جاتا ہے اور عہد کو توڑنا ایک دائمی ذلت خیال کیا جاتا ہے جس کے گند میں ملوث ہونے کو عرب ناپسند کرتے ہیں....

لیکن یہ لوگ تو یہودی تھے، جب یہ دیکھتے ہیں کہ انہیں معاہدہ کی ضرورت نہیں رہی تو وہ اُسے اپنے قدموں تلے روند دیتے ہیں، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فریقین کے درمیان معاہدہ کی موجودگی میں بنو نضیر کے اس اقدام کو عملاً معاہدہ تحالف اور معاہدہ عدمِ جارحیت کو توڑنے والا خیال کیا آپ نے خاص طور پر اسی وقت ان یہودیوں کو انتباہ کیا کہ وہ صرف دس دن کے اندر اندر مدینہ کو چھوڑ دیں اور اگر وہ مدینہ سے نہ نکلے تو آپ ان کے ساتھ حربی دشمنوں کی طرح جنگ کریں گے کیونکہ آپ کے قتل کی کوشش کے بعد اب ان کا کوئی عہد اور ذمہ داری باقی نہیں رہی، بنو نضیر پر جو الزام لگایا گیا تھا انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا کیونکہ وہ جلاوطنی قبول کرنے سے زیادہ

قوی تھا اور نہ ہی انہوں نے اپنی عہد شکنی اور خیانت پر کوئی عذر پیش کیا بلکہ شروع شروع میں انہوں نے انتباہ کو قبول کر لیا، اور مدینہ کو چھوڑنے کا عزم کر لیا، مگر منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول نے انہیں انتباہِ نبوی سے لاپرواہی کرنے اور مدینہ میں قلعہ بند ہو جانے کی ترغیب دی اور ان سے وعدہ کیا کہ وہ اور منافق جماعت اور اس کے پشت پناہ پڑوسی عرب حلیف مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں ان کا ساتھ دیں گے، منافقین کے سردار کی ترغیب پر بنی نضیر کے یہودیوں نے اپنے فیصلے سے عدول کر لیا اور انتباہِ نبوی سے لاپرواہی کرتے ہوئے مدینہ میں رہنے کا فیصلہ کر لیا پھر وہ جنگ کے لئے تیاری کرنے کے لئے قلعہ بند ہو گئے، اس لاپرواہی اور انکار کے سامنے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کے سوا، کوئی چارہ کار نظر نہ آیا، آپ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے اور شر ب کو ان کی شرارتوں سے بچانے کے لئے ایک لشکر تیار کیا پس مسلمانوں نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ان یہودیوں کا محاصرہ کر لیا مسلمانوں نے ان یہودیوں کا محاصرہ سخت کر دیا مگر ان کے قلعوں میں داخل ہونے کی کوشش نہ کی، کیوں کہ ان کا مقصد ان کو مدینہ سے جلا وطن کرنا تھا، نہ کہ قتل کرنا تھا۔ بنو نضیر اس محاصرہ کے سامنے لمبا عرصہ نہ ٹھہر سکے، یہ محاصرہ چودہ راتوں تک رہا، .... خاص طور پر جب عبداللہ بن ابی اور اس کے منافق گروہ نے انہیں حسبِ وعدہ کوئی جنگی مدد نہ دی تو ان کی مقاومت جواب دے گئی، اس پر انہوں نے مدینہ سے جلا وطنی کی اساس پر رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مذاکرات کرنے کا فیصلہ کیا اور محاصرہ سے قبل، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا مقصد بھی یہی تھا، آپؐ نے بنی نضیر کے ساتھ مذاکرات کرنا منظور کر لیا، اور فریقین کے درمیان یہ معاہدہ طے پایا کہ یہ یہودی مدینہ سے جلا وطن ہو کر، جس علاقہ میں جانا چاہتے ہیں چلے جائیں یہ معاہدہ تین شرائط پر مشتمل تھا جو یہ تھیں، اوّل :۔ بنو نضیر اپنے ساتھ جس قدر اموال لے جا سکتے ہیں لے جائیں، دوم :۔ اور جو منقولہ یا غیر منقولہ اموال مدینہ سے اٹھا کر نہیں لے جا سکتے وہ مسلمانوں کے بیت المال کے لئے چھوڑ جائیں، سوم :۔ جب تک یہ یہودی مسلمان حکومت کے علاقہ میں ہوں گے، مسلمان ان کی جانوں اور مالوں کی حفاظت کے متکفل ہوں گے۔........

اس طرح رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں سختی نہیں کی اس لئے کہ آپؐ اس فطرتِ رسالت کے مطابق چل رہے تھے جو آپؐ کو عفو و درگذر کی طرف مائل کرتی

تھی اور سختی اور خونریزی کی طرف مائل نہیں کرتی تھی، ہاں جب ایسی صورت حال پیش آجائے کہ اس سے مفر کی کوئی صورت نہ ہو جیسا کہ آپ نے بنی قریظہ کے یہودی غداروں کے مقابلہ میں دانشمندانہ اقدام کیا۔

بنو نضیر، خیبر میں

بنی نضیر کے یہودیوں اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو معاہدہ ہوا وہ ان یہودیوں کو کلی طور پر جزیرہ عرب سے جلاوطن کرنا ضروری قرار نہیں دیتا...... بلکہ انہیں یثرب کے سوا، جس جگہ چاہیں رہنے کی آزادی دیتا ہے، ان یہودیوں نے خیبر میں رہنا پسند کیا جو مدینہ سے ستر میل سے زیادہ دور نہیں، اس لئے کہ جنگی لحاظ سے، جزیرہ عرب میں یہ فصیل یہودیوں کا مضبوط ترین قلعہ ہے......... جہاں غیر ملکی یہودیوں کے دس ہزار مسلح جانباز موجود تھے۔

اسلام پر تسلط حاصل کرنے کا سب سے خطرناک اڈہ

بنو نضیر کے یہودیوں کے سردار، حیی بن اخطب، کنانہ بن ربیع اور سلام بن مشکم، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید دشمنی رکھتے تھے اور دشمنانِ اسلام میں سے سب سے زیادہ آپ کو نیست ونابود کرنے کے آرزومند تھے اور جب ہم اس کے ساتھ یہ اضافہ بھی کردیں کہ جزیرہ عرب کے تمام یہودی قبائل ان کی روحانی سیادت کو بھی تسلیم کرتے تھے کیونکہ یہ اپنے آپ کو، حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے، اور جب ہم اس کے ساتھ یہ اضافہ بھی کردیں کہ بنو نضیر کے یہودی مالی مرکز سے بھی متمتع ہوتے تھے کیونکہ وہ جزیرہ عرب کے تمام یہودیوں سے علی الاطلاق بڑے سرمایہ دار تھے (ہر زمانے اور مقام میں علی الاطلاق یہودی سودی کاروبار کے احتکار کے معاملات اور ان کے انتظام کی طاقت کی وجہ سے گندی دولت کو جمع کر لیتے ہیں جس کے جمع کرنے کی دوسرے لوگ طاقت نہیں رکھتے) خصوصاً پسماندہ ماحول میں جیسے بت پرست عربوں کا ماحول تھا جس نے یہود کے لئے عموماً اور بنی نضیر کے یہودیوں کے لئے خصوصاً یہ موقع فراہم کر دیا کہ مالی ڈکٹیٹرشپ کے اس بحران کی چابیاں بلا مقابلہ ان کے ہاتھ میں ہوں جسے انہوں نے سودی کاروبار کے اصولوں پر قائم کیا تھا، جس پر یہود کی طرح کوئی قوم اچھی طرح کاروبار نہیں کر سکتی،......... اس لعنتی ڈکٹیٹرشپ کو، اسلام نے اپنے قانون میں سودی کاروبار کو قطعی طور پر حرام قرار دے کر بیخ

دبُن سے اکھاڑ دیا ہے جب ہمیں بنو نضیر کے متعلق پتہ چلتا ہے کہ وہ بے شمار دولت، بڑی عزت و منزلت اور جزیرہ عرب میں دخیل یہودیوں پر مطلق روحانی سیادت کے امتیازات سے بہرہ ور تھے تو ہم پر واضح ہو جاتا ہے کہ مدینہ سے جلا وطن ہو کر خیبر کے علاقہ میں بنو نضیر کے بود و باش اختیار کرنے سے اسلام اور مسلمانوں پر کوئی ایسا خطرہ آئیگا جو انہیں جلا کر رکھ دیگا۔

زمین کا زیروزبر کرنا

ہم قارئین کو یاد دلاتے ہیں کہ جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کو، مدینہ سے جلا وطن کیا تو ان سے اس حد تک رواداری برتی کہ انہیں اجازت دے دی کہ وہ جس قدر اپنے اموال اٹھا کر اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں لے جائیں، انہوں نے جلا وطنی کے وقت تقریباً چھ سو اونٹوں پر سامان لادا اور انہیں لے کر خیبر کے علاقے میں چلے گئے، گذشتہ زمانوں کی تاریخ سے یہود کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہ سونے اور چاندی کے جمع کرنے کے بے حد حریص ہوتے ہیں وہ اپنے تمام مملوکہ سونے، چاندی کو اٹھا کر خیبر لے گئے اور یہ ایک بڑی بات ہے یہاں تک کہ سلام بن ابی الحقیق (جو یہود کے متوسط مالداروں میں سے تھا) مدینہ سے جلا وطنی کے وقت اپنے ساتھ ایک بیل کے چمڑے کو لے گیا جو سونے اور چاندی سے بھر پور تھا، اور وہ ابھی خیبر سے باہر ہی تھا کہ وہ اس چمڑے پر جو سونے اور چاندی سے بھر پور تھا ہاتھ مار کر کہتا تھا کہ یہ وہ چیز ہے جسے ہم نے زمین کو زیر و زبر کرنے کے لئے تیار کیا ہے اور اگر ہم نے کھجوریں چھوڑی ہیں تو خیبر میں بھی کھجوریں موجود ہیں۔ اس نضری یہودی لیڈر کے قول میں یہ صریح دھمکی موجود ہے کہ بنو نضیر کے یہودی اسلام کے اقتدار کو ختم کرنے کے لئے اپنے بے پناہ اموال کو خرچ کر دیں گے اور وہ اولین فرصت ہی میں مسلمانوں کے قدموں کے نیچے سے زمین کو ہلانے کے لئے ان مالوں کے خرچ کرنے میں ہرگز کسی تردد سے کام نہ لیں گے اور یہ وہ اس لئے کریں گے تاکہ یثرب میں ان کی کھوئی ہوئی حکومت دوبارہ قائم ہو جائے۔

جارحیت کا اڈہ۔ خیبر

خیبر کے علاقہ میں بنو نضیر کے وارد ہونے سے جو بہت مضبوط اور زرعی لحاظ سے بہت مالدار علاقہ تھا، یہاں کے دخیل یہودیوں کی قوت بہت بڑھ گئی، جب بنو نضیر کے جلا وطن یہودیوں کے بے پناہ اموال، حربی قوت کے ساتھ، خیبر کے یہودیوں کے ساتھ مل گئے جن

سے خیبر کے یہودی پہلے ہی ممتاز تھے اور جزیرۂ عرب میں تمام دخیل یہودی قبائل پر فوقیت تو وہ بلا نزاع تمام یہودیوں سے قوی تر اور شجاع بن گئے اور بنو نضیر کے خیبر میں آباد ہونے سے نئے سرے سے مسلمانوں کو مدینہ میں خطرات دھمکانے لگے، خصوصاً جب ہم یثرب میں یہود کے ایک بہت بڑے گروہ کو موجود پاتے ہیں جسے مسلمانوں نے کسی قسم کا گزند نہیں پہنچایا کیوں کہ وہ احزاب کے خوفناک حملہ تک مسلمانوں کے ساتھ کئے ہوئے عہد کا پابند رہا، یہ بنی قریظہ کے یہودیوں کا گروہ تھا جس کے لیڈروں کو بنی نضیر کے شیطان، حیی بن اخطب نے بہکا دیا اور انہوں نے مسلمانوں کی زندگی کی کٹھن گھڑیوں میں ان سے خیانت کی جیسا کہ ہماری دو کتابوں غزوۂ احزاب اور غزوۂ بنی قریظہ میں اس کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

بنی نضیر کے لیڈر

بنو نضیر کے یہودی سیاسی ہونے کی نسبت جنگجو زیادہ تھے اور عرب علاقوں میں دخیل یہودیوں کے تمام قبائل سے بڑھ کر سیادت اور حکومت کے آرزومند تھے، اس لئے جونہی انہوں نے خیبر کے علاقے میں قدم رکھا اور اپنے آپ کو جزیرۂ عرب کی سب سے زبردست قوت پایا تو حکومت و سیادت کے خواب انہیں ستانے لگے، بنو نضیر کو، خیبر کے علاقہ میں، امور کے بحران پر کنٹرول کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی، انہوں نے پوری سہولت کے ساتھ، اس علاقہ کے یہودیوں پر اپنی سیادت کو مسلط کر دیا، جس میں بنی نضیر کے محض وارد ہونے سے ہی ہر چیز بدل گئی تھی سب سے اہم تبدیلی جو خیبر میں ہوئی (جبکہ خیبر کے باشندوں نے اپنی قیادت بنو نضیر کو سونپ دی) وہ یہ تھی کہ یہ علاقہ غیر جانبداری کے موقف سے بدل کر مسلمانوں پر ظلم و ستم کرنے کا اڈہ بن گیا جہاں بنو نضیر نے اسلام پر تسلط حاصل کرنے اور مسلمانوں کو پیس ڈالنے کے لئے منصوبے بنانے کی کامل آزادی پائی۔

کاش یہود نصیحت حاصل کرتے

جب بنو نضیر، مسلمانوں کے درمیان رہائش پذیر تھے اور یثرب میں ان کے حلیف تھے، اس وقت ان کے امکان میں نہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف تسلط حاصل کرنے اور سازشیں تیار کرنے کے نتیجے میں انہیں اور بنو قینقاع کے یہودیوں کو جو

جلاوطنی اور تادیب کے خطرات درپیش تھے ان کی روشنی میں عبرت ونصیحت حاصل کرتے، ان کے بس میں تھا کہ مدینہ سے اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں پُرامن طور پر چلے جانے کے بعد وہ خیبر میں اپنے آپ پر نظرثانی کرتے اور تسلیم کرتے کہ تسلط، خیانت اور عہد شکنی کی کارروائیاں اور مسلمانوں کے خلاف فتنے اور جنگیں برپا کرنا ایک بغاوت تھی، جنہیں وہ چار سال تک بروئے کار لاتے رہے، آخر کار یہ کارروائیاں کرنے والے نہایت بُرے انجام سے دوچار ہوئے ...... کیونکہ انجام کار فتح حق کو ہوتی ہے اور ہزیمت وشکست اور عذاب باطل پر نازل ہوتا ہے خواہ وہ اپنے پیروکاروں کو کس قدر طاقتور نظر آئے، بنونضیر جو خیبر میں جلاوطن ہو کر گئے تھے ان کے خیبر جانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ خیانت اور ڈکٹیٹرشپ کی کارروائیوں کو جاری رکھ سکیں اور ظلم وستم اور عہدشکنی کی تاریکیوں میں داخل رہیں..... ان کے بس میں یہ بات تھی کہ وہ ان سب باتوں کو سوچ کر ان سے نصیحت حاصل کرتے اور اپنے جلاوطن مقام (خیبر) میں اپنی قوم کے درمیان امن وامان سے رہتے جو جنگوں کے تمام مراحل میں جو مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان یثرب کے اندر یا باہر ہوئیں غیر جانبدار رہی، یہاں تک کہ بنونضیر کے شیاطین ان کے پاس گئے، اور انہیں مسلمانوں کے خلاف کام کرنے کے جال میں پھنسانے کا سبب بن گئے جس کی وجہ سے جلد ہی مسلمانوں کے ہاتھوں خیبر میں دخیل یہودیوں کا وجود نیست ونابود ہو گیا، اگر بنونضیر امن وسکون کو اختیار کرتے اور مسلمانوں کے خلاف کارروائیاں نہ کرتے اور خیبر میں اپنے دینی بھائیوں کی خیر خواہی کرتے تو یہ اُن کے لئے بہتر ہوتا لیکن سیاہ خوابوں...... یثرب کی طرف واپس جانے اور وہاں پر نئے سرے سے تسلط حاصل کرنے کے خوابوں نے ان کے تصورات سے زیادہ ہی کھیلنا شروع کر دیا اور حیی بن اخطب، سلام بن مشکم اور کنانہ بن ابی الحقیق اور دیگر ایسے ہی سرداروں کو یہ موقع ہی نہ دیا کہ وہ سلامتی کے راستہ کے متعلق سوچتے، جو امن وسکون اور اسلام کے خلاف تدبیریں کرنے سے باز آنے اور مسلمانوں کے وجود پر تسلط حاصل کرنے سے رُکنے کا راستہ تھا، یہی وجہ ہے کہ بنی نضیر ابھی خیبر میں ٹک کر بیٹھے بھی نہ تھے کہ وہ زیادہ وسیع پیمانے پر اسلام اور مسلمانوں پر تسلط حاصل کرنے کے لئے منصوبے سوچنے لگے، وہ مسلمانوں کے خلاف بڑا حملہ کرنے کے لئے تیاری کرنے لگے کہ شاید وہ اس حملہ میں اسلام کو مٹا دیں اور مدینہ میں مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ کر دیں اور یہود کو نئے سرے سے وہاں غیر قانونی اقتدار حاصل ہو جائے لیکن

اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے، خیبر میں یہود کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے بلکہ بنو نضیر نے اپنے ان ظالمانہ منصوبوں کی وجہ سے اپنی قوم (اہلِ خیبر) کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا اس لئے کہ ان کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہتے تھے اور ان کو رضامند کر کے ان کے شہر کو مسلمانوں سے عہد شکنی کرنے اور ان پر ظلم کرنے کا اڈہ بنا دیا تھا، اور خیبر کے یہودیوں کے لیے ڈر بھی سمجھتے تھے کہ ان کا علاقہ حیی بن اخطب اور سلام بن مشکم اور دیگر زعمائے بنی نضیر کی مرضی کے مطابق مسلمانوں پر تسلط حاصل کرنے کا نیا اڈہ بن گیا ہے اور یہ کوئی بعید بات نہیں کہ خیبر کے یہودی زعماء پر قلق و اضطراب چھا گیا ہو کہ ان کے علاقہ کو، مسلمانوں کی طرف سے ایک تباہ کن جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا، جو یہودیوں کے وجود کو ہمیشہ کے لئے ملیا میٹ کر دے گی اور یہ مسلمانوں کی طرف سے ایک تادیبی اور حفاظتی کارروائی ہوگی کیونکہ خیبر کے یہودیوں نے اس بات کو قبول کر لیا تھا کہ ان کا علاقہ بنی نضیر کے یہود کے کینوں کا مرکز اور ایسے ظلم کی کارروائیوں کا مقام ہوگا جو مسلمانوں کی سلامتی اور امن کو برباد کر دے گا، ان سب باتوں کا یہ مفہوم نہیں کہ خیبر کے یہودی، مسلمانوں کی تباہی اور ان کی ہستی کی بربادی میں دلچسپی نہ رکھتے تھے......

تمام یہود، ملتِ واحدہ ہیں وہ اسلام سے بغض رکھنے اور یثرب میں مسلمانوں کو کچلنے میں ایک جیسی دلچسپی رکھتے ہیں، لیکن خیبر کے یہودیوں کے قلق و اضطراب کا مصدر یہ خوف تھا کہ مسلمانوں کے خلاف ان کے ظالمانہ منصوبے ناکام ہونے کی صورت میں ان پر ایسی مصیبت آئے گی جس سے خیبر کے ان یہودیوں کا خاتمہ ہو جائے گا جن کے اور مسلمانوں کے درمیان کوئی جنگ یا کوئی کھلا جھگڑا نہ تھا جیسا کہ یہود یثرب کی صورت حال تھی،

میں نے تاریخ کی کتابوں میں کہیں نہیں دیکھا کہ خیبر کو مسلمانوں کے خلاف ظلم کا اڈہ بنانے پر، خیبر کے یہودیوں نے بنو نضیر کے سرداروں سے معارضہ کیا ہو، لیکن اس بات کا قوی احتمال ہے کہ خیبر کے یہودیوں کے سرداروں نے اس خوف سے کچھ معارضہ کا اظہار کیا ہو کہ کہیں ان کا انجام بھی بنو قریظہ کا سا نہ ہو، جب بنو نضیر کے شیطان نے ان کو مسلمانوں سے عہد شکنی پر اکسایا تھا، بنی نضیر کا شیطان حیی بن اخطب اور اس کے دیگر ساتھی اہالیانِ خیبر کے تعاون سے، خیبر کو، مسلمانوں کے خلاف حربی اور سیاسی اڈہ بنانے میں کامیاب ہو گئے تاکہ مسلمانوں کا خاتمہ کر سکیں، بالآخر خیبر کے یہودی اس بات پر رضامند ہو گئے کہ وہ بھی اس معرکہ میں شامل ہو کر اپنا بوجھ مسلمانوں

کے خلاف ڈال دیں گے اور انہوں نے اپنی حربی اور مالی طاقتوں کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف صرف کرنا شروع کر دیا اور حیی بن اخطب اور بنونضیر کے دیگر سرداروں کو اپنی قیادت سونپ دی جنہوں نے یثرب سے جلاوطن ہو کر خیبر کے علاقہ میں اپنا سیاسی اور مالی تسلط قائم کر لیا تھا، انہوں نے شدید بغض و کینے کے باعث مسلمانوں کے خلاف تسلط حاصل کرنے کے منصوبے اور سازشیں تیار کرنے کے لئے دن رات ایک کر دیا اور بہت پرست عربوں کو ان کے خلاف بھڑکانے کے لئے منصوبے بنائے، یثرب میں رہتے ہوئے بہت سی باتوں کی وجہ سے بنونضیر، مسلمانوں کے خلاف منصوبہ سازی کی جرأت نہ کر سکتے تھے ان میں سب سے اہم بات یہ تھی کہ یثرب میں یہ یہودی مسلمانوں کے درمیان ایک اقلیت تھے اور ان کی نگرانی کرنا اور مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ان کی آمرانہ سرگرمیوں کو ایک حد کے اندر رکھنا آسان تھا، لیکن خیبر میں ایک مسلمان بھی موجود نہ تھا جس کی وجہ سے انہیں یثرب کی طرف دوبارہ جا کر حکمران بننے اور غلبہ حاصل کرنے کے خواب بہت ستانے لگے پھر خیبر نے مسلمانوں کے خلاف منصوبے اور سازشیں تیار کرنے کے لئے انہیں مناسب ماحول مہیا کر دیا، ان کی دشمنانہ کارروائیوں کے پس پردہ یثرب میں مسلمانوں کو تباہ کرنے کا مقصد کارفرما ہوتا تھا اور ان کے متعلق ہمیشہ پتہ چل جاتا تھا کیوں کہ مدینہ اسلام کا ہیڈکوارٹر اور وجود اسلامی کا مرکز ثقل تھا اور جس دشمنانہ کارروائی کا پتہ چل جاتا مسلمانوں کی طرف سے اس کا تعاقب کیا جاتا........ جس سے مجبور کر یہ یہودی اور ان کے منافق حلیف اپنی دشمنانہ سازشوں اور تخریبی منصوبوں کو مکمل طور پر خفیہ رکھتے، خصوصاً اس وقت جب ان منصوبوں یا سازشوں کی تنفیذ سے کسی کا مارنا یا قتل کرنا مقصود ہوتا........ مگر خیبر میں کسی بھی سطح پر انکو مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کو چھپانے کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ ہجرت کے ساتویں سال تک خیبر میں مسلمانوں کے اقتدار کا وجود تک نہ پایا جاتا تھا بلکہ اس علاقہ میں ایک مسلمان بھی موجود نہ تھا اور بنونضیر کے جلاوطن یہودی اس علاقہ میں ہجرت کے چوتھے سال کے وسط میں آئے تھے

کیا یہودیوں نے مدینہ سے جنگ کرنے کے متعلق سوچا تھا

حالات و واقعات بتاتے ہیں کہ بنونضیر کے سرداروں نے فیصلہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے اور مدینہ میں نور اسلام کو بجھانے کے لئے، یہود کی تمام مالی، فکری اور بشری طاقتوں کو داؤ پر لگا دیں گے، خیبر کی مرکزی

طاقت بلانزاع اس بات کی طرف اشارہ کر رہی تھی کہ یہود نہایت آسانی کے ساتھ مسلمانوں کے صحن اور ان کی حکومت کے دارالخلافہ میں، جنگ کرنے کے لئے ایک عظیم لشکر تیار کر سکتے ہیں، مورخین کے اندازے کے مطابق صرف خیبر کے یہودی ہی آٹھ ہزار جانبازوں کو اکٹھا کرنے کی طاقت رکھتے تھے اور جب ہم ان کے ساتھ بنو نضیر کے ایک ہزار جنگ باز جوانوں کو شامل کر دیں تو ہم پر واضح ہو جائے گا کہ خیبر ہجرت کے چوتھے سال مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے مدینہ میں دس ہزار جانبازوں کی زبردست فوج کو، میدان میں لانے کی قدرت رکھتا تھا، جبکہ اس وقت مدینہ میں ایک ہزار سے زیادہ مسلمان جانباز موجود نہ تھے، اس کے ساتھ ہم کسی مورخ کو اس بات کا ذکر کرتے نہیں پاتے کہ ان یہودیوں کے ہاں یہ عزم بھی موجود تھا کہ ان کی فوجیں خیبر سے اُٹھ کر مدینہ میں مسلمانوں سے جنگ کریں اور یہ بات ہمارے امکان میں نہیں کہ ہم قطعی طور پر بتائیں کہ باوجود عظیم بشری اور مالی قوتوں کے خیبر کے یہودی، مسلمانوں سے جنگ کرنے سے کیوں رُکے رہے، حالانکہ وہ آسانی کے ساتھ اس قسم کی جنگ کی طاقت رکھتے تھے، باوجودیکہ یہ یہودی مسلمانوں کے خاتمہ کی شدید خواہش رکھتے تھے ہمیں اب تک تاریخی مصادر سے اس بات کا راز معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ اس جنگ سے کیوں رُکے رہے،

یہودی، مدینہ کے ساتھ جنگ کرنے سے کیوں رُکے

ہاں اندازے سے یہ کہنا ممکن ہے کہ اس بات کے دو بڑے سبب تھے جنہوں نے یہودیوں کو خیبر سے مارچ کر کے مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے سے روک دیا، اوّل : یہ کہ یہود کی فطرت میں بزدلی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ قلعوں کے پیچھے اور محفوظ بستیوں کے اندر رہ کر ہی لڑ سکتے ہیں، یہود کی اس فطرت کی طرف قرآن شریف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے،

لا یقاتلونکم جمیعا الا فی قری محصنۃ او من وراء جدر[۱]

دوم : باوجودیکہ یہود کو عرب علاقے میں رہتے ہوئے کئی صدیاں گذر گئی تھیں پھر بھی فوجی اور مالی قوت کے باوجود ان کا یہاں کے اصلی باشندوں کے ساتھ جو خیبر کے علاقے کو گھیرے ہوئے تھے کوئی تعلق نہ تھا، اس کے برعکس ان قبائل میں سے ہجرت کے چوتھے سال تک کسی

---

[۱] الحشر ۱۴

ایک آدمی نے بھی اسلام قبول نہ کیا تھا، پھر بھی یہودی ان بُت پرست عربی قبائل کی دوستی کو وقتاً فوقتاً رشوتوں سے خرید لیا کرتے تھے، معلوم ہوتا ہے خیبر کے یہودیوں کو یہ خوف دامنگیر تھا کہ جب یہود کے جانباز مدینہ میں مسلمانوں سے لڑنے کے لئے چلے گئے جو خیبر سے اسّی میل سے زیادہ فاصلے پر تھا اور اس زمانے کے وسائل کے لحاظ سے بہت دُور مسافت پر تھا، تو بُت پرست عرب قبائل خیبر کے سرسبز نخلستان پر حملہ کر کے اس کے اموال کو لُوٹ لیں گے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیں گے،

خیبر...... اور غزوۂ احزاب

مدینہ پر حملہ کرنے سے رُکنے کا یہود کے لئے خواہ کوئی سبب ہو، مگر مسلمانوں کو کچلنے اور دعوتِ اسلامی کے شعلے کو بجھانے کا خیال ہمیشہ ہی ان کے اذہان میں قائم رہا اور مسلمانوں کو تباہ کرنے اور کسی بھی شکل میں مدینہ میں جا کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا سب سے زیادہ خواہشمند اسلام کا بدترین دشمن حیی بن اخطب تھا جس نے حضور علیہ السلام سے جب آپ مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے، پہلی ہی ملاقات کے وقت یہ اعلان کیا تھا کہ وہ زندگی بھر آپ سے عداوت رکھے گا، اپنے دشمنانہ منصوبوں کے مطابق جب یہود نے یہ سمجھا کہ ان کا مدینہ پر حملہ کرنا مستبعد ہے تو خیبر میں یہودیوں کے لیڈروں نے میٹنگ کر کے مفیدترین منصوبے کے متعلق سوچنا شروع کیا جو از سرِ نو مسلمانوں کے مکمل خاتمہ کے لئے جنگ کو ان کے علاقہ میں منتقل کر دے تاکہ بنو نضیر کے وہ سیاہ خواب پورے ہو جائیں جو انہیں مسلم شرب پر دوبارہ غلبہ کے متعلق آیا کرتے تھے،

جنگ کا اہم منصوبہ

خیبر میں ان لیڈروں کی میٹنگوں کے نتیجہ میں اس قرارداد کے منصوبے پر اتفاق رائے ہو گیا جسے بنی نضیر کے شیطان حیی بن اخطب نے پیش کیا، اس دشمنانہ منصوبے کا خلاصہ یہ تھا کہ خیبر کے لیڈروں کا ایک وفد، ان تمام عرب قبائل میں جو ہمیشہ سے بُت پرستی اور اسلام اور مسلمان دشمنی پر قائم ہیں جا کر کوشش کرے اور ان کو مسلمان کے خلاف جنگ کرنے پر اکسائے اور رشوتوں کے ذریعہ ان کو برانگیختہ کرے اور وعدے کرے کہ یثرب میں مسلمانوں کے ساتھ ہمہ گیر جنگ کرنے اور اسلامی ہستی کو کامل طور پر فنا کر دینے کے بعد، مدینہ پر مکمل قبضہ کرنے کے لئے انہیں زبردست فوج سے مدد دیں،

یہود کے لیڈروں نے خیبر میں اس بات پر بھی اتفاق کیا کہ بُت پرست قبائل کو سب سے

سے پہلے یہ پیش کش کی جائے کہ جنگ کے منصوبے کی کامیابی کے بعد ایک سال میں خیبر کے نخلستان میں جو فصلیں اور پھل پیدا ہوں گے وہ انہیں دیئے جائیں گے اور خیبر کے یہودی بڑے کھلے دل سے اس عظیم جنگ کے اخراجات برداشت کریں گے تاکہ وہ دوسروں کے کندھوں پر سوار ہوکر سب سے فاتح بن کر یثرب میں داخل ہو جائیں اس کا مطلب یہ ہے کہ خیبر کے یہودیوں نے ایک ہمہ گیر جنگ کے ذریعے مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے اپنی تمام مادی طاقتوں کو کام میں لانے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن یہ جنگ یہود کی زبردست فوجوں کے ساتھ نہیں ہوگی بلکہ بت پرست قریش اور اعراب سے ہوگی جن کو رشوتوں کے ذریعہ اور لوٹ مار کا لالچ دے کر اکٹھا کرنا آسان ہوتا ہے، ان اعراب کی سوسائٹی میں اقتصاد کا دار و مدار لوٹ مار پر ہوتا ہے بنی نضیر کے شیطان حیی بن اخطب نے اپنے ساتھیوں یہودیوں کو یقین دلایا کہ اعراب اس جنگ کی ریڑھ کی ہڈی ہوں گے جس کی وسیع و عریض اسکیمیں خیبر میں بنائی گئی تھیں اور یہود خیبر کو یہ یقین تھا کہ وہ روئے زمین سے اسلامی ہستی کو مٹا کر اپنے مقاصد کو پالیں گے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخلاف، خیبر کا احزاب کو تیار کرنا

اس اہم فیصلے کی تنفیذ کے لئے جس پر خیبر کے یہودی سازشیوں نے اتفاق کیا ان کے بڑے بڑے لیڈروں کا ایک وفد بنایا گیا، جس کی ڈیوٹی یہ لگائی گئی کہ وہ سب سے پہلے قریشی قبائل کے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کرے جو ان دنوں اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن تھا پھر نجدی قبائل سے جو بڑی تعداد اور تیاری والے تھے اور سخت جنگجو تھے یعنی غطفان، اسلم، فزارہ، اشجع اور ان کے حلفاء سے ملاقات کرے جو قریش کے بعد اسلام کے شدید دشمن خیال کئے جاتے تھے...... اور انہیں مسلمانوں کے خلاف جنگی اتحاد قائم کرے اور فوجی معاہدہ کرنے کی صورت پر رضامند کرے پس یہ تمام بت پرست قبائل اس اساس پر اور خیبر کے یہودیوں کی مادی امداد پر اس ہمہ گیر جنگ میں شامل ہو جائیں جس کا مقصد مسلمانوں کی جڑ کاٹنا اور انہیں تباہ کرنا ہے۔

ممبران وفد

اس فتنہ و تخریب کے وفد کے ممبران کے نام یہ تھے،

۱۔ حیی بن اخطب۔ بنی نضیر میں سے تھا۔

۲۔ سلام بن مشکم۔ بنی نضیر میں سے تھا۔

۳۔ کنانہ بن ابی الحقیق ۔ بنی نضیر میں سے تھا،
۴۔ ابو عامر (جو فاسق کے لقب سے ملقب تھا) عرب تھا اور اوس قبیلے میں سے تھا۔
۵۔ ھوذہ بن قیس الوائلی، عرب تھا اور یہودی ہو چکا تھا،

اس جگہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس یہودی وفد کے تمام ممبران بنی نضیر کے یہودیوں میں سے تھے، صرف ھوذہ بن قیس الوائلی کے متعلق بظاہر معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس کے نام سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عربی تھا جس نے یہودی مذہب کو اختیار کر لیا تھا اس سے ہماری گذشتہ رائے مزید پختہ ہو جاتی ہے کہ بنو نضیر کے یہودیوں نے خیبر کے یہودیوں پر مکمل تسلط حاصل کر لیا تھا اور عملاً وہاں کے سردار بن گئے تھے اور وہاں کے لوگوں کو اپنی مرضی کے مطابق چلاتے تھے، ابو عامر راہب (جیسا کہ اس کے پیروکار اسے یہ نام دیتے ہیں) اور مسلمان اسے فاسق کہتے ہیں، اس وفد میں یہ واحد عرب بت پرست تھا...... جو قریش کے اس حملہ کی ناکامی کے بعد، جس کے نتیجہ میں اُحد کا تاریخی معرکہ ہوا اور جس میں ابو عامر بھی قریش کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لڑا تھا حالانکہ وہ اوس قبیلے سے تھا اور مدینہ کے عرب باشندوں میں سے تھا، خیبر کی پناہ میں آگیا تھا،

اپنی مہم میں ظالم وفد کی کامیابی

مدینہ سے بنو نضیر کی جلا وطنی کے فقط چار ماہ بعد، یہودیوں کا یہ وفد اپنے مفوضہ فرائض کی سرانجام دہی کے لئے خیبر سے نکلا، اور سب سے پہلے مکہ آیا پھر نجد گیا، حالانکہ عسکری طاقت کے لحاظ سے قریش، نجدی قبائل کے مقابلہ میں دوسرے درجہ کی قوت تھے، مگر قریش کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھنے اور اسلام سے کینہ رکھنے میں اولیت کا مقام حاصل تھا اور اس سے قبل وہ اسلام کے خلاف بدر و اُحد کی دو زبردست جنگوں میں بھی حصہ لے چکے تھے، اس لئے کہ یہ مقام 'خیبر سے' جو یہود کا ہیڈ کوارٹر اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کی سازشوں اور منصوبوں کا اڈہ تھا، بہت زیادہ قریب تھا، خیبر کے وفد نے سب سے پہلے مکہ کے قریشی زعماء سے ملنے کو ترجیح دی تاکہ انہیں یہود کے اس دشمنانہ منصوبے سے آگاہ کریں جو انہوں نے مدینہ میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار کیا تھا، مشرکین مکہ نے وفدِ خیبر کا شاندار استقبال کیا اور بڑے جلسے کئے خصوصاً جب ساداتِ مکہ کو یہ علم ہوا کہ اس وفد کی مکہ میں آمد کا باعث، مسلمانوں کو کچلنا اور ہمیشہ کے لئے دعوتِ اسلامی کے چراغ کو گل کرنا ہے تو انہیں بہت خوشی ہوئی، خیبری

وفد کے لیڈروں نے قریش کے لیڈروں کے سامنے خیبر کے یہودیوں کے نقطۂ نظر کی وضاحت کی اور خیبر میں انہوں نے مدینہ سے جنگ کرنے اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کا جو دشمنانہ منصوبہ بنایا تھا اس کی پوری تفاصیل سے قریش کو آگاہ کیا، قریش نے اس یہودی منصوبے کو نہایت خوشدلی سے قبول کیا اور انہوں نے اس کی تائید و موافقت کا اعلان کر دیا اور یہودی وفد کو بتایا کہ وہ اس کی تنفیذ پر اس وقت تیار ہوں گے جب سب لوگ اس پر متفق ہو جائیں گے، قریش نے یہود کے جنگی منصوبے کو وہ سنہری موقع خیال کیا جس کے متعلق وہ خوابیں دیکھا کرتے تھے کہ دوسرے لوگ ان کے ساتھ اس ہمہ گیر جنگ میں شامل ہو جائیں جس کا مقصد، مسلمانوں کا خاتمہ کرنا تھا اور قریش چار سال کے عرصہ میں اس مقصد کو پورا نہیں کر سکے تھے، .... اور جنگ بدر و اُحد میں اپنی پوری طاقت خرچ کر کے بُری طرح ناکام و نامراد ہو چکے تھے، اور مسلمانوں کے ہاتھوں پہلی دفعہ ان کی عسکری قوت کے پرخچے اڑ گئے تھے اور دوسری دفعہ بھی وہ اپنے عظیم مقاصد کو پورا کئے بغیر، ناکام ہو کر مکہ واپس لوٹ آئے تھے حالانکہ اس جنگ میں انہوں نے مقدور بھر اپنی مادی، بشری اور حربی قوتوں کو جمع کر لیا تھا، یہی وجہ ہے کہ قریش نے خوش ہو کر یہود خیبر کے منصوبے کو خوش آمدید کہا اور بلا شرط اس سے اتفاق کا اظہار کر دیا، قریش اور یہود کے درمیان اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ وہ نجدی قبائل یعنی غطفان، سلیم، اشجع، فزارہ اور اسد کے اتفاق کے بعد ہجرت کے چوتھے سال شوال کے مہینے میں مدینے کا محاصرہ کریں گے۔

یہودی وفد نجد میں

جنگی منصوبے کے متعلق، قریش کی موافقت حاصل کرنے کے بعد، یہ یہودی وفد، بت پرست قبائل کے سرداروں سے ملاقات کرنے کے لئے نجد کے صحراؤں کی طرف گیا تاکہ ان کے سامنے اپنے دشمنانہ منصوبے کو پیش کرے اور اپنے مقاصد کی وضاحت کرے اور قریش مکہ کی طرح اس پر ان کی موافقت بھی حاصل کرے اس وفد کے ممبران، نجد میں بڑے بڑے مقامات پر گھومے اور ان قبائل کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرنے اور انہیں جنگ پر آمادہ کرنے کے لئے اپنی تمام مادی طاقتوں کو خرچ کرنے کا اعلان کیا اور یہودی فن پروپیگنڈہ کے طریق پر انہیں بتایا کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں ان قبائل کی شمولیت سے انہیں بہت فائدہ ہوگا، خصوصاً اس لئے کہ اس جنگ کا مقصد اس خطرے کو ایک حد کے اندر رکھنا ہے جو مسلمانوں کے نفوذ سے بڑھ رہا ہے جو یہودیوں، قریش،

اور نجدی بُت پرستوں کے مشترکہ دشمن ہیں، اور انہوں نے مختلف خُون ریز جنگوں میں سب کو پے در پے شکستیں دی ہیں۔

یہودی وفد کی نجد میں پذیرائی،

خیبری وفد جب نجد میں پہنچا تو اس کا شاندار استقبال ہوا جو زعمائے مکہ کے استقبال سے کم نہ تھا کیونکہ مکہ اور نجد، دونوں اسلام سے شدید نفرت اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت رکھنے میں خیبر کے یہودیوں سے اتفاق رکھتے تھے، اس پر مستزاد یہ کہ ان نجدی بُت پرست بدوؤں کو لوٹ مار کا بھی شوق تھا جو قدیم زمانوں سے ان کی اقتصادی زندگی کا سہارا تھی، اس لئے نجدی قبائل نے اس جنگی منصوبے سے اتفاق کرنے میں کسی قسم کا تردد نہ کیا، جسے حیی بن اخطب اور دیگر ممبران وفد خیبر سے لے کر آئے تھے، نیز تینوں اس بات کی خواہش میں متفق تھے کہ جنگ کو مدینہ منتقل کر دیا جائے مگر اس کا باعث ان تینوں فریقوں کے نزدیک ایک نہ تھا بلکہ ہر ایک کا الگ مقصد تھا جو دوسروں سے مختلف تھا جیسا ہمیں معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے اور ان کا کانٹا نکالنے میں قریش کی دلچسپی کا باعث سیاسی اور عقائدی تھا اور قریش کو یہ شدید قلق تھا کہ جزیرہ عرب پر اسلام کا تسلط ہو جائے گا اور یہ بات جزیرہ عرب کے ان بُت پرست قبائل کے درمیان ان کے روحانی اور ادبی مرکز کو گرانے کا باعث بن جائے گی جو انہیں عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کی روحانی سیادت کو تسلیم کرتے ہیں اس لئے کہ اختلافات مذاہب کے باوجود یہ عرب جن مقامات کو مقدس سمجھتے ہیں وہ قریش کی سیادت و حمایت کے تحت ہیں خیبر کے یہودی جو اس دشمنانہ منصوبے کے تیار کرنے والے ہیں ان کی یہ خواہش کہ مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے اس کا اول باعث انتقام لینا اور اکیلے ہی اپنی حکومت قائم کرنا اور یثرب پر نئے سرے سے مالی ڈکٹیٹرشپ مسلط کرنا ہے۔ ...... اور اعراب نجد کے نزدیک اس کا باعثِ اول، مال کا حاصل کرنا ہے کیوں کہ وہ ایسی اقوام ہیں جن کی عمر لوٹ مار میں گذرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ان اعراب نے اس جنگی منصوبے میں، جسے وفدِ خیبر نے ان کے سامنے پیش کیا تھا، مدینہ کے سبزہ زاروں سے لوٹ مار کے طریق پر اموال حاصل کرنے کا موقع پایا جس کے متعلق ان کے نفوس لمبے زمانے سے آرزو رکھتے تھے، کہ جب ان کی قسمت یاوری کرے وہ مُسلمانوں پر غالب آ کر ان کے دار الخلافہ مدینہ پر قریش اور یہود کے اشتراک سے قبضہ کر لیں جیسا کہ مُسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے یہود کے جنگی

منصوبے کی اساس تھی۔

گفتگو کے دوران سودا بازی

یہود کے دشمنانہ منصوبے کے متعلق اعراب نجد کی خوشی اور مدینہ سے جنگ، میں شرکت کی خواہش کے ساتھ ساتھ انہوں نے خیبری وفد کے ساتھ گفتگو کے دوران بعض تحفظات کا بھی اظہار کیا (کیونکہ انہیں معلوم ہوگیا تھا کہ یہود اس منصوبے کی تنفیذ کے شدید خواہش مند ہیں) تاکہ وہ یہودیوں کو مجبور کر کے ان کے ساتھ کچھ سودا بازی کر لیں جس کے تحت وہ ان یہودیوں سے کچھ مال حاصل کر لیں جس کی بہت بڑی مقدار ان کے پاس جمع ہے یہودیوں نے بھی نجدی اعراب کے تحفظات کے پس پردہ ان کے مقاصد کو پالیا جن کا اظہار انہوں نے گفتگو کے دوران کیا تھا اس سودے بازی کی تکمیل یوں ہوئی کہ خیبر کے یہودی اس بات کا عہد کریں کہ وہ ان بت پرست نجدی قبائل کو جو یہودی منصوبے کے مطابق جنگِ مدینہ میں شامل ہوں گے انہیں خیبر کی تمام کھجوریں اور دیگر مختلف فصلوں کے ایک سال کا پھل دیں گے اس معاہدہ کی اساس پر چار بڑے نجدی قبائل نے، یہودی منصوبے کے مطابق مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہونا قبول کیا وہ قبائل یہ تھے

۱۔ اشجع۔ ۲۔ اسلم۔ ۳۔ اسد۔ ۴۔ فزارہ۔ اور یہ سب غطفانی قبیلے ہیں۔ یہودی وفد اور نجدی قبائل کے درمیان اس معاہدہ کا طے پانا یہودی وفد کی کامیاب مساعی کا اختتام تھا، یہ سب سے بڑا فوجی یہودی بت پرست اتحاد تھا جسے جزیرہ عرب نے مسلمانوں کے خلاف دیکھا، یہود اور نجدی بت پرست قبائل نے، قریش کے ساتھ اتفاق کر کے اس گنہگار اتحاد کے لئے فوج جمع کرنے کے واسطے ایک معیاد مقرر کی تاکہ مدینہ کے گرد اکٹھے ہو کر اس پر حملہ کیا جائے ان تینوں نے حملہ کے لئے جو وقت مقرر کیا وہ ہجرت کے چوتھے سال شوال کا مہینہ تھا، اس عظیم فوجی اتحاد میں تمام فریقوں کی فوج کی تعداد حسب ذیل تھی۔

۱۔ نجدی قبائل ـــــ چھ ہزار جانباز، ۲۔ قریش اور ان کے حلیف ـــــ چار ہزار جانباز

۳۔ یہود ـــــ ایک ہزار یہودِ مدینہ (بنی قریظہ) کے جانباز۔ بنی نضیر کے سردار حیی بن اخطب نے نجدی قبائل اور قریش سے یہ وعدہ کیا کہ یہود کا یہ ایک ہزار جانباز، اتحاد کی فوجوں کے ساتھ اس وقت شامل ہوگا جب وہ مدینہ کے اطراف میں پڑاؤ کریں گی، اس طرح یہ ظالم یہودی وفد جو خیبر سے اپنے مجرمانہ منصوبے کے ساتھ نکلا تھا اس وقت واپس آیا جب اس کے پیچھے مشرکین عرب

کے دس ہزار جانباز، مدینہ کے گرد اپنی پوزیشنیں سنبھالے ہوئے تھے انہوں نے مدینہ کو اس طرح گھیر لیا جس طرح پر جوش سمندر چھوٹے جزیرہ کو گھیر لیتا ہے اور ان زبردست بُت پرست فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کی فوج صحیح ترین اندازے کے مطابق ایک ہزار جانبازوں سے زیادہ نہ تھی۔

یہود کی مجرمانہ کارروائیوں کی آخری کڑی

اسلام کو ختم کرنے اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے سلسلہ میں خیبر کے یہودیوں کی مجرمانہ کارروائیوں کی یہ آخری کڑی تھی کہ بنی نضیر کا شیطان حیی بن اخطب مدینہ میں رہنے والے یہودی بنی قریظہ کو (جن کی تعداد ایک ہزار جانباز تھی) اس بات پر رضامند کرنے میں کامیاب ہوگیا کہ وہ اپنے مُسلمان حلیفوں سے غداری کریں اور اس عہد کو توڑ دیں جو ان کے درمیان طے پا چکا ہے اور احزاب کی جنگجو فوجوں کے ساتھ شامل ہو کر پیچھے سے اسلامی فوج پر آخری ٹائم پر ضرب لگائیں، اس طرح یہودیوں کے اس مجرمانہ منصوبہ کو کامیاب بنانے کا پروگرام بنایا گیا جس کا تانا بانا خیبر میں تیار کیا گیا تھا...... اور اس نے مسلمانوں کو اپنی تاریخ کی سب سے سخت مصیبت میں ڈال دیا اور مسلمانوں نے ــــ جن کی قوت ایک ہزار جانبازوں سے زیادہ نہ تھی ــــ اپنے آپ کو خوفناک احزاب کے پنجوں میں پایا جن کی متحدہ فوجی قوت (بنی قریظہ کے یہودیوں کی خیانت کے بعد) گیارہ ہزار جانبازوں تک جا پہنچی تھی، اس پر مستزاد یہ کہ یہ تعداد مسلمانوں پر ہر مادی چیز کی رُو سے فوقیت رکھتی تھی، احزاب کی ان فوجوں نے تھوڑے سے مسلمانوں کا اس قدر زبردست اور خوفناک محاصرہ کیا کہ ان کا دم گھٹنے لگا اور شاید یہود کی مجرمانہ مساعی نے غزوۂ احزاب میں مُسلمانوں کیلئے جو عظیم خطرہ اور مصیبت پیدا کر دی تھی اس کی صحیح ترین تعریف وہ ہے جسے سورۂ احزاب میں بیان کیا گیا ہے۔

اذ جاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا ھنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا ؎۱

؎۱ احزاب ۱۰-۱۱-

اس خوفناک جنگ میں جس کی زلزلہ افگن آندھیاں یہود کے بُرے کینے نے پیدا کی تھیں، مسلمان زوال کے انتہائی قریب پہنچ گئے تھے اس کی شدت سے مسلمانوں پر اس قدر پے بہ پے مصیبتیں اور ہلاکتیں آئیں، جنہوں نے بغیر کسی وقفہ کے مسلمانوں پر اس قدر دباؤ ڈالا جس سے قریب تھا کہ ہمیشہ کے لیے ان کی سانس بند ہو جائے، مادی نقطۂ نظر سے یہ بات محسوس ہو رہی تھی کہ مدینہ کا سقوط، احزاب کے ہاتھوں میں ہے اور اس سے مفر کی کوئی صورت نہیں اور یہ سقوط کا مسئلہ اسی وقت سے تعلق رکھتا ہے........ جو چند ایام تک ممتد ہو سکتا ہے یا چند گھڑیوں میں اپنے انجام کو پہنچ جائے گا کیوں کہ ان آخری سیاہ ایام میں مسلمانوں کے انجام کے ترازو کا کانٹا صفر کی حدود تک پہنچ چکا تھا اور لرز رہا تھا گویا وہ مسلمانوں کے انجام کے اعلان کی طرف مائل ہے" اور اس انجام کے بارے میں ایک لحظہ کے لئے بھی یہ یہودی اور خیبر کے یہودی اور اس جنگ کا مفکر و مدبر، شک نہ کرتے تھے کیوں کہ ہر مادی چیز اسی انجام کو حتمی قرار دے رہی تھی، اگر اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے معجزے کو ظاہر کر کے مسلمانوں کو بچا نہ لیتا تو یہی انجام ظاہر ہوتا اس نے اچانک متحارب فریقوں کی توقع کے خلاف، حالات کو آخری گھڑیوں میں مسلمانوں کے حق میں کر دیا پھر یہ حالات مسلسل نہایت تیزی کے ساتھ، یہود اور احزاب کی فوجوں کے خلاف ہوتے گئے اور ان کے اندر اختلاف پیدا ہو گیا یہاں تک کہ ان کی وحدت پارہ پارہ ہو گئی اور وہ مدینہ سے حصار کو توڑ کر ناکامی اور شکست کو دامن میں لئے، اور غداری و عہد شکنی اور تسلط حاصل کرنے والے عناصر یعنی بنی قریظہ اور خیبر کے یہودیوں کو چھوڑ کر واپس چلے گئے تاکہ وہ اکیلے ہی اس سخت عذاب کا سامنا کریں جو تسلط اور غداری کی جزا میں مسلمانوں کی طرف سے لازمی طور پر ان پر نازل ہونے والا ہے اور جس کو انہوں نے عملاً بنی قریظہ کے یہودیوں پر نازل کیا اور ان کے آٹھ سو جانبازوں کو تہ تیغ کر کے ان کی تمام مملوکہ چیزوں پر قبضہ کر لیا، اس خوفناک جنگ میں احزاب نے جو پے بہ پے کارروائیاں کیں اور دیگر تمام پہلے واقعات کو ہم نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب غزوۂ احزاب میں بیان کیا ہے، جو اسلام کے فیصلہ کن معرکوں کے سلسلہ کی تیسری کتاب ہے، اسی طرح ہم نے اس تادیبی حملہ کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے جس میں مسلمانوں نے غدار بنی قریظہ کے تمام جانبازوں کو تباہ کر دیا تھا ہم نے تفصیل کیساتھ اپنی کتاب غزوۂ بنی قریظہ میں بیان کیا ہے جو اسلام کے فیصلہ کن معرکوں کے سلسلہ کی چوتھی کتاب ہے جو شخص احزاب کے خوفناک حملہ کی دقیق تفاصیل اور مسلمانوں کی ان فوجی کارروائیوں کے بارے میں

معلوم کرنا چاہتا ہے جو انہوں نے بنی قریظہ کے عہد شکنی اور غداریوں کے متعلق کیں وہ ہماری ان دو کتابوں کی طرف رجوع کرے۔

خیبر کی فتح کے بعد یہودیوں کا خیبر میں قیام

جب خیبر پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو گیا (جیسا کہ اس کتاب میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے) اور آخری معاہدہ کے بموجب مدینہ کے یہودیوں کے دوسرے نصف حصے نے اطاعت اختیار کر لی جس کی رُو سے تمام یہودیوں کو شام کی طرف جلاوطن ہونا تھا مگر یہودیوں نے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور عرض کیا کہ انہیں خیبر میں رہنے دیا جائے تاکہ وہ یہاں کی زراعت اور اراضی کو درُست کرتے رہیں کیونکہ وہ ان کے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے انہیں خیبر میں رہنے کی اجازت دے دی تاکہ وہ زراعت کا کام کریں اور اس کے عوض نصف پھل حاصل کریں، معاہدہ میں یہ شرط بھی موجود تھی کہ مسلمان جب چاہیں یہودیوں کو خیبر سے نکال سکتے ہیں۔

عہدِ فاروقی میں یہود کی جلاوطنی

حسب معاہدہ، یہود، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے طویل دور میں خیبر کی زمینوں پر کام کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں خلیفہ ثانی نے جلاوطن کر دیا ان کی جلاوطنی کا پہلا سبب یہ تھا کہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ مزارعت اور زمینوں کی دیکھ بھال کا جو معاہدہ کیا تھا اس میں یہ نص موجود تھی کہ مسلمان جس وقت چاہیں انہیں جلاوطن کرنے کا حق رکھتے ہیں، دوسرا سبب یہ تھا کہ جب یہود کو شکست کھانے کے بعد خیبر میں کام کرنے کی پوری آزادی دی گئی تو ان کے شرارت پسند دل میں مسلمانوں پر تسلط حاصل کرنے اور ان کے خلاف تدبیریں کرنے کی رُوح غالب آگئی اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کچھ ایسے اعمال کا ارتکاب کیا جن سے پتہ چلتا تھا کہ انہیں خواہ خیبر میں نفوذ اور حکومت نہ ملے یہ مسلمانوں کے خلاف کارروائیاں کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔

رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ابھی حیات تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف اپنی شریرانہ کارروائیوں کا آغاز کر دیا، ان میں سے ایک کارروائی یہ ہے کہ انہوں نے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

کے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن سہل رضؓ کو نطاۃ کے علاقہ میں قتل کر دیا، باوجودیکہ مقتول کا جثہ ان کے گھروں میں پایا گیا اور قرائن بھی یہی بتاتے تھے کہ یہی لوگ قاتل ہیں پھر بھی رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سزا نہ دی، کیوں کہ اسلامی قانون کے نقطۂ نگاہ سے تحقیقات نے یہ ثابت نہ کیا تھا کہ یہ کارروائی ان کی ہے اس لئے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مقتول کی دیت مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کر دی جائے مگر عبداللہ بن سہلؓ کا قتل، مدینہ کے مسؤلین کے اذہان میں یہودیوں کے جُرم کے قرینہ کے طور پر سمایا رہا۔

مسلمانوں کو قتل کرنے کیلئے یہُود کا بعض عیسائیوں سے کام لینا

حضرت فاروق اعظمؓ کے دور میں، خیبر میں، یہود کی جانب سے قتل و تخریب کاری کی سازشوں کا زور ہو گیا، ان سازشوں میں سے ایک سازش یہ تھی کہ مظہر بن رافع الحارثیؓ، دس شامی عیسائیوں کے ساتھ جو اس کی زمین میں کام کرتے تھے، خیبر آیا اور انہیں وہاں تین دن ٹھہرایا تو ایک یہودی نے ان کے پاس آکر کہا تم عیسائی ہو اور ہم یہودی ہیں اور ان لوگوں نے ہمیں تلوار سے مغلوب کیا ہے اور تم دس آدمیوں کو ان کا ایک آدمی، شراب اور مال والی زمین سے ہانک کر، تنگدستی کی طرف لے آیا ہے اور تم شدید غلامی میں رہتے ہو جب تم ہماری بستی سے باہر نکلو تو اُسے قتل کر دو، انہوں نے کہا ہمارے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔ یہودیوں نے خفیہ طور پر ان کو دو یا تین، چھریاں پہنچا دیں پس وہ باہر نکل گئے اور یہودیوں نے جس بات کی طرف انہیں اشارہ کیا تھا اس کی تنفید کا عزم کر لیا اور جب وہ مظہر بن عبداللہ الحارثیؓ کے ساتھ جاتے ہوئے مدینہ کے راستے میں ثبار[1] مقام پر پہنچے تو مظہر نے ان میں سے ایک آدمی کو کہا کہ مجھے فلاں فلاں چیز دے دو، تو سب نے اس کے پاس آکر اپنی چھریاں تان لیں، مظہر، اپنی تلوار کی طرف بھاگا مگر انہوں نے اُسے نیام سے تلوار نکالنے سے قبل ہی قتل کر دیا اور خیبر کی طرف لوٹ آئے، یہود نے انہیں پناہ دی اور چھپا دیا پھر انہیں خوراک اور خرچہ دیا اور وہ شام چلے گئے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا یہُود کو جلاوطن کرنے کا حکم دینا

جب مظہر کے قتل کی خبر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے مدینہ میں ایک تقریر کی اور

[1] ثبار، یاقوت کہتا ہے کہ یہ جگہ خیبر سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے جہاں عبداللہ بن انیس نے اسیر بن زرام کو قتل کیا تھا۔

فرمایا کہ یہودیوں نے عبداللہؓ کے ساتھ جو کیا سو کیا، اور مظہر کے ساتھ اپنی دشمنی میں وہ کچھ کیا جو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عبداللہ بن سہل سے کیا تھا، بلاشبہ مظہر بن رافع کا قتل انہی لوگوں کے ہاتھوں ہوا ہے اور ان کے سوا، ہمارا کوئی دشمن نہیں، پس جس شخص کا خیبر میں کچھ مال ہو وہ اُسے نکال لے، میں جاکر وہاں کے اموال کو تقسیم کرنے والا ہوں اور اس کی حدود کی حد بندی کرنے والا ہوں اور یہودیوں کو وہاں سے جلا وطن کرنے والا ہوں، کیوں کہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں یہاں ٹھہرائے گا میں بھی تمہیں یہاں ٹھہراؤں گا، اب اللہ تعالیٰ نے ان کے جلا وطن کرنے کا حکم دے دیا ہے، ہاں اگر کوئی آدمی اس بات کا عہد یا ثبوت فراہم کردے کہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے یہاں ٹھہرایا تھا تو میں بھی اُسے ٹھہراؤں گا، اس پر حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضؓ نے کھڑے ہو کر کہا، امیرالمومنینؓ خدا کی قسم آپ نے درست فرمایا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا تمہارے جیسی رائے اور کون کون لوگ رکھتے ہیں، حضرت طلحہؓ نے جواب دیا تمام مہاجرین اور انصار میری رائے کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں تو حضرت عمرؓ اس بات سے بہت خوش ہوئے، اس کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ثقہ راویوں سے یہ روایت بھی پہنچی تھی کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جزیرہ عرب میں دُو دین اکٹھے نہیں ہوں گے آپ نے خیبر اور فدک کے یہودیوں کی طرف پیغام بھیجا کہ میں نے انہیں جلا وطن کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کے پاس رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد ہوگا وہ جلا وطنی سے مستثنیٰ ہوگا۔

فدک کے یہودیوں کو جلاوطنی کیوقت مُعاوضہ

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے،

خیبر اور فدک کے تمام یہودیوں کو جلا وطن کر دیا کیوں کہ فدک کو، خیبر کے نواح میں خیال کیا جاتا ہے اس لئے کہ وہ چند میل کے فاصلے پر ہے، حضرت فاروقؓ نے ان یہودیوں کو جلا وطن کر دیا اور ان کو تمام اموالِ منقولہ ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی اور یہی اجازت خیبر کے یہودیوں کو بھی دی مگر فدک کے یہودیوں کو آپ نے نصف زمین دے دی کیونکہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے درمیان یہ مُعاہدہ تھا کہ جس زمین کو وہ کاشت کر رہے ہیں، جلا وطنی کی صورت میں اس کا

ك یہودیوں نے حضرت عبداللہ بن عمر کا ہاتھ اتار دیا تھا جبکہ وہ سوئے ہوئے تھے مگر حضرت عمر نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔

نصف انہیں ملے گا، مگر وادی القریٰ اور تیماء کے یہودیوں کو آپ نے جزیرہ سے جلا وطن نہ کیا، تیماء کے یہودی، اہلِ ذمہ تھے جنہوں نے مسلمانوں سے جزیہ دینے پر صلح کی اور اُن سے جنگ نہ کی، اور وادی القریٰ کے یہودیوں کی جلا وطنی کو ختم کر دیا گیا کیونکہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد کے بموجب وہ وادی میں رہنے کا حق رکھتے تھے۔ واللہ اعلم "

فصل دوم

- جنگ کی تیاری ،
- اصحاب حدیبیہ کے درمیان عام لام بندی ،
- حدیبیہ سے تخلف اختیار کرنے والوں کو، فوج میں شامل کرنے سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار ،
- مدینہ میں مسلمان اور فضۂ کالم ،
- مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے خیبر کی تیاری ،
- یہودیوں کا مسلمانوں کے خلاف غطفانیوں سے مدد طلب کرنا ،
- رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا غطفانیوں کے غیر جانبداری اختیار کرنے کی صورت میں خیبر کے پھلوں کی پیشکش کرنا اور ان کا انکار کرنا ،
- غطفانیوں کا یہود کو چھوڑ کر اچانک اپنے علاقہ میں واپس آنا ،
- دونوں متحارب قوتوں کے درمیان ہر چیز میں خوفناک تفاوت ،
- خیبر کے دفاعی منصوبے میں یہود کے لیڈروں کے درمیان اختلاف ،
- ایک یہودی لیڈر کا مدینہ پر حملہ کرنے کی تجویز پیش کرنا ،

خیبر کی فتح کے متعلق اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں سے وعدہ

ہم نے اپنی کتاب "صلح حدیبیہ" میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ وہ عنقریب خیبر کو فتح کرکے

بہت سے غنائم حاصل کریں گے ، مشرکین مکہ کے ساتھ تاریخی صلح کے معاہدہ کے بعد، حدیبیہ سے واپس آتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی۔

وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا فعجل لکم ھذا [1]

کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنائم کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ جلد ہی دے دی یعنی فتح خیبر [2] ، یہی بات اصحاب مغازی اسیر نے بھی بیان کی ہے۔

یہ وعدۂ الٰہی مسلمانوں کی تسلی اور ان کے عزائم کی مضبوطی کے لئے تھا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی، خیبر کے فتح ہونے اور اس کے وسیع سبزہ زاروں اور باغوں کے مال غنیمت ہونے میں شبہ نہیں ہوا ، یہ ان کے اس ثبات و وقوف کا بدلہ ہے جو انہوں نے خوشحالی اور تنگدستی کے زمانے میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑے ہو کر دکھایا ، نیز اللہ تعالیٰ نے انہیں اس نفسیاتی تکلیف سے تسلی دینے کے لئے فتح خیبر کا وعدہ دیا جو انہیں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس شرط کے قبول کرنے کی وجہ سے پہنچی تھی جس کے بموجب انہیں حدیبیہ کے سال مسجد الحرام سے روک دیا گیا تھا،

خیبر کی جنگ سے مسلمانوں کا خوش ہونا

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے صحابہؓ میں خیبر پر حملہ کرنے کے لئے لام بندی کا اعلان کیا تو مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ، کیونکہ وہ جہاد کے بہت آرزومند تھے اور یہ وہ واحد راستہ ہے جس پر چل کر انسان شہادت پاکر اللہ تعالیٰ کے ہاں اعلیٰ درجات حاصل کر سکتا ہے۔

تخلف اختیار کرنیوالوں کو فوج میں قبول نہ کرنا

ہماری پانچویں کتاب صلح حدیبیہ میں بیان ہوا ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ جا کر عمرہ کرنے کا عزم کیا تو آپ نے تمام مسلمانوں سے جو شہروں اور دیہات میں رہتے تھے مطالبہ کیا کہ وہ اس عمرہ

---

[1] الفتح ۲۰۔

[2] اس آیت کی تفسیر کے لئے دیکھئے ، ابن کثیر، کشاف ، طبری اور تفسیر شوکانی ، دیکھئے مغازی الواقدی جلد ۲ صفحہ ۶۲۱،

کے سفر میں آپ کی مصاحبت اختیار کریں اور آپ نے منادی کو اس بات کے اعلان کرنے کا حکم بھی دیا، مگر باوجود اس بات کے، کہ اس زمانے میں مسلمانوں کی بہت کثرت تھی پھر بھی اس ندائے نبویؐ پر آپ کے تھوڑے سے وفادار صحابہ نے لبیک کہا اور انہی چندہ لوگوں کے متعلق جبکہ وہ درخت تلے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر رہے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا اعلان فرمایا، فرماتا ہے،

لقد رضی اللّٰہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔[1]

ان چندہ لوگوں کی تعداد چودہ سو تھی۔ مگر منافقین مدینہ اور کمزور ایمان اعراب کی تعداد بہت تھی، انہی لوگوں کا نام اللہ تعالیٰ نے مخلّفین (تخلف اختیار کرنے والے) رکھا ہے......

انہوں نے آپ کی مدد نہ کی اور جس روز آپ نے عمرہ کی ادائیگی کے لئے اعلان کیا انہوں نے اس تاریخی سفر میں آپ کی مصاحبت اختیار نہ کرنے کا فیصلہ کیا، کیوں کہ ان کے بیمار ذہنوں میں یہ بات راسخ ہو چکی تھی کہ اس سفر میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو، شدید پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور انہیں قریش کے ساتھ ایک جنگ بھی پیش آئے گی جو اس وقت مسلمانوں سے حالتِ جنگ میں تھے، جب ان منافقین کے اندر ایمان کی کوئی رمق موجود ہی نہ تھی تو مومنین صادقین کے برعکس، جنہوں نے اپنے نبی کی آواز پر لبیک کہا اور متوقع خطرات کے باوجود آپ کے ساتھ جانے کا فیصلہ کیا، ان کے دلوں سے قربانی کرنے اور راہِ خدا میں خطرات پر سوار ہو جانے کا داعیہ ختم ہو گیا، ہم نے اپنی پانچویں کتاب صلح حدیبیہ میں بیان کیا ہے کہ مدینہ اور اعراب کے منافقین (اپنے آپ کو ان خطرات سے بچانے کے لئے جو عمرہ کے اس سفر میں رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو پیش آنے والے تھے) مختلف جھوٹے عذر کر کے سستی کرنے لگے اور ایمانی قافلے سے پیچھے رہ گئے...... ان عذرات میں ایک یہ عذر بھی تھا کہ اہل و مال میں ان کی مشغولیت انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ اس سفر میں آپ کے ساتھ جائیں یہ ایک باطل عذر تھا جسے قرآن نے جھوٹا کہہ کر رد کر دیا ہے۔ فرماتا ہے،

سیقول لک المخلفون من الاعراب شغلتنا اموالنا و اھلونا
فاستغفر لنا یقولون بالسنتھم ما لیس فی قلوبھم،

---

[1] الفتح - ۱۸ -

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بیمار دلوں کے ظنون کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

بل ظننتم أن لن ینقلب الرسول والمؤمنون الی اھلیھم أبداً

وزیّن ذلك فی قلوبکم وظننتم ظن السوء وکنتم قوماً بوراً سلہ

اس عدم نصرت اور بہانہ سازی کے باوجود، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی بلکہ انہیں مشہور بھی نہ کیا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن میں ان کے اس بُرے قصہ کا ذکر کیا ہے،

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ، عمرہ کی ادائیگی کے لئے مدینہ سے چل پڑے اور انہیں بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد سے اُن کی تائید کی، اور وہ سب سے بڑی ادبی سیاسی اور عقائدی کامیابی حاصل کر کے صحیح سالم واپس لوٹے جیسا کہ ہم نے اس سلسلہ کی پانچویں کتاب صلح حدیبیہ میں اس کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، حدیبیہ سے مسلمانوں کی واپسی کے بعد، اور حدیبیہ کی تاریخی صلح پر دستخط کرنے کے بعد، ان کی ہیبت اور ان کی حکومت کی عظمت بڑھ گئی، اور انہوں نے قریش کو اپنی ہیبت کے باعث انہیں تسلیم کرنے اور معاہدہ صلح کرنے پر مجبور کر دیا جس کے بموجب ۱۰ سال تک جنگ موقوف ہوگئی جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ میں خیبر پر حملہ کرنے کی تیاری کا اعلان کیا تو ان مخلّفین نے (تخلّف اختیار کرنے والوں نے) رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور آکر اپنی اس شدید خواہش کا اظہار کیا کہ وہ خیبر پر حملہ کرنے والے لشکر میں شامل ہونا چاہتے ہیں اور جہاد کے شرف میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونا چاہتے ہیں لیکن حقیقت میں اس خواہش کے اظہار سے ان کا مقصد، شرف جہاد کو حاصل کرنا نہ تھا، جیسا کہ حضور علیہ السلام کے ان اصحاب کا تھا جنہوں نے عمرۂ حدیبیہ میں آپ کی مصاحبت اختیار کی تھی۔ .... ان مخلّفین کا مقصد، ان عظیم غنائم کے حصول میں شریک ہونا تھا جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے خیبر میں مومنین سے کیا تھا، اور ان مخلّفین کو یہ یقین ہوگیا تھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ اس جنگ میں لامحالہ کامیاب ہوں گے، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو، ان مخلّفین کے مقاصد کے متعلق بھی آگاہ کر دیا تھا کہ جنگ خیبر میں انہوں نے شمولیت کے لئے جس رغبت کا اظہار کیا ہے اس کے مقاصد کیا ہیں، ان کے مقاصد، صرف مادی اور دنیوی تھے جو جہاد کی نیت اور راہِ خدا میں شہادت حاصل

کرنے سے بہت دُور تھے، رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنگ میں ان کی شرکت سے انکار کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی حقیقت کو واشگاف کر دیا تھا اور اپنے نبی کو حکم دیا تھا کہ وہ انہیں خیبر پر حملہ کرنے والے لشکر میں شمولیت کرنے سے روک دیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

سیقول المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم لتاخذوھا ذرونا نتبعکم یریدون ان یبدلوا کلام اللہ قل لن تتبعونا کذلک قال اللہ من قبل فسیقولون بل تحسدوننا بل کانوا لا یفقھون الا قلیلاً۔ [1]

اس حکم الٰہی کو نافذ کرنے کے لئے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ خیبر میں یہودیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے آپ کے ساتھ اصحاب شجرہ ہی شریک ہو سکیں گے جو حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے اور ان کی تعداد چودہ سو تھی، اور جو لوگ حدیبیہ سے پیچھے رہ گئے تھے جب وہ جنگِ خیبر میں شرکت کی اجازت حاصل کرنے کے لئے آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے انہیں فرمایا اگر تم جہاد کی رغبت کے باعث میرے ساتھ جانا چاہتے ہو تو چلو اور اگر غنیمت حاصل کرنے کی نیت ہے تو ایسا نہیں ہوگا، اور سیرۃ حلبیہ میں ہے کہ آپؐ نے منادی کو اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جو لوگ حدیبیہ کے سال پیچھے رہ گئے تھے اور وہ خیبر کی طرف خروج کرنے میں آپؐ کے ساتھ جانے کی خواہش رکھتے ہیں انہیں خیبر کی غنائم سے کچھ نہیں ملے گا، معلوم ہوتا ہے کہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس اعلان سے یہ مقصد تھا کہ ان مخلفین کا امتحان لیا جائے اور ان میں سے جھوٹے اور سچے کی پہچان کی جائے، انہوں نے اس تاریخی سفر میں جو عملاً خطرات سے گھرا ہوا تھا، رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ کر ثابت کر دیا کہ وہ ایمان و یقین کے اس معیار پر نہیں ہیں جو انہیں خوشحالی اور تنگدستی اور خوشدلی اور ناپسندیدگی میں رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑا ہونا ضروری قرار دے، یہ بات بغیر کسی شک و شبہ کے واضح ہے کہ حدیبیہ کے سال ان کے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہنے کا باعث فقط یہ خوف تھا کہ اس سفر میں مسلمانوں کو قریش کے ساتھ ایک تباہ کن جنگ پیش آئے گی اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو اس طرف لگا لیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نہیں ہیں مگر جب انہیں یقین ہو گیا کہ بغیر کسی تاوان کے

---

[1] - الفتح - ۱۵۔

انہیں غنیمت حاصل ہوگی تو وہ اس سفر میں ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوگئے یہ صفات ان موقع پرستوں کی ہوتی ہیں جو منافقین کے باطنی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ لوگ ان کے پیشرو تھے یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی سچی خواہش کے بغیر ان کو خیبر پر حملہ کرنے والے لشکر میں شامل ہونے سے روک دیا اور اس کی سچائی کی دلیل صرف یہ ہوگی کہ جب وُہ خیبر کے یہودیوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوگا تو اس کا غنیمت میں کوئی حصہ نہ ہوگا...... نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح طور پر ان مخلفین کو یہ بات پہنچا دی کہ آپ نے ان کو حدیبیہ کے سال تخلف اختیار کرنے پر ملامت کرنے کی وجہ سے خیبر جانے والے لشکر میں شامل ہونے سے روکا ہے، اور اس شخص کے لئے جس کی اللہ تعالیٰ نے اصلاح کر دی ہو، یہ بات بطور آزمائش کے بھی ہے، ہمارے علم کے مطابق ان مخلفین میں سے کسی ایک آدمی نے بھی اس بات کو قبول نہ کیا کہ غنیمت میں اس کے حصے کو ساقط کر دیا جائے اور وہ مخلصانہ رنگ میں جہاد کی نیت سے جیش نبویؐ میں شامل ہوا ہو' .... یہی وجہ ہے کہ خیبر کے معرکوں میں اصحاب شجرہ کے سوا، جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے اور جن کی تعداد چودہ سو تھی اور کوئی آدمی شامل نہیں ہُوا،

جیش میں عورتوں کی شمولیت

ہاں رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی بیس عورتوں کو جانبازوں کی مدد کے لئے زخمیوں کو پانی پلانے اور جنگ کے دوران کھانا وغیرہ پکانے کے لئے فوج کے ساتھ جانے کی اجازت دی ان مستورات میں رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ' حضرت اُم سلیم، حضرت اُم عطیہ انصاریہ اور حضرت اُم عمارہ شامل تھیں، ان میں سے ایک عورت کی روایت ہے کہ میں نے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسُول اللہ، کچھ عورتوں نے آپ کے ساتھ خروج کا ارادہ کیا ہے ہم مقدور بھر مسلمانوں کی مدد کریں گی، تو آپ نے فرمایا اللہ کی برکت سے شامل ہو جاؤ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ سب عورتیں حدیبیہ میں موجود نہ تھیں لیکن انہیں مخلفین میں بھی شمار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس سفر میں مصاحبت رسولؐ کا حکم ان کے لئے نہ تھا بلکہ صرف مردوں کے لئے تھا اس لئے ان کو مخلفین میں شمار کرنا ممکن ہی نہیں .... یہی وجہ ہے کہ آپ نے غزوہ خیبر میں انہیں شمولیت اختیار

کرنے سے نہیں روکا، اس جنگ میں آپؐ کی بیویوں میں سے آپؐ کے ساتھ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں،

صحیح جمہوریت کا نمونہ

اب مدینہ میں صرف وہی یہودی باقی رہ گئے تھے جو بنی قریظہ کے غداروں کے ساتھ شامل نہ تھے اور نہ ہی یہ سزا یافتہ تھے کیونکہ غداری میں ان کا کوئی ہاتھ نہ تھا........ یہی وجہ ہے کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں جلاوطن کرنے، قتل کرنے اور نہ ہی قید کرنے کی سزا دی اور یہ لوگ مدینہ میں مسلمانوں کے تحفظ میں آزادانہ طور پر زندگی بسر کرتے رہے، مگر مسلمانوں کے اس عادلانہ سلوک کے باوجود بھی ان کی خواہشات یہودِ خیبر کے ساتھ ہی تھیں بلکہ یہ لوگ مدینہ کے اندر اعلانیہ طور پر پارٹی بننے اور تعصب اختیار کرنے سے بھی نہ ڈرے، واقدی اپنی کتاب المغازی جلد ۲ صفحہ ۶۳۴ پر بیان کرتا ہے کہ بنی قریظہ کی تادیب کے بعد، مدینہ کے بقیہ یہودی مسلمانوں کے تحفظ میں رہے لیکن جب انہیں یہ پتہ چلا کہ مسلمان، خیبر سے جنگ کرنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں تو ان پر یہ بات شاق گذری، کیونکہ انہیں یقین تھا کہ خیبر پر مسلمانوں کے قابض ہو جانے کا مقصد جزیرہ میں داخل یہودیوں کے وجود کا خاتمہ ہے .... پس یہودِ خیبر کے متعلق ہمدردی، اور خیبر پر حملہ کرنے کے عزم کی وجہ سے مسلمانوں پر ناراضگی کے اظہار میں انہوں نے کسی چیز کو مانع نہ پایا۔

یہود کا مسلمانوں کو تنگ کرنا

یہود بڑے صاحبِ ثروت لوگ تھے اور مسلمان مالی کمزوری کی وجہ سے ان سے قرض لیتے تھے، مسلمانوں میں سے کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہ تھا جو مدینہ کے کسی یہودی کا مقروض نہ ہو، یہودیوں نے، یہودِ خیبر کے مفاد کے لئے اس بات سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کو جنگ سے روکنے کے لئے فوراً یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ وہ اپنے قرضوں کی فوری ادائیگی کریں، واقدی، المغازی جلد ۲ صفحہ ۶۳۴ پر بیان کرتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی جو آپ کے ساتھ جنگ میں شریک تھا بیان کرتا ہے کہ جب ہم نے خیبر جانے کے لئے تیاری کر لی، تو مدینہ کے تمام یہودیوں نے، جس جس مسلمان سے کچھ لینا تھا اس کا مطالبہ شروع کر دیا۔ ابوشحم (ایک یہودی تھا) نے عبداللہ بن حدرد اسلمی سے جو کے پانچ درہم لینے تھے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لئے خریدے تھے، اس نے عبداللہؓ سے مطالبہ کیا تو اس نے جواب دیا کہ مجھے کچھ مہلت دو، مجھے امید ہے کہ میں انشاء اللہ تمہارا قرض ادا کر دوں گا،

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے وعدہ کیا ہے کہ وہ خیبر میں انہیں مالِ غنیمت دے گا، عبداللہ بن ابی حدرد ان لوگوں میں شامل تھا جو حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے، اس نے ابوشحم سے کہا ہم حجاز کے سبزہ زار یعنی خیبر کے طعام اور اموال کی طرف جا رہے ہیں، ابوشحم نے حسد اور سرکشی اختیار کرتے ہوئے کہا تمہارے خیال میں خیبر کی جنگ اس طرح ہوگی جس طرح تم اعراب کے ساتھ کرتے ہو، وہاں پر دس ہزار جانباز ہیں، ابن حدرد نے کہا اے خدا کے دشمن تو ہمیں، ہمارے دشمن سے ڈراتا ہے حالانکہ تو ہماری پناہ اور حفاظت میں ہے خدا کی قسم میں تجھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا پھر میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ کیا آپ نے سُنا کہ یہ یہودی کیا کہتا ہے، اس کے بعد میں نے آپ کو وہ بات بتائی جو ابوشحم نے کہی تھی، آپ بات سُن کر خاموش ہوگئے اور اُسے کچھ جواب نہ دیا، مگر میں نے آپ کو لب ہلاتے دیکھا لیکن اور کوئی بات نہ سُن سکا، یہودی نے آپ سے کہا اے ابوالقاسم اس شخص نے مجھ پر ظلم کیا اور میرے حق کو روکا اور میرا کھانا لے لیا، آپ نے فرمایا اس کا حق اسے دے دو، عبداللہ کہتا ہے کہ میں نے باہر آکر اپنا ایک کپڑا تین درہم میں فروخت کر دیا اور اس کا بقیہ حق بھی کسی سے رقم لے کر ادا کر دیا اور دوسرے کپڑے کو میں نے پہن لیا، میرے پاس ایک عمامہ تھا جس سے میں گرمی حاصل کرتا تھا، دوسرا کپڑا مجھے سلمہ بن اسلم نے دیا تو میں دو کپڑوں میں مسلمانوں کے ساتھ نکلا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مالِ غنیمت دیا، مجھے غنیمت میں ایک ایسی عورت ملی جو ابوشحم کی رشتہ دار تھی میں نے اُسے مال کے عوض اس کے پاس فروخت کر دیا۔[1]

لمحۂ فکریہ کسی منصف انسان کے لئے (خواہ وہ کسی بھی دین و مذہب سے تعلق رکھتا ہو) ممکن ہی نہیں کہ وہ اس واقعہ پر غور و فکر کئے بغیر آگے گذر جائے تاکہ وہ عدل و حریت اور صحیح جمہوریت کی مزید روشن مثالوں کو دیکھ سکے حتیٰ کہ ان لوگوں کے ساتھ بھی جو دینِ اسلام کے پیروکار نہیں، اور یہ وہ بات ہے کہ جس کی انتہا کو دنیا کا کوئی قانون اس وقت تک نہیں پہنچا، یہ ابوشحم یہودی، اسلام کے احکام کے تحت اس کی حکومت کے زیرِ سایہ رہ رہا تھا جس نے اُسے کامل آزادی دے رکھی تھی کہ وہ دارالاسلام میں رہتے ہوئے اور اس کی حکومت کے تحت، ——— ایسے حالات میں جو مسلمانوں کے لئے ہنگامی اور جنگی حالات تھے ——— تعصب کی حد تک خیبر کے یہودیوں کی تائید اور ہمدردی کرے حالانکہ وہ اُن مسلمانوں کے ساتھ جنگ

---

[1] جنگ میں قیدی بنانے کے متعلق اسلامی نقطہ نظر کی تفاصیل ہماری کتاب غزوۂ بنی قریظہ ص۲۸۳ زیرِ عنوان اسلام اور غلامی میں دیکھئے۔

کرنیوالے دشمن تھے، جن کی حکومت کے زیر سایہ اور ہاتھوں میں ابوشحم رہ رہا تھا اور وہ اُسے جو سزا دینا چاہتے، دے سکتے تھے اور اسے کوئی بھی بچا نہ سکتا تھا، لیکن ہُوا کیا؟ اس یہودی نے، ان مسلمانوں کی فوج کا مذاق اڑایا جن کی حفاظت اور حکومت کے ماتحت یہ رہ رہا تھا اور خیبر کے یہودیوں کی فوج کو بڑا طاقت ور قرار دیا اور مسلمانوں پر ان کے فتح پانے کی تمنا کی، اور ان کی تعداد اور تیاری سے انہیں ڈرایا یہاں تک کہ اس نے ایک مسلمان فوجی کو غصّہ دلا دیا اور جب اس سپاہی نے اس کا معاملہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا تو آپؐ نے اس یہودی کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی بلکہ شکایت کرنے والے سپاہی کو حکم دیا کہ اس یہودی کا قرضہ ادا کر دو، کیا اس دور کے جمہوریت کے دعویدار (خواہ وہ مشرقی ہوں یا مغربی) اپنے عقیدہ اور مذہب کے مخالف کے ساتھ جو ان کی حکومت کے ماتحت رہ رہا ہو اس قسم کا سلوک کر سکتے ہیں جیسا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوشحم یہودی کے ساتھ کیا، خصوصاً اس حالت میں جب اس مخالف نے ابوشحم کی طرح کا جُرم بھی کیا ہو،

میں خیال بھی نہیں کر سکتا (خصوصًا اشتراکی بلاک کے جمہوریت کے دعوے داروں سے) کہ وہ اپنے مخالف کے ساتھ اس قسم کا شریفانہ سلوک کر سکیں گے جیسا سلوک اسلام کے حکیمانہ نظام نے اس یہودی سے کیا ہے،

مدینہ کے یہودی اور مسلمانوں کی جاسوسی

یثرب کے یہودیوں نے صرف یہودِ خیبر کے لئے ہمدردی اور تعصب کا اظہار ہی نہیں کیا، بلکہ انہوں نے خیبر کے یہودیوں کے لئے جاسوسی کی بھی جرأت کی، انہوں نے اشجع قبیلے کے ایک بدّو کو کرائے پر حاصل کر کے خیبر کے یہودیوں کی طرف، اسلامی لشکر کی ضروری معلومات دے کر بھجوایا اور ان سے مسلمانوں کے سامنے ڈٹ جانے کا مطالبہ کیا، یہ جاسوس، اسلامی فوج کی گشتی پارٹی کے ہتھے چڑھ گیا جس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی. انشاء اللہ،

جنگِ خیبر میں پوشیدگی سے کام لینا

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (جیسا کہ اکثر دُور کی جنگوں میں آپؐ کا دستور تھا) جنگ خیبر میں توریہ سے کام نہیں لیا بلکہ

اعلانیہ عام تیاری کی اور لوگوں کو بتایا کہ آپؐ خیبر سے جنگ کرنا چاہتے ہیں اور شاید رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تادیبی حملوں کے بعد، جو آپؐ نے پڑوسی بُت پرست اعراب پر کر کے ان کی شوکت کا کانٹا نکال دیا، ان کی وجہ سے مسلمان مدینہ میں کسی حملہ سے بے خوف ہو کر زندگی بسر کر رہے تھے .... اور اب مسلمان جو خیبر پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہوئے تو یہ کوئی راز نہ تھا جسے چھپایا جاتا، کیونکہ خیبر کے یہودی (جب انہوں نے احزاب سے ساز باز کر کے ہجرت کے چوتھے سال مدینہ پر ناکام ظالمانہ حملہ کیا تھا) توقع رکھتے تھے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کو خیبر میں ان کے گھروں میں منتقل کر دیں گے اس لئے وہ مسلح دستے کھڑے کر کے اور قلعوں کو مضبوط کر کے اور انہیں متوقع حملے کے پیش نظر، بھرپور، جنگ کی تیاری کر رہے تھے، نیز صلح حدیبیہ سے مسلمانوں نے قریش کی جانب سے سکون پایا تھا، اور یہ امر مستبعد نہیں کہ یہودیوں نے جیش نبوی کی نقل وحرکت کو دیکھنے کے لئے ان راستوں پر جو مدینہ کی طرف سے خیبر کو جاتے ہیں جاسوس بھیجے ہوں اور بالفعل یہ بات ہوتی بھی اس کی تفصیل آئندہ آئے گی انشاءاللہ،

یہُود کا ففتھ کالم ـ منافقین

خیبر کے یہودیوں کو اس بات کی ضرورت نہ تھی کہ وہ جاسوسوں کو مدینہ بھیجیں کہ وہ وہاں کے حقیقی مؤقف کی خبر ان تک پہنچائیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کب اور کیسے اپنی فوج کے ساتھ مارچ کرنے کا عزم رکھتے ہیں، پس باطنی منافقین جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے اور مسلمانوں کے درمیان رہتے تھے، وہ مدینہ میں مسلمانوں کی صفوں میں رہتے ہوئے خیبر کے یہودیوں کے لئے ففتھ کالم کے طور پر کام کرتے تھے، یہ منافقین (آفتاب اسلام کے طلوع سے لے کر اس کی شعاعیں مدینہ پہنچنے تک) مدینہ میں یہودیوں کے ساتھ مل کر، اسلام اور مسلمان دشمنی میں ایک قومی محاذ بنے ہوئے تھے یہودی، مُسلمانوں کے ساتھ کھُلی کھُلی دشمنی رکھتے تھے اور منافقین ان یہودیوں کے پیچھے ایک خفیہ مددگار طاقت تھے .... جو انہیں مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے برانگیختہ کرتے اور ان کے بازو مضبوط کرتے بلکہ اگر ممکن ہوتا تو کھلم کھُلا ان کی ادبی اور مالی امداد کے لئے دستِ تعاون بھی دراز کرتے اور اگر کھُلم کھُلا مدد کرنا ممکن نہ ہوتا تو خفیہ طور پر مدد دیتے، منافقین کے اس ففتھ کالم نے جب تک ان کا وجود مدینہ میں رہا

یہودیوں کے ساتھ موافقت کرکے، مسلمانوں کے لئے بہت سی پریشانیاں اور الجھنیں پیدا کردیں، تاریخ بتاتی ہے کہ جب بھی مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان کوئی اختلاف رونما ہوا، کس طرح ان منافقوں نے یہود کی تائید اور ہمدردی کی، اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ منافقین کس طرح بنو قینقاع کے یہودیوں کو مسلمانوں کے خلاف تمرد و سرکشی اختیار کرنے اور حملہ کرنے کے لئے اُکساتے تھے، اور کس طرح انہوں نے بنی نضیر کے یہودیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتباہِ جلاوطنی کے متعلق یہ ترغیب دی کہ وہ اس کو قبول نہ کریں اور جب یہودیوں نے عہد شکنی کا ارتکاب کیا تو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی تادیب کے لئے ان کا محاصرہ کرلیا اور تقریباً نصف ماہ کے مسلسل محاصرہ کے بعد، ان یہودیوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے .... اور ان منافقین کے ففتھ کالم کی شدید گھبراہٹ اس موقع پر مخفی نہ رہ سکی اور بنو قینقاع کے یہودیوں کے انجام پر، جن کا متمرد اور عہد شکن غداروں کی طرح موت انتظار کررہی تھی جو بالجبر اطاعت پر مجبور ہوئے تھے، ان کی گھبراہٹ اور خوف پوشیدہ نہ رہ سکا، بنو قینقاع کے انجام پر سب سے زیادہ گھبراہٹ اور خوف ان منافقین کے سردار، عبداللہ بن ابی بن سلول کو ہوا، جسے خوف نے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور یہ التماس کرے کہ آپ ان یہودیوں کے خون کی حفاظت کریں، یہ منافق، خزرج کے سرداروں میں سے تھا اور ان یہودیوں کا حلیف تھا، رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منافق کی درخواست پر ان یہودیوں کے خون معاف کردیئے، اس نے اپنی درخواست میں رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور تنگ کرنے کی حد تک سفارش پر زور لگایا، جب اس نے دیکھا کہ آپ اس کی درخواست کو قبول نہیں کررہے تو اس نے آپ کی زرّہ کو پکڑ کر کہا خُدا کی قسم جب تک آپ میرے حلیفوں سے حُسنِ سلوک نہیں کریں گے میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا، اس پر آپ نے اُسے فرمایا جو تو کہتا ہے اس کے مطابق ان سے سلوک کیا جائے گا،

بنو نضیر اور ففتھ کالم

اور شاید منافقین کے ففتھ کالم اور ان کے دوست یہودیوں کے درمیان، قربت اور ہمدردی کا سب سے نمایاں کردار وُہ ہے جو ان منافقین نے بنی نضیر کے یہودیوں کے فتنہ کے واقعات میں دکھایا، جو عبداللہ بن ابی اور اس کی جاسوس باطنی پارٹی کے دوست خیال کئے جاتے تھے جب

سازشِ قتل کے انکشاف کے بعد، جو ان یہودیوں نے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے کی تھی، آپؐ نے مدینہ میں یہودیوں کا محاصرہ کیا، تو قریب تھا کہ یہ یہودی اس انتباہِ جلا وطنی کو قبول کر لیتے جو آپؐ نے انہیں کہا تھا، مگر ففتھ کالم کے لیڈر عبداللہ بن ابی بن سلول نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ مسلمانوں کے سامنے ڈٹے رہو اور ان کے انتباہ کو قبول نہ کرو نیز اس نے ان سے یہ وعدہ بھی کیا کہ وہ اور اس کی باطنی پارٹی اور ان کے بُت پرست حلیف، مسلمانوں کی مخالفت میں، ان کے ساتھ ہوں گے جب بنو نضیر کے یہودیوں کی مقاومت جواب دے گئی اور انہوں نے مسلمانوں کی عائد کردہ شرطِ جلا وطنی کو قبول کر لیا اور یہ یہود، خیبر میں آکر اپنے بھائیوں کیساتھ رہنے لگے تو بھی مدینہ کے منافق دوستوں کے ساتھ ان کے مضبوط تعلقات قائم رہے اور یہ منافقین، مسلمانوں کی صفوں کے اندر، خیبر کے یہودیوں کے لئے ففتھ کالم کی کارروائیاں کرنے لگے اور مسلمانوں کی جاسوسی کرنے لگے اور مسلمانوں کے ان رازوں کو خیبر میں منتقل کرنے لگے جن کو جاننے کے لئے یہود بے چین تھے،

منافقوں کے سردار نے مسلمانوں کی جنگ کے متعلق یہود کو خبر دے دی

اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ جب رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر حملہ کرنے کا عزم کیا تو عبداللہ بن ابی نے بسرعت تمام خیبر کے یہودیوں کو اس کے متعلق اطلاع دے دی اور ان سے کہا کہ وہ جنگ کے لئے تیار ہو جائیں اور حفاظتی تدابیر اختیار کر لیں، اور اس کے ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کی فوج کی کمزوری اور یہودی افواج کی قوت کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے لگے، یہ بات اس ارجنٹ خط میں پائی جاتی ہے، جسے عبداللہ بن ابی نے اپنے ایک مددگار کو دے کر خیبر میں بھیجا،

اس خط کا مضمون یہ تھا۔

"محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تمہاری طرف آنے والے ہیں اپنے بچاؤ کی تدابیر کر لو اور اپنے اموال کو، اپنے قلعوں میں داخل کر لو، اور آپؐ سے جنگ کے لئے میدان میں آ جاؤ اور اُن سے بالکل خوفزدہ نہ ہو، تمہاری تعداد بہت ہے اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی قوم بہت تھوڑی ہے اور بے ہتھیار ہے ان کے پاس صرف تھوڑے سے ہتھیار ہیں" [1]

---

[1] سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص ۱۵۷۔

مقابلہ کیلئے یہود کی تیاری

خیبر کے یہودی، جب سے غزوۂ احزاب میں ناکام ہوئے تھے کیونکہ یہ غزوہ ہجرت کے چوتھے سال یہود کے اشارے اور تدبیر سے ہی ہوا تھا۔۔۔۔ انہیں توقع تھی کہ مسلمان ایک ہمہ گیر حفاظتی جنگ کے ذریعہ ان کی گوشمالی کے لئے ضرور کھڑے ہوں گے اس لئے وہ عموماً مقابلہ کے لئے تیاری کرتے رہتے تھے مگر انہیں قطعی طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جنگ کے لئے کب مارچ کریں گے، ہاں انہیں اپنے منافق کارندوں کے ذریعہ مسلمانوں کی طاقت کے متعلق دقیق تفاصیل معلوم ہو چکی تھیں اور انہوں نے وسیع پیمانے پر مقابلہ کے لئے تیاری شروع کر دی تھی، انہوں نے اپنی تمام فوجی طاقتوں کو جمع کر لیا اور جنگ کے مقابلہ کے لئے ضروری اقدامات بھی کر لئے، یہودِ خیبر کی مسلسل جنگی تیاریوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ باوجود مسلمانوں پر ہر طرح کی مادی برتری کے ان کا اساسی منصوبہ صرف دفاعی تھا، مزید یہ کہ ان کے مضبوط اور مستحکم قلعوں نے انہیں مزید قوت و طاقت بخش دی تھی، انہوں نے تمام اگلے قلعوں کو عورتوں اور بچوں سے خالی کروا کر، انہیں پچھلے قلعوں میں بھجوا دیا، محاذ آرائی کے منصوبے کے فیصلے کے بموجب جب مسلمان قلعوں کی فرنٹ لائن کو تباہ کر دیں تو پچھلے قلعے دُوسری دفاعی لائن ہوں، انہوں نے ان قلعوں میں مسلح دستوں کے سوا، کسی کو رہنے کی اجازت نہ دی، قلعوں کے میدان اور بُرج مسلح جوانوں سے بھرے ہوئے تھے اس طرح انہوں نے دُوسری دفاعی لائن میں غذائی مواد کا بڑا ذخیرہ منتقل کر دیا تاکہ متوقع محاصرہ کے وقت ان کے کام آئے۔

منصوبہ بندی میں قائدینِ یہود کا اختلاف

یہودی قائدین نے جب محسوس کیا کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ ان کی طرف چل پڑے ہیں تو انہوں نے ایک فوجی میٹنگ بلائی جس میں اسلامی فوج کے مقابلہ کے لئے بہترین منصوبوں پر تبادلۂ خیال کیا، اس بحث کے دوران، یہود کے لیڈر تین گروپوں میں تقسیم ہو گئے، ایک گروپ کی رائے یہ تھی کہ یہودی قلعہ بند ہو کر، فصیلوں کے پیچھے سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں اور اس کی دلیل وہ یہ دیتے تھے کہ اس سے مسلمان بالآخر تنگ آکر،

محاصرہ چھوڑ دیں گے اور قلعوں کی مضبوطی اور ان میں جانبازوں کی موجودگی کی وجہ سے ان میں داخل نہ ہو سکیں گے، دُوسرے گروپ کی رائے یہ تھی کہ خیبر کے یہودی قلعوں سے باہر، میدان میں مسلمانوں کا مقابلہ کریں اور قلعہ بند ہونے کی بجائے، مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ کریں، دوسرے گروپ کا لیڈر حارث تھا جس کا لقب ابوزینب تھا اور وہ مشہور شہسوار مرحب کا بھائی تھا اور یہ دونوں قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتے تھے، ابوزینب[1] نے اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ جو لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں قلعہ بند ہوئے، وہ ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکے اور انہیں ان کا حکم ماننا پڑا، جن میں سے کچھ قید ہوئے اور کچھ باندھ کر قتل کر دیئے گئے پھر ابوزینب نے اپنے لیڈر ساتھیوں کو اپنے جرأت مندانہ نظریہ کو قبول کرنے پر رضامند کرنے کے لئے قلعوں سے باہر مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کے فوائد کو مفصل طور پر بیان کیا مگر لیڈروں نے اس کی تجویز کو رد کر دیا اور اس کا کوئی جواب نہ دیا اور قلعہ بند ہو کر فصیلوں کے پیچھے سے مسلمانوں کے مقابلہ کی تجویز کی تائید کی اور کہنے لگے اے ابوزینب ! ہمارے قلعے ان قلعوں کی طرح نہیں ہیں، یہ قلعے مضبوط اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہیں پھر انہوں نے ابوزینب کی مخالفت کی۔

تیسرے گروپ کی تجویز حارث اور ابوزینب سے بھی بڑھ کر جرأت مندانہ تھی، اس کی تجویز یہ تھی کہ خیبر کے قلعوں سے باہر مسلمانوں سے ملاقات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ مدینہ میں جا کر اُن سے جنگ کی جائے اور خیبر کی طرف مارچ کرنے سے قبل ہی ان کو وہیں پر مارا جائے، اس گروپ کا لیڈر سلام بن مشکم نضری تھا جو خیبر میں موجود یہودی فوجوں کا سالار عام تھا اور جسے اس دور میں یہود کا جنگ باز کہا جاتا تھا،

مورخین نے بیان کیا ہے کہ سلام بن مشکم نے اپنی ایک میٹنگ میں (حیی بن اخطب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جس کی وجہ سے یثرب کے یہودیوں اور خصوصاً بنی قریظہ پر مصیبت نازل ہوئی) کہا یہ سب کارروائی حیی بن اخطب کی ہے جس نے ہمیں سب سے پہلے منحوس بنایا اور ہماری رائے کی مخالفت کر کے ہمیں اپنے اموال اور ہمارے شرف سے محروم کیا اور ہمارے

---

[1] ابوزینب، ناعم کے دروازے کے پاس مبارزت میں قتل ہوا، یہود کے عظیم لیڈروں میں سے یہ پہلا مقتول تھا جسے حضرت علی بن ابوطالب نے قتل کیا تھا اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ اسے حضرت ابودجانہ نے قتل کیا تھا۔

بھائیوں کا قتل کیا (یعنی بنی قریظہ کو، جنہیں حیی بن اخطب نے دھوکہ دیا اور انہوں نے مسلمانوں سے عہد شکنی کی) اور قتل سے بھی سخت تر یہ بات ہے کہ اس نے ہمارے بچوں کو قید کرا لیا، حجاز میں یہودی کبھی بھی کھڑے نہ ہو سکیں گے اور نہ ہی یہود کا کوئی ارادہ اور لڑائی ہوگی، انہوں نے کہا اے ابو عمر و تیری کیا رائے ہے؟ (ابو عمر اس کی کنیت تھی) اس نے جواب دیا تمہیں میری رائے سے کیا، تم تو اس کے ایک حرف پر عمل نہیں کرتے؟

مدینے سے جنگ کا نظریہ

کنانہ نے کہا (میرے خیال میں یہ ابن ابی الحقیق ہے) یہ ناراضگی کا وقت نہیں، بات جہاں تک پہنچ چکی ہے آپ اسے دیکھ رہے ہیں اس نے جواب دیا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) یثرب کے یہودیوں سے فارغ ہو چکے ہیں اور اب وہ تمہاری جانب آرہے ہیں اور تمہارے صحن میں اتر کر تم سے وہی کچھ کرنے والے ہیں جو کچھ انہوں نے بنی قریظہ سے کیا ہے، انہوں نے کہا اب تمہاری کیا رائے ہے، اس نے جواب دیا، ہم خیبر کے یہودیوں کے ساتھ اس کی طرف چلیں گے ان کی تعداد کافی ہے اور ہم تیمار اور فدک اور وادی القریٰ کے یہودیوں کو بھی ساتھ لے لیں گے اور ہم کسی عرب سے مدد نہیں لیں گے، تمہیں معلوم ہی ہے کہ غزوۂ خندق میں، عربوں نے تمہارے ساتھ کیا کیا تھا حالانکہ تم نے انہیں خیبر کی کھجوروں کے دینے کی شرط کی تھی، انہوں نے عہد شکنی کر کے تمہیں چھوڑ دیا اور واپسی پر انہوں نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے اوس اور خزرج کی کچھ کھجوریں طلب کیں حالانکہ نعیم بن مسعود وہ شخص ہے جس نے ان کے ساتھ مل کر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے متعلق حیلہ کیا تھا، پھر سلام بن مشکم نے، خیبر کی طرف رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مارچ کرنے سے قبل، ان کے ساتھ مدینہ میں جا کر جنگ کرنے کی دعوت کو دہراتے ہوئے کہا کہ پھر ہم اس کے (حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم) صحن میں جا اتریں گے اور پرانے اور نئے کینے کے ساتھ جنگ کریں گے، یہود کے قائدین کی اکثریت سلام بن مشکم کی رائے کی طرف یہ کہتے ہوئے مائل ہو گئی کہ اصل رائے تو یہی ہے، لیکن یہودیوں کے بادشاہ (کنانہ بن ابی الحقیق) نے سلام بن مشکم کے نظریہ کی مخالفت کی اور کہا میں نے عربوں کو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے خلاف بڑے سخت پایا ہے اور ہمارے قلعے بھی یثرب کے قلعوں کی طرح نہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ محمد

(صلے اللہ علیہ وسلم) ہماری طرف کبھی مارچ کر کے نہیں آئیں گے، ابوالحقیق کے معارضہ پر سلام بن مشکم نے ناراض ہو کر ——— اور کنانہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، یہ شخص اس وقت تک نہیں لڑے گا جب تک اس کی گردن سے نہ پکڑا جائے گا اور ایسے ہی ہوا، (کنانہ اور تمام یہودی لیڈر جنگِ خیبر میں قتل ہوئے)۔

خیبر کا نجدی اعراب سے مدد طلب کرنا

خیبر کے یہودیوں کو، اپنے منافق ایجنٹوں اور یہود مدینہ سے جو معلومات حاصل ہوئیں ان سے پتہ چلتا تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے، اس پر خیبر کے یہودیوں نے اپنے قدیم دوستوں اور پڑوسی اعراب نجد سے مدد طلب کرنے میں جلدی کی اور بُت پرست قبائل میں، اپنے لیڈروں کا وفد، دورہ کرنے کے لئے بھیجا تاکہ جیشِ نبوی کے مقابلہ میں ان سے مدد طلب کی جائے کیونکہ دونوں فریق، اُسے اپنا مشترکہ دشمن سمجھتے تھے، یہ وفد چودہ آدمیوں پر مشتمل تھا جس کے لیڈر کنانہ بن ابی الحقیق، خیبر کا نیا بادشاہ اور ھوذہ بن قیس الوائلی تھے، ھوذہ یہود کے سرکردہ لیڈروں میں تھا، اس وفد نے، غطفان کے بُت پرست قبائل کا دورہ کیا اور ان سے مدد طلب کی، غطفان نے مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے اس وفد کو بہت بڑی فوج سے مدد دی، جو خیبر کے یہودیوں سے رابطہ رکھتی تھی،

یہودیوں کے ساتھ اعراب کا، خیبر میں پڑاؤ ڈالنا

ان بُت پرست قبائل نے، یہود کے مطالبہ کے قبول کرنے میں ذرا بھی تردّد سے کام نہ لیا خصوصاً غطفان اور بنی اسد نے، انہوں نے عیینہ بن حصن الفزاری کی قیادت میں، اپنے آدمیوں کے کئی دستے، یہود کی مدد کے لئے غطفان کے قبائل میں بھیجے اور طلیحہ بن خویلد کو بنی اسد میں بھیجا، اس طرح انہوں نے یہود کی مدد کے لئے چار ہزار جانبازوں کو تیار کر کے بھیجنے کا وعدہ بھی کیا، ان دستوں کے آدمیوں نے خیبر کے یہودیوں کے ساتھ ان کے قلعوں میں رابطہ کیا، تاکہ جب مسلمان ان پر حملہ کریں وہ ان قلعوں کے دفاع کی ذمہ داری میں ان کے ساتھ شریک ہو سکیں، کسی مورّخ نے غطفان اور بنی اسد کے ان آدمیوں کی تعداد بیان نہیں

کی جنہوں نے شروع شروع میں یہود کے ساتھ ان کے قلعوں میں رابطہ کیا، لیکن اس بات کا قوی احتمال ہے کہ ان کی تعداد ایک ہزار جانبازوں سے کم نہ تھی، اس طرح ان کی فوجوں کی تعداد، جو مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے قلعہ بند تھیں گیارہ ہزار سے کم نہیں ہو سکتی اور مسلمان جانبازوں کی تعداد صرف، چودہ سو تھی، مسلمانوں کے لئے ان فوجوں کا مقابلہ کرنا میدان میں پڑے ہوئے، اس قلعہ بند خوفناک کثیر تعداد پر جو مضبوط فصیلوں کے پیچھے تھی غالب آجانا صحیح معنوں میں ایک معجزہ تھا،

بنو مُرّہ کا، یہودیوں کی امداد سے انکار کرنا

غطفان اور بنی اسد کے قبائل نے، خیبر کے یہودیوں کی پکار کے جواب میں، اپنے دو بڑے سرداروں عینیہ بن حصن الفزاری اور طلیحہ بن خویلد کی قیادت میں اپنی فوجوں کو، ان کی مدد کے لئے بھیجا، مگر بنو مرہ نجدی نے، یہود کی بات کو ماننے سے انکار کر دیا اور ان کی طرف ایک آدمی کو بھی نہ بھیجا، .... انہوں نے یہ اقدام اپنے سردار، حارث بن عوف مُری کے مشورہ کے مطابق کیا، اس نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ خیبر میں یہود کی مدد کر کے الجھن میں نہ پڑیں، جیسا کہ وہ احزاب کے اس ناکام حملے میں الجھن میں پڑ گئے تھے جو انہوں نے یہود اور بُت پرستوں کے معاہدہ کے مطابق مُسلمانوں پر کیا تھا، بنو مُرّہ کے اس سردار نے اپنی دانشمندی سے (احبارِ یہود کی معلومات کی روشنی میں) یہ بات معلوم کر لی کہ یہود پر جب بھی مُسلمان حملہ کرتے رہیں ـــــــ یہود کو اس جنگ میں ناکامی ہوتی ہے اس لئے کہ اس نے سمجھا کہ بنی مرہ کی گردنوں کو موت کے لئے پیش کرنا ایک عبث فعل ہے جس کا انجام یہود کی شکست اور مسلمانوں کی فتح ہے، اسی بات کی وجہ سے اس نے بنی مرہ کو، یہود کی مدد کرنے سے روک دیا۔

حارث بن عوف کا عینیہ بن حصین کو مشورہ دینا

بنی مرّہ کے سردار نے، اپنی قوم کو صرف اسی بات پر رضامند کرنے پر اکتفا نہ کیا کہ وہ مُسلمانوں کے کے خلاف، یہود کی مدد کر کے الجھن میں نہ پڑے بلکہ فزارہ کے سردار، عینیہ بن حصن کے

پاس جاکر اُسے مشورہ دیا کہ وہ بھی یہود کی پکار کا جواب نہ دے اور اُسے صراحت کے ساتھ کہا کہ اگر اس نے یہ کام کیا تو وہ ایک عبث کام کرے گا اور غلطی کا مرتکب ہوگا، حارث نے عینیہ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا،

"اے عینیہ تو ایک عبث کام کر رہا ہے، خدا کی قسم، محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مشرق و مغرب کے درمیان جو کچھ بھی ہے اس پر ضرور غالب آکر رہیں گے .... یہ بات خود یہود، ہمیں بتاتے ہیں، میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے ابورافع سلام بن ابی الحقیق کو کہتے سُنا کہ ہم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی نبوت پر اس لئے حسد کرتے ہیں کہ وہ نبی ہارون سے نکل گئی ہے اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نبی مرسل ہیں .... اور یہودی میری بات نہیں مانتے .... ہماری ان سے دو جنگیں ہوں گی .... ایک یثرب میں (اور وہ ہو چکی ہے) اور ایک خیبر میں .... میں نے کہا اے سلام، کیا وہ زمین پر غالب آجائے گا ؟ اس نے جواب دیا ہاں قسم تورات کی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی لیکن میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ اس کے بارے میں یہود کو میرے اس قول کا پتہ چلے۔"

جیشِ نبوی کا خیبر کی طرف مارچ کرنا،

جب یہود، مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے تیاری کر رہے تھے اور اپنی مدد کے لئے اپنے نجدی بُت پرست حلیفوں سے رابطہ قائم کر رہے تھے، اس وقت مسلمان بھی اس فیصلہ کن معرکے کے لئے اپنے آپ کو اور اپنی فوج کو تیار کر رہے تھے جس کا فیصلہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، تاکہ تمام جزیرہ عرب میں ان کے دخیل وجود کا خاتمہ کر دیا جائے، جب آپ نے مدینہ میں اپنی فوج کی تیاری مکمل کرلی تو آپ فوج کے ساتھ خیبر کی طرف چل پڑے، یہ اوائل ماہ محرم ۷ھ کا واقعہ ہے،

مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب

قبل اس کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مدینہ سے چلیں (جیساکہ اس قسم کے حالات میں آپؐ کا دستور تھا) آپؐ نے ایک نبوی سرکلر جاری کیا جس کے بموجب آپؐ نے سباع بن عرفطۃ الغفاری کو امیر مقرر فرمایا، کہ وہ آپؐ کی نیابت میں خیبر سے واپسی تک انتظامی امور کو چلائیں گے،

مسلمانوں کی فوجی طاقت

جیساکہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ مسلمانوں کی فوج کی تعداد، ان چودہ سو جانبازوں پر مشتمل تھی جو حدیبیہ میں حاضر تھے اس فوج میں دو سو سوار بھی شامل تھے جو مسلمانوں کی آج تک کی جنگی تاریخ کی سب سے بڑی تعداد تھی، باقی رہے دوسرے وسائل نقل وحمل یعنی اونٹ وغیرہ، تو میرے علم کے مطابق کسی مورخ نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ جنگجو لشکر میں ان کی کتنی تعداد تھی،

انٹیلی جنس کے دستے

مدینہ سے مارچ کرنے سے قبل، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انٹیلی جنس کا ایک دستہ بنایا جس کے تمام جوان سوار تھے اور ان کی قیادت حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حفاظتی دستے کے ایک سالار عباد بن بشر انصاری کے سپرد تھی اس دستے کا کام یہ تھا کہ جیش نبوی کے آگے آگے راستوں کی دیکھ بھال کرے اور حملہ آور فوج کو بتائے کہ اس کا راستہ، دشمن کی کمین گاہوں اور جاسوسوں سے خالی ہے اور ان کے حالات کو بھی معلوم کرتا جائے،

جیش کے رہبر

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ خیبر پہنچانے والے ان راستوں سے آشنا تھے اور نہ ہی ان علاقوں کے حالات سے واقف تھے جن سے جیش نبوی نے گذرنا تھا پس آپؐ نے اس علاقے اور اس کے راستوں کے دو ماہر رہبروں سے مدد حاصل کی تاکہ خیبر پہنچنے تک وہ جیش کی رہبری کریں، یہ دو رہبر حسیل بن خارجہ اور عبداللہ بن نعیم تھے اور دونوں نجد کے اشجع قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے جس کے آدمی جاہلیت کے زمانہ میں بھی ہمیشہ خیبر

کے علاقے میں آتے جاتے رہتے تھے،

خیبر جانے کے لئے جیش کاراستہ

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، خیبر، مدینہ سے شمال مشرق میں واقع ہے، جس راستے سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لے گئے، مؤرخین نے اس کا تذکرہ کیا ہے آپؐ اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے نکلے تو ثنیۃ الوداع[1] میں چلے پھر آپؐ زغابہ[2] کے راستے چل پڑے، پھر نقمی پھر مستاخ اور پھر عصر کے راستے پر چلے یہاں تک کہ الصہباء پہنچ گئے، واقدی کا بیان ہے کہ آپؐ نے عصر کی نماز الصہباء میں پڑھی، پھر آپؐ نے کھانا لانے کو کہا تو صرف ستو اور کھجوریں لائی گئیں آپؐ نے اور آپؐ کے ساتھیوں نے بھی انہیں کھایا، پھر آپؐ نے بغیر وضو کئے لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھائی اور پھر عشاء کی نماز پڑھائی، الصہباء میں آپؐ نے فیصلہ کیا کہ ہمارا خیبر پر حملہ اس کی شمالی جانب سے ہو تاکہ آپ یہود کے درمیان، شام کی طرف بھاگنے میں حائل ہو جائیں آپ نے رہبروں کو بتلایا تو حسیل بن خارجہ اشجعی اور عبداللہ بن نعیم اشجعی آپؐ کے پاس آئے آپؐ نے دونوں کو بتایا کہ ہماری اسکیم یہ ہے کہ ہم خیبر پر شمال کی طرف سے حملہ کریں آپ نے فرمایا، ہمارے آگے آگے چلو، یہاں تک کہ ہم وادیوں کے سامنے پہنچ جائیں اور ہم خیبر اور شام کے درمیان اور ان کے غطفانی حلیفوں کے درمیان حائل ہو جائیں، حسیل نے کہا، میں آپ کو لے چلوں گا، رہبر (حسیل) آپ کو ایک ایسی جگہ لے گیا جہاں سے متعدد راستے نکلتے تھے جو سب کے سب خیبر لے جاتے تھے اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ تمام راستے خیبر لے جاتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسیل سے کہا کہ ان راستوں کے نام بتاؤ اس نے ان سب کے نام بتائے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس راستے پر چلنا پسند کیا جس کا نام "مرحب" تھا آپ اس پر چلتے چلتے خیبر کی شمالی جانب پہنچ گئے، آپ حیاض اور سریر وادی میں چلے اور وادیوں کے سامنے پہنچ کر آپؐ خیبر کے قلعہ "الخرصۃ" تک پہنچ گئے پھر آپؐ اُٹھ کر "الشق" اور "النطاۃ" کے درمیان چل پڑے۔

---

[1] مدینہ کے شمال میں بڑی شاہراہ ہے۔

[illegible]

ایک جاسوس کی گرفتاری

عباد بن بشرؓ اور اس کی گشتی انٹیلی جنس پارٹی نے جو جیش نبوی کے آگے آگے حالات معلوم کرتی جارہی تھی، اشجع کے ایک آدمی کو یہودیوں کا جاسوس سمجھ کر پکڑ لیا، شروع شروع میں تو اس نے جاسوس ہونے سے انکار کیا مگر جب گشتی پارٹی کے سالار نے اس سے سختی کے ساتھ تحقیق کی تو اس نے اعتراف کیا کہ میں یہود کا جاسوس ہوں، عباد بن بشر نے اس سے دریافت کیا، تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میرے اُونٹ گم ہو گئے ہیں میں انہیں تلاش کر رہا ہوں، عباد نے پوچھا کیا تمہیں خیبر کے متعلق کچھ معلوم ہے، اس نے جواب دیا میں وہاں نیا نیا آیا ہوں آپ مجھ سے کس کے متعلق پوچھتے ہیں، عباد نے کہا، یہودیوں کے متعلق، اس نے جواب دیا بہت اچھا، کنانہ بن ابی الحقیق[1] اور ھوذہ بن قیس[2] اپنے غطفانی حلیفوں کے پاس گئے تھے اور انہوں نے انہیں جنگ کے لئے تیار کر لیا ہے، اور ایک سال کی خیبر کی کھجوریں دینے کا وعدہ کیا ہے اور وہ گھوڑوں اور اسلحہ کی مدد لے کر آئے ہیں ان کی قیادت عتبہ بن بدر کر رہا ہے اور وہ ان کے ساتھ ان کے قلعوں میں داخل ہو گئے ہیں، جہاں پر دس ہزار جانباز موجود ہیں اور اہلِ قلعہ کی طرف کوئی شخص منہ نہیں کر سکتا، وہاں پر بہت غلہ اور اسلحہ موجود ہے اگر کئی سال تک ان کا محاصرہ ہو تو وہ غلہ ان کو کفایت کرے گا اور ہمیشہ بہنے والا پانی بھی ہے جسے وہ اپنے قلعوں میں پیتے ہیں، میں کسی قوم میں ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں پاتا، اس مقام پر انٹیلی جنس کی گشتی پارٹی کے لیڈر کو پتہ چل گیا کہ یہ بدو، یہود کا جاسوس ہے اور ان سے اُجرت لیتا ہے، اس نے اُسے چند کوڑے مارنے کے بعد کہا، تو یہودیوں کا جاسوس ہے پھر اس پر سختی کرتے ہوئے کہا مجھے سچ سچ بتادو، ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا، اشجعی نے کہا اگر میں آپ کو سچ سچ بتادوں تو آپ مجھے امان دیں گے، عباد نے کہا، ہاں! بدو کہنے لگا جو کچھ تم لوگوں نے یثرب کے یہودیوں سے کیا ہے اس کی وجہ سے خیبر کے یہودی مرعوب اور خوف زدہ ہیں، یثرب کے

---

[1] کنانہ بن ابی الحقیق، خیبر کے یہودیوں کا ایک بادشاہ تھا اور ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے مسلمانوں کے خلاف، قریش اور اعراب سے احزاب کا لشکر تیار کیا تھا۔

[2] ھوذہ بن قیس، قبیلہ وائل میں سے تھا، یہ عرب تھا جس نے یہودیت اختیار کر لیا تھا اور یہ خیبر کے اس وفد میں بھی شامل تھا جس نے ہجرت کے چوتھے سال مسلمانوں کے خلاف احزاب کا لشکر تیار کرنے میں حصہ لیا تھا۔

یہودیوں نے میرے ایک، عم زاد کو، جو مدینہ میں رہتا ہے، کنانہ بن ابی الحقیق کی طرف بھیجا ہے وہ پہنچے کا سامان لے کر آیا ہے وہ ابن ابی الحقیق کو تمہاری قلت اور تمہارے گھوڑوں اور اسلحہ کی قلت کے متعلق اطلاع دے گا، خیبر کے یہودیوں نے اُسے کہا ہے کہ انہیں خوب ضرب لگاؤ پھر یہ تمہاری طرف منہ نہیں کریں گے، انہیں ابھی تک اچھی طرح جنگ کرنے والے لوگوں سے پالا نہیں پڑا، قریش اور عرب، اس بات سے خوش ہیں کہ تم ان کی طرف حملہ کے لئے جا رہے ہو، کیونکہ ابھی تک تمہیں ان کے قلعے، قلعوں کی مضبوطی جوانوں اور ہتھیار مال اور غذائی مواد کی کثرت کے متعلق پتہ ہی نہیں چل سکا، قریش اور دوسرے لوگ جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ مسلسل باتیں کر رہے ہیں قریش کہتے ہیں کہ خیبر غالب آئے گا اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) غالب آئیں گے، اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم، غالب آگئے تو اس سے عمر بھر کی رسوائی ہو گی .... یہودی نے عباد بن بشر سے کہا، میں نے ان سب باتوں کو سُنا ہے، مجھے کنانہ بن ابی الحقیق نے کہا ہے کہ تم رستے کی چوڑان میں چلے جاؤ، مسلمان تجھ سے ناواقف ہیں اور ہمارے لئے ان کی حقیقت معلوم کرو کہ وہ کتنے ہیں اور کیسے ہیں اور ایک سائل کی طرح ان کے قریب ہو جاؤ، پھر انہیں ہماری کثرتِ تعداد اور قوت کے متعلق بتاؤ، وہ تمہارے سوال کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے اور ان کے حالات معلومات کر کے جلد ہمارے پاس آجاؤ، جب گشتی پارٹی کے لیڈر نے جاسوس سے تحقیق مکمل کر لی تو اُسے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا اور آپؐ کو تحقیق کے نتائج اور جاسوس کے اعترافات سے آگاہ کیا، حضرت عمر بن الخطاب رضؓ کہنے لگے، مجھے اسے قتل کرنے دو، عباد بن بشر نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا، میں نے اسے امان دی ہے، رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عباد بن بشر سے کہا، اسے اپنے ساتھ رکھیئے، عباد نے اُسے مضبوطی سے باندھ دیا، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں داخل ہوئے تو آپؐ نے جاسوس کو حاضر کرنے کا حکم دیا، آپؐ نے اُسے دعوتِ اسلام دی تو وہ مسلمان ہو گیا اور موت سے بچ گیا۔

شدید فوجی نظم و ضبط کا نمونہ

جیشِ نبوی نے جب خیبر کی طرف مارچ کیا تو اس کے دوران ایک ایسا واقعہ

ہوا جس سے پتہ چلتا تھا کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے درمیان فوجی نظم و ضبط کی کس قدر پابندی کرتے تھے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو، خواہ وہ کوئی بھی ہو، سزا دیتے تھے، جیش نبوی کے ایک سپاہی نے بیان کیا کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک چاندنی رات میں خیبر کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں آپ نے ایک آدمی کو، اپنے آگے آگے چلتے دیکھا، اس پر کوئی ایسی چیز تھی جو چاندنی میں چمکتی تھی گویا وہ سُورج کی روشنی میں پڑی ہوئی کوئی چیز ہے وہ آدمی خود پہنے ہوئے تھا، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بُرا مناتے ہوئے فرمایا یہ کون شخص ہے؟ جواب دیا گیا کہ یہ ابوعبس بن جبو ہے، آپ نے فرمایا اسے پکڑ لو، ابو جبو بیان کرتا ہے کہ سپاہیوں نے مجھے پکڑ کر قید کر دیا (اس خیال سے کہ اس کا بقیہ فوج سے الگ رہنا، جنگی حالات میں فوجی نظم و ضبط کی خلاف ورزی تھی) ابو جبو کہتا ہے کہ مجھے پہلے اور پچھلے گناہوں نے آ لیا، اور میں خیال کرنے لگا کہ میرے بارے میں آسمان سے کوئی حکم نازل ہوا ہے، میں اپنے کئے کو یاد کرنے لگا یہاں تک کہ مجھے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ملے اور آپ نے میرے فعل پر اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا، تجھے کیا تکلیف ہے کہ تو لوگوں کے آگے آگے چلتا ہے اور ان کے ساتھ نہیں چلتا! میں نے جواب دیا، یا رسُول اللہ، میری ناقہ بڑی تیز رفتار ہے، تو آپ نے مجھے اس قید سے زیادہ کوئی سزا نہ دی جو گشتی پارٹی کے جوانوں کے ہاتھوں مجھے ملی تھی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
واپسی کا راستہ

باوجودیکہ ظہورِ اسلام پر بیس سال گذر چکے تھے اور باوجود اس بات کے کہ یثرب کے علاقہ میں، وجودِ اسلام پر سات سال کا عرصہ بیت چکا تھا اور باوجود اس امر کے کہ علاقہ میں اسلام کا اثر در سُوخ اور اس کے انصار کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا، پھر بھی مدینہ کے شمال اور مشرق میں رہنے والے تمام قبائل اسلام سے عداوت رکھتے تھے خصوصاً وہ طاقتور نجدی قبائل، جو یہودیوں کے حلیف اور خیبر کے پڑوس میں رہتے تھے، اس بناء پر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر حملہ کرنے کے متعلق غور و فکر کیا تو آپ کو معلوم تھا کہ فوج کے ساتھ آپ کا گذر ان علاقوں سے بھی ہوگا جو اعدائے اسلام کے ماتحت ہیں ...... اور یہ صورت حال بلاشبہ خطرہ

والی تھی جس کا نبی اعظم اور ملہم قائد کے دل سے مخفی رہنا ممکن ہی نہ تھا، اس میں کچھ شبہ نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سردار فوجی لیڈر تھے آپ نے اس خطرہ کو اپنے ذہن میں رکھا اور ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کیں جو آپ سے اور آپ کی فوج سے اس خطرے کو، دور کرنے والی تھیں، جو آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے پھیلے ہوئے بت پرست قبائل میں پوشیدہ تھا، خیبر کے راستے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو پوزیشن تھی اس صورت میں جنگی لیڈر کو جو سب سے بڑا خطرہ ہو سکتا ہے وہ یہ کہ دشمن اس کی واپسی کا رستہ روک دیں گے ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ خیبر کی طرف جاتے ہوئے آپ کے پیچھے کی طرف وہ قبائل تھے جو بت پرست اور اسلام کے کٹر دشمن تھے،

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غطفان سے یہود کی مدد نہ کرنے کا مطالبہ کرنا

ہمیں یہ پتہ نہیں چل سکا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے واپسی کے راستے کی حفاظت، اور اپنی فوج کو پیچھے سے بت پرست اعراب کے حملہ سے بچانے کے لئے، جبکہ آپ مدینہ سے دور اور خیبر کے قریب ہوں گے، کس قدر اقدامات کئے، ہمیں جو کچھ معلوم ہو سکا ہے وہ یہ ہے کہ یہود اور غطفان کے رسد پانے والے لوگوں کا متفقہ منصوبہ یہ تھا کہ غطفان کے قبائل، مسلمانوں کے خلاف، فوجی لحاظ سے مندرجہ ذیل اسکیم کے تحت یہود کی مدد کریں گے

۱۔ غطفانی قبائل، اپنے مسلح جوانوں کا ایک دستہ، یہودیوں کے ساتھ ان کے قلعوں میں رہنے کے لئے بھیجیں، اور ان قبائل نے عینیہ بن حصن اور طلیحہ بن خویلد اور حذیفہ بن بدر الغزاری کی قیادت میں کئی دستے بھیجے،

۲۔ چار ہزار غطفانی جانباز، مسلمانوں پر اس وقت حملہ کریں جب وہ خیبر کے قریب پہنچ جائیں،

خیبر کے لیڈروں نے غطفانیوں سے یہ عہد کیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف اس فوجی امداد کے مقابل، انہیں خیبر کے پھلوں کا نصف حصہ دیں گے۔

معاہدہ کی پہلی شرط پر غطفانیوں نے اس وقت عمل کیا جب ابھی مسلمانوں کی فوج

نے مدینہ سے مارچ نہیں کیا تھا، طلیحہ بن خویلد، عیینیہ بن حصن، اور حذیفہ بن بدر الغزاری کی قیادت میں غطفان اور بنی اسد کی فوجوں کے کئی دستے خیبر پہنچ گئے اور ان دستوں نے قلعوں کے اندر جا کر یہود سے رابطہ قائم کیا اور معاہدہ کی دوسری شرط کی تنقید بُت پرستوں نے کی، ابھی رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ خیبر نہیں پہنچے تھے کہ غطفان کے چار ہزار جانبازوں نے پیچھے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے ارادہ سے مارچ کیا، تاکہ ان کا راستہ روک دیں اور انہیں دو آگوں کے درمیان ڈال دیں اس میں کچھ شُبہ نہیں کہ اس بات نے مسلمانوں کو بڑی الجھن میں ڈال دیا، خصوصاً جب ہم اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ مسلمانوں کی جنگی فوج چودہ سو جانبازوں سے زیادہ نہ تھی جبکہ ان کے مقابلہ میں گیارہ ہزار جانباز خیبر کے قلعوں میں ان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے اور چار ہزار جانبازوں نے پیچھے سے ان کا راستہ روکنے کے لئے مارچ کا آغاز کر دیا تھا ...... بلکہ انہوں نے یہود پر حملہ کرنے سے پیشتر ہی ان پر حملہ کر دیا، ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ جب یہود کو پتہ چلا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی طرف مارچ کر دیا ہے تو وہ یہود کی مدد کے لئے نکلے، اور ان کی فوجوں نے پیچھے سے فوجِ نبوئی پر حملہ کرنے کے لئے مارچ کیا اور مسلسل ایک دن اور رات مارچ کرتے رہے، اور جب کوئی جنگ کا ماہر چودہ سو جانبازوں کے متعلق، جنہیں پندرہ ہزار جانباز ہر طرف گھیرے ہوئے ہوں سوچتا ہے تو وہ اس خطرہ کی اہمیت کا اندازہ لگا لیتا ہے جو اس وقت مسلمانوں کی قلیل تعداد فوج کو درپیش تھا جو گھیراؤ کی حالت کے بُہت مشابہ تھی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غطفان سے مذاکرات کرنا کہ وہ انکے اور یہود کے درمیان سے ہٹ جائیں

خیبر پر حملہ کرنے سے قبل اسلام کی جنگی فوجوں کو جس خطرناک صورت حال سے دوچار ہونا پڑا، اس پر نظر کرتے ہوئے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ذمہ دار فوجی لیڈر کی طرح ـــــــ قبائلِ غطفان سے رابطہ کیا اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ اس جنگ سے غیر جانبدار رہیں جو عنقریب ان کے اور خیبر کے درمیان ہونے والی ہے، نیز آپ نے انہیں یقین دلاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لامحالہ انہیں خیبر پر فتح دے گا

کیونکہ اس نے وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ ٹل نہیں سکتا، اس کے علاوہ آپ نے غطفا
اور بنی اسد کی طرف ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ میرے اور یہود کے درمیان سے ہٹ جا
خدا تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ خیبر پر مجھے فتح دے گا، مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ رسول
کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے غطفان اور اسد کے قبائل کی مدد کے نتیجہ میں پیدا ہونے وا
خطرات سے اپنی فوج کو بچانے کے لئے، ان قبائل کے سرداروں کو یہ پیغام پہنچایا کہ
اگر وہ اسلام قبول کرلیں اور ان کے اور یہود کے درمیان سے ہٹ جائیں تو آپ انہیں
خیبر دینے کے لئے تیار ہیں اور بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ آپ نے ان کے ساتھ قبولیت اسلام
کی شرط نہیں لگائی تھی بلکہ ان سے غیر جانبدار رہنے کا مطالبہ کیا تھا کہ وہ ان کے خلاف یہود
کی مدد نہ کریں تو آپ انہیں فتح خیبر کے بعد، اس کے پھلوں کا نصف حصہ دیں گے اور یہ
کوئی مستبعد امر نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، ان زبردست بت پرست قبائل
کے شر سے اپنی فوج کو بچانے کے لئے، ان کے لیڈروں کے سامنے یکے بعد دیگرے یہ دونوں
پیش کشیں کی ہوں، مگر جب ان قبائل کے سرداروں نے اپنی اور اپنے حلیف یہودیوں
کی زبردست فوجوں کو دیکھا .... کہ پندرہ ہزار جانباز، ان چودہ سو مسلمانوں کا
گھیراؤ کرنے ہی والے ہیں جو اپنے کارلخنے لاسے دُور ہیں تو انہیں غرور نے آلیا اور انہوں
نے خیال کیا کہ لامحالہ غلبہ ان کو ہی حاصل ہوگا اور یہ مسلمانوں کے خلاف، احزاب کی ایک
کامیاب جنگ ہوگی اور احزاب کی پہلی جنگ کی طرح نہیں ہوگی جس میں ہجرت کے
چوتھے سال، مدینہ کی فصیلوں کے اردگرد قریش اور بنو قریظہ نے شرکت کی تھی اور جس کا
نتیجہ ناکامی کی صورت میں رونما ہوا تھا، ان قبائل کے سرداروں نے تمام نبوی پیش کشوں کو
، ٹھکرا دیا اور غیر جانبداری اختیار کرنے سے انکار کر دیا، انہوں نے آپ کو پیغام
پہنچایا کہ وہ اپنے یہودی حلیفوں سے الگ نہیں ہوں گے اور ان کی جانب سے ہو کر لڑیں گے۔
واقدی نے اپنی کتاب، المغازی جلد ۲، صفحہ ۶۵۰ پر ڈاکٹر مارسٹن جونس کی تحقیق کا
ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے (اس تحقیق کو آکسفورڈ یونیورسٹی نے شائع کیا ہے) کہ جب
حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ غطفان نے آپ کے خلاف یہود کی مدد کی
ہے اور مسلمانوں کے خلاف انہیں مسلح فوجی دستوں سے مدد دی ہے تو آپ نے خزرج

کے سردار حضرت سعد بن عبادہ کو، غطفان کے سالار عیینہ بن حصن کی طرف بھیجا (وہ اُس وقت مرحب کے قلعے میں تھا اور جیسا کہ معلوم ہوتا ہے وہ یہودیوں کے ساتھ تعلق رکھتا تھا) عیینہ کو جب معلوم ہوا کہ سعد، اس کی طرف حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ ہے تو اس نے حضرت سعد کو قلعے میں داخل کرنے کا ارادہ کیا، تو اس پر یہودی لیڈر مرحب نے اعتراض کرتے ہوئے کہا، اسے داخل نہ کرو، یہ ہمارے قلعے کو اندر سے دیکھ لے گا اور ان اطراف کو بھی پہچان لے گا جن سے اندر آیا جاتا ہے بلکہ تو خود اس کی طرف جا، تو عیینہ نے کہا، میں چاہتا ہوں کہ وہ اندر داخل ہو کر قلعے کی مضبوطی اور کثیر تعداد فوج کو دیکھے مگر مرحب نے یہ بات نہ مانی، پس عیینہ باہر نکل کر، قلعے کے دروازے پر حضرت سعد سے ملا، حضرت سعد نے اُسے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خیبر پر فتح کا وعدہ دیا ہے پس تم واپس چلے جاؤ اور جنگ کرنے سے باز آجاؤ، اگر ہم نے خیبر کو فتح کر لیا تو تمہیں خیبر کے ایک سال کی کھجوریں دیں گے، عیینہ نے جواب دیا، خُدا کی قسم ہم اپنے حلیفوں کو کسی چیز کی خاطر نہیں چھوڑیں گے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تمہارے ساتھیوں کی طاقت کیا ہے یہ یہودی مضبوط قلعوں والے ہیں اور ان کے جوانوں کی تعداد بھی بہت ہے اور ان کے پاس اسلحہ بھی بہت ہے، اگر تو نے ان کا مقابلہ کیا تو، تم اور تمہارے ساتھی ہلاک ہو جائیں گے اور اگر تو نے جنگ کا ارادہ کیا تو یہ جوانوں اور اسلحہ سے تجھ پر جلد حملہ کر دیں گے اور خدا کی قسم یہ قریش کی طرح کے لوگ نہیں جو تمہاری طرف گئے تھے اگرچہ دھوکے سے انہوں نے تم سے نقصان اٹھایا اور یہی ان کا ارادہ تھا ورنہ وہ لوٹ جاتے اگر یہ حیلہ بازی سے تم سے جنگ کریں گے اور لمبا عرصہ تک کریں گے یہاں تک کہ تم اکتا جاؤ گے،

رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جس پیغام کا ابھی ذکر کیا گیا ہے اس کے جواب میں عیینہ بن حصن نے حضرت سعد بن عبادہؓ سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کا جواب رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیں، مگر حضرت سعدؓ نے، حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس آنے سے قبل عیینہ بن حصن سے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ ضرور تیرے پاس اس

قلعہ میں آئیں گے اور جو ہم نے تجھے پیش کش کی ہے اس کا تو ہم سے مطالبہ کرے گا مگر ہم تجھے تلوار کے سوا، اور کوئی چیز نہیں دیں گے اور اے عینیہ میں نے دیکھا ہے کہ ہم یثرب کے یہودیوں کے صحن میں اُترے تھے اور وہ بُری طرح تباہ ہو گئے تھے، اس کے بعد حضرت سعدؓ نے، رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس آکر آپؐ کو، عینیہ کی باتوں سے آگاہ کیا، .... اور سعد نے کہا یارسُول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے جو وعدہ کیا ہے وُہ اسے پُورا کرے گا اور اپنے دین کو غالب کرے گا اس بدو (عینیہ) کو ایک کھجور بھی نہ دیجئے، یارسُول اللہ، اگر تلواروں نے اُسے آلیا تو وہ انہیں چھوڑ کر اپنے علاقے کی طرف اسی طرح بھاگ جائے گا جیسے اس نے اس سے قبل، خندق کے روز کیا تھا، جب رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیش کش کی قبولیت سے جو آپؐ نے غطفان کو ایک سال کی خیبر کی کھجوریں دینے کے متعلق کی تھی، مایوس ہو گئے تو آپؐ نے اپنی فوج کو اس قلعے پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا جس میں غطفان کی فوجیں یہودیوں کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھیں اور اس قلعے کا نام ناعم تھا، مسلمانوں نے سب سے پہلے مرحب کے قلعے کو فتح کیا، آپ کے حملہ سے قبل ہی غطفانی وہاں سے بھاگ گئے تھے اس کی تفصیل ابھی بیان ہو گی انشاءاللہ،

غطفان نے یہود کے ساتھ مل کر، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے فیصلہ کی تنفیذ کے لئے، بنی اسد اور غطفان کے دستوں کی طرف حکم بھیجا (جو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے مارچ کرنے سے قبل ہی یہود کے قلعوں میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے) کہ وہ یہودیوں کے ساتھ اپنی اپنی جگہوں پر ٹھہرے رہیں .... ان بُت پرست قبائل کی بڑی فوج چار ہزار جانبازوں پر مشتمل تھی، اس نے مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لئے، پیچھے سے مارچ کرنا شروع کر دیا،

مسلمانوں کی نازک صُورتحال

جب غطفان اور اسد نے یہود کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کرنے پر اصرار کیا تو ان کی حالت نہایت نازک ہو گئی مگر ان کے عزم و قوت میں کوئی کمی نہ آئی اور وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت پر یقین رکھتے ہوئے، مسلسل خیبر کی طرف مارچ

کرتے گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فتح کا وعدہ کیا ہوا تھا اور وہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا .... یہی وجہ ہے کہ مسلمان اس فیصلہ کن معرکے کی طرف بڑے اعتماد اور اطمینان سے چلتے گئے، ان کے جنگی اوصاف پر دشمن کی زبردست فوجوں کا کوئی اثر نہ تھا کیونکہ وہ الٰہی وعدہ کے بعد، مادی پیمانوں سے یعنی تعداد اور تیاری کی رُو سے، امور کا وزن نہیں کرتے تھے اگر وہ ایسا کرتے تو ان کے دل میں یہ بات پڑ جاتی کہ وہ ہلاک ہونے والے ہیں .... کیونکہ (محض فوجی اندازوں کے مطابق) چودہ سو آدمیوں کی طاقت پندرہ ہزار آدمیوں کے مقابل میں ایسی ہی ہے جیسے تلوار کے مقابل پر لاٹھی، لیکن اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور اس کے فتح کے وعدے پر اطمینان اور صاف ستھرے عقیدے کی مضبوطی، انہیں آگے کی طرف دھکیلتی تھی .... اسی اصول پر وہ چلتے تھے اور اسی کی روشنی میں امور کا وزن کرتے تھے، مختصر یہ کہ جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے چودہ سو اصحابؓ کے ساتھ، پندرہ ہزار جانبازوں کے مقابلہ کے لئے مسلسل خیبر کی طرف بڑھتے گئے تو انہوں نے زمینی پیمانوں کے مطابق امور کا وزن نہیں کیا تھا بلکہ آسمانی پیمانوں کے مطابق کیا تھا اور اسب آسمان و زمین کے رب کے تعلق پر اعتماد کرتے ہوئے کیا تھا اور مدینہ سے ان کا مارچ کرنا صرف رضائے الٰہی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے تھا، یہی وجہ ہے کہ ہر فرد ہیبت ناک روحانی طاقتوں سے لبریز تھا جنہوں نے اس کے دل میں یہ یقین پیدا ہو کر دیا تھا کہ وہ اکیلا ہی ایک سو آدمی کا مقابلہ کر کے ان پر غالب آسکتا ہے، یہی وہ وہ راز ہے جس کی وجہ سے وہ اعراب اور یہود کی زبردست فوجوں کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے اور ان کی کثرت کی کچھ پرواہ نہ کی حالانکہ وہ اپنے علاقے سے بہت دُور تھے،

رُعب سے غلبہ حاصل کرنا

باوجودیکہ مادی اندازوں کے مطابق، ہر چیز مسلمانوں کے خلاف تھی اور اس جنگ میں جس کے لڑنے کا فیصلہ، کمینے یہودیوں کے وجود کو ختم کرنے کے لئے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، ہر چیز یہودیوں اور ان کے حلیفوں کے حق میں تھی، مسلمان اپنے منصوبے اور تیاری کے مطابق جنگ میں حصہ لینے کے لئے، خیبر کی طرف بڑھتے گئے اور انہوں نے اعراب اور یہود کی زبردست فوجوں کی کچھ پرواہ نہ کی،

گتھم گتھا ہونے سے قبل فتح کی بشارات

قبل اس کے، کہ مسلمانوں اور ان کے دشمنوں میں کوئی مسلح جھڑپ ہو، اُفق پہ مسلمانوں کی فتح کی بشارات چمکنے لگیں، اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چیندہ صحابہؓ، الٰہی وعدہ فتح کو، مختلف صورتوں میں نمایاں ہوتے دیکھنے لگے، قریب تھا کہ وہ وعدہ مجسم ہو جائے اور ان کے دل مضبوط ہو جائیں (جو اصل میں مضبوط تھے) اور ان کے عزم میں اضافہ ہو جائے اور انہیں پختہ یقین ہو جائے کہ دشمن کی وہ فوجیں جو ہر طرف سے ان کا گھیراؤ کئے ہوئے ہیں اور وہ پندرہ ہزار جانبازوں سے کم نہیں وہ ان کے سامنے ٹک نہ سکیں اور خدا تعالیٰ انہیں شکست دے دے اور ان کے دلوں میں رعب پیدا کر دے اور جنگ کے وقت وہ ان کے سامنے ایسے منتشر ہو جائیں جیسے فصل خریف میں خشک پتہ تیز ہوا کے آگے اُڑتا پھرتا ہے،

جنگ چھڑنے سے قبل غطفان کا اپنے علاقے کی طرف فرار ہونا

حدیث صحیح میں بیان ہوا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نصرت بالرعب، مجھے رُعب سے مدد دی گئی ہے، یہ واقعہ عملاً غطفان کی فوجوں کے لئے رونما ہوا، یہ فوجیں چار ہزار جانبازوں پر مشتمل تھیں اور جب مسلمان خیبر کی طرف جا رہے تھے یہ اپنے علاقے سے نکل کر ان کا تعاقب کر رہی تھیں تاکہ ان کی واپسی کا راستہ روک دیں اور پیچھے سے ان پر حملہ کر کے انہیں پھندے میں پھنسا دیں اور انہیں یہود اور ان کے حلیفوں کے درمیان ایک بڑا نشانہ بنا دیں، مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب یہ زبردست نجدی بُت پرست فوجیں، مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کرنے کے لئے، حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے پیچھے پیچھے مارچ کر رہی تھیں تو ان کی فوجوں کے سالاروں نے اپنے پیچھے سے ایک زوردار آواز سُنی، ایک اشتباہ کرنے والا انہیں آواز دے کر کہہ رہا تھا کہ مسلمانوں کے فوجی دستوں نے ان کے پیچھے سے ان کے گھروں اور خیموں پر غارت گری کر دی ہے اور وہ ان کے اموال کو، اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر کے لانے ہی والے ہیں، ابن اسحاق بیان کرتا ہے

کہ مجھے معلوم ہُوا ہے کہ جب غطفان نے سُنا کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی منزل خیبر ہے تو وہ اکٹھے ہو کر پھر آپؐ کے خلاف یہود کی مدد کے لئے نکلے، جب وہ ایک دن کی مسافت طے کر چکے تو انہوں نے سُنا کہ پیچھے سے مسلمانوں نے ان کے اموال پر حملہ کر دیا ہے تو وہ ایڑیوں کے بل لوٹے اور اپنے اہل و اموال میں رہنے لگے اور رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور خیبر کے درمیان کا علاقہ خالی کر دیا، اسی طرح جو لوگ یہودیوں کے ساتھ ان کے قلعوں میں رہ رہے تھے انہوں نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سُنا تو وہ بھی واپس چلے گئے اور یہود کو اکیلے چھوڑ دیا،

واقدی نے اس واقعہ کی لمبی تفصیلات دی ہیں وہ بیان کرتا ہے کہ جب غطفانیوں نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سُنا تو انہیں پتہ نہ چلا کہ یہ آواز آسمان سے آرہی ہے یا زمین سے، وہ آواز یہ تھی اے گروہِ غطفان اپنے اہل کی خبر لو، حیفاء کی مدد کرو، مدد کرو ـــــ یہ آواز تین دفعہ آئی ـــــ نہ قبرستان نہ مال، غطفانی بڑی مشکل اور ذلت کے ساتھ وہاں سے نکلے، یہ بات اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے واسطے کی تھی، جب صبح ہوئی تو کنانہ بن ابی الحقیق کو، الکتیبہ کے علاقہ میں غطفانیوں کے واپس چلے جانے کی اطلاع دی گئی تو وہ بہت پشیمان ہُوا، اور اُسے موت کا یقین ہو گیا اس نے کہا، ہم ان اعراب کے بارے میں غلطی خوردہ تھے، ہم ان کے پاس گئے انہوں نے ہم سے مدد کا وعدہ کیا اور ہمیں دھوکہ دیا، میری زندگی کی قسم، اگر یہ ہمیں اپنی مدد کا وعدہ نہ دیتے تو ہم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کی نہ ٹھانتے، ہم سلام بن ابی الحقیق کی بات کو محفوظ نہیں رکھ سکے، اس نے کہا ان اعراب (یعنی غطفان) سے کبھی مدد طلب نہ کرو، ہم نے ان کو آزما لیا ہے ہم نے ان کو بنی قریظہ کی مدد کے لئے اکٹھا کیا تو انہوں نے انہیں دھوکہ دیا، ہم نے ان کو اپنا وفادار نہیں پایا، حیی بن اخطب ان میں گیا اور یہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے مصالحت کرنے لگے پھر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) بنی قریظہ کی طرف گئے تو پتہ چلا کہ غطفانی اپنے گھروں کو پلٹ گئے ہیں پھر واقدی غطفانیوں کے مرعوب ہو کر بھاگنے کے واقعہ کو بیان کرتا ہُوا کہتا ہے کہ جب غطفانی حیفاء میں اپنے گھروں میں پہنچے تو انہوں نے اپنے اہل و عیال کو خیریت کے ساتھ پایا اور پوچھا کیا تمہیں

کسی چیز نے ڈرایا تھا ؟ انہوں نے جواب دیا، خدا کی قسم کسی چیز نے نہیں ڈرایا، نیز ان کے اہل نے کہا ہم نے خیال کیا کہ تم نے غنیمت حاصل کی ہے، ہم تمہارے پاس غنیمت اور مال کو نہیں پاتے تو عینیہ بن حصن نے اپنے ساتھیوں سے کہا خدا کی قسم یہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور اس کے اصحاب کی چال ہے خدا کی قسم ہم دھوکے میں آ گئے تو حارث بن عوف مُرّی نے اُسے کہا، کس چیز کے دھوکے میں، تو عینیہ کہنے لگا میں رات کا پہلا حصہ گذرنے کے بعد قلعہ نطاۃ میں تھا کہ ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سُنا ہم نہیں جانتے کہ وہ آواز، آسمان سے آرہی تھی یا زمین سے، کہ حیفاء میں اپنے اہل کی خبر لو، یہ آواز تین دفعہ آئی ——— نہ تم پر ستان نہ مال ——— حارث بن عوف کہنے لگا اے عینیہ اگر تو نے اس آواز سے فائدہ اٹھایا تو باقی رہے گا، خدا کی قسم جو آواز تو نے سُنی ہے وہ آسمان سے تھی، خدا کی قسم محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے دشمنوں پر ضرور غالب آ کر رہیں گے حتیٰ کہ اگر پہاڑوں نے بھی اس سے دشمنی کی تو وُہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوں گے، عینیہ نے چند روز اپنے اہل میں قیام کیا پھر اپنے ساتھیوں کو یہود کی مدد کے لئے، خروج کرنے کو کہا تو حارث بن عوف نے اُسے آ کر کہا اے عینیہ میری بات کو مان جا اور اپنے گھر میں رہ اور یہود کی مدد کرنا چھوڑ دے، اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ تیرے خیبر لوٹنے سے قبل، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فتح کر لیا ہو گا اور میں تیرے بارے میں مطمئن بھی نہیں ہوں مگر عینیہ نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا میں اپنے حلیفوں کو، کسی چیز کی خاطر نہیں چھوڑ سکتا پھر عینیہ نے اپنے اطاعت گذار غطفانیوں کے ساتھ، مسلمانوں کے خلاف، یہود کی امداد کے ارادہ سے مارچ کیا، مگر وہ ابھی خیبر نہیں پہنچا تھا کہ اُسے معلوم ہو گیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام خیبر پر قبضہ ہو گیا ہے اس کی تفصیل آئندہ بیان ہو گی

انشاء اللہ

فصلِ سوم

- یہود کو دعوتِ اسلام ،
- یہود کا دعوتِ اسلام کے قبول کرنے سے انکار ،
- خیبر پر حملہ ،
- جنگ کی شدت اور شوق ،
- مقابلہ میں یہود کی سختی ،
- یہود کے لیڈروں کا مبارزت میں اپنے قلعوں کے آگے قتل ہونا ،
- یہودی شہسوار مرحب کے قاتل کی تحقیق ،
- جنگ کے دوران ، یہود کے تیروں سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی ہونا ،
- پانچ قلعوں کا مسلمانوں کے ہاتھ آنا ،
- خیبر کے یہود کی پہلی قسم کی مقاومت کا خاتمہ ،
- خیبر کے اہم اور نصف اول پر مسلمانوں کا قبضہ ،
- خیبر کے بقیہ یہودی جانبازوں کا نصف ثانی میں سمٹنا ،
- یہودی سردار کی بیٹی کا قیدی ہونے کے بعد اس کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے کی تحقیق ،

مسلمانوں کا خیبر پہنچنا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل خیبر کی طرف چلتے رہے، اسی دوران میں جبکہ آپؐ اپنی فوج کے ساتھ چل رہے تھے، آپؐ نے اپنے ایک صحابی عامر بن اکوعؓ سے فرمایا کہ حُدی پڑھو، حُدی یہ ہوتی ہے کہ حُدی خوان ترنم کے ساتھ آواز بلند کرتا ہے جس سے اُونٹ اپنی چال کو تیز کر لیتے ہیں۔ عامر بن اکوعؓ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق، ان اشعار سے فوج کے لئے حُدی پڑھنے لگا،

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا * ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینۃ علینا * وثبت الاقدام ان لاقینا

ترجمہ:۔ خدا کی قسم اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے، پس ہم پر سکنیت نازل فرما اور اگر ہم جنگ کریں تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما،

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اکوعؓ کی حُدی سے متعجب ہو کر فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے، اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی آدمی کو فرماتے کہ اللہ تجھ پر رحم فرمائے تو وہ شہید ہو کر مرتا، یہی وجہ ہے کہ حضرت بن الخطابؓ نے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپؐ نے شہادت کو واجب کر دیا ہے کیا آپؐ ہمیں بھی اس سے متمتع فرمائیں گے اور عملاً عامر بن اکوعؓ کو معرکہ خیبر میں اللہ تعالیٰ نے ایک یہودی سے مبارزت میں شہادت سے ہمکنار فرمایا، مبارزت کے دوران اکوعؓ نے یہودی کی پنڈلی پر تلوار مارنی چاہی (آپ چھوٹے قد کے تھے) تو تلوار لوٹ کر ان کے گھٹنے کے اگلے حصے پر لگی اور وہ اپنی تلوار کے زخم سے متاثر ہو کر فوت ہو گئے اور بعض کہتے ہیں کہ اکوعؓ نے چونکہ خودکشی کی اس لئے اس کے اعمال رائیگاں گئے ہیں، اس بات کو سُن کر عامرؓ کے بھائی سلمہ بن اکوع کو بہت دُکھ ہوا جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کی یہ حالت دیکھی تو اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر فرمایا تجھے کیا تکلیف ہے؟ اس نے جواب دیا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں لوگوں کا خیال ہے کہ عامرؓ کے اعمال رائیگاں گئے ہیں تو آپؐ نے فرمایا، جس

نے یہ بات کہی ہے اس نے جھوٹ بولا ہے، پھر آپ نے دو انگلیوں کو اکٹھا کر کے فرمایا اس کے لئے دو اجر ہیں وہ کوشش کرنے والا مجاہد ہے، کوئی عرب کم ہی اس طرح اونٹوں کو چلا سکتا ہے،

آہستگی اختیار کرو

غزوۂ خیبر میں ـــــ جب فوج خیبر کے طرف جانے والے راستے پر ہی تھی کہ بعض فوجیوں نے دعا اور تکبیر کے ساتھ اپنی آوازیں بلند کر کے ایک شور برپا کر دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آہستگی اختیار کرو تم کسی بہرے اور غائب وجود کو نہیں پکار رہے، اس حدیث میں اصلاح اور تربیت کے بارے میں ایک بڑی بات پائی جاتی ہے اور اسلامی تربیت کے اصولوں میں سے ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سکون اور نظام کو پسند فرماتے تھے اور شور وغل اور بلند کی آواز کو (خواہ ذکر الہٰی ہی میں ہو) جنگ کے حالات میں جو سکون وسکینت کے متقاضی ہوتے ہیں، ناپسند فرماتے تھے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پہنچ کر خیبر پر نگاہ کی تو فوج کو ٹھہرنے کا حکم دیا پھر یہ دعا فرمائی، ـــــ،

اللھم رب السموات وما اظللن ورب الارضین وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الریاح وما اذرین نسألک خیر ھذہ القریۃ وخیر اھلھا ونعوذ بک من شرھا وشر ما فیھا،

ترجمہ:۔ اے اللہ جو آسمانوں کا اور جو وہ سایہ کئے ہوئے ہیں ان کا رب ہے اور زمینوں کا اور جو وہ اٹھائے ہوئے ہیں ان کا بھی رب ہے، اور شیاطین کا اور جن چیزوں سے وہ گمراہ کرتے ہیں ان کا بھی رب ہے اور ہواؤں کا اور جو وہ اڑاتی ہیں ان کا بھی رب ہے ہم تجھ سے اس بستی اور اس کے اہل کی خیر کی دعا کرتے ہیں اور اس کے شر اور جو کچھ اس میں ہے

اس کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں؛

پھر آپؐ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آگے بڑھو،

یہود پر اچانک جا پڑنا

باوجودیکہ منافقین اور یثرب کے یہودیوں کے ففتھ کالم نے، یہود کو مسلمانوں کے مارچ کرنے کی اطلاع دے دی تھی پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں اندھا کر دیا اور انہیں اس وقت پتہ چلا جب مسلمان خیبر میں صبح کے وقت داخل ہو رہے تھے، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ رات کو خیبر پہنچ گئے تھے، رات کے وقت دشمن کے ساتھ جنگ چھیڑنا آپؐ کی حربی سیاست نہ تھی، سوائے اس کے کہ آپؐ مجبور ہو جائیں جیسا کہ جنگِ خندق میں ہُوا معلوم ہوتا ہے کہ سیاست کو اختیار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان، دشمنوں کے ساتھ ایسے علاقے میں نبرد آزما تھے جس سے وہ واقف نہ تھے اور نہ اُس کے حالات سے آگاہ تھے اس میں انہیں اپنے انجام کے متعلق بہت خطرہ تھا اس بات نے (واللہ اعلم) رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خیبر کے قریب اپنی فوج کے ساتھ رات بسر کرنے اور صبح کے وقت حملہ کرنے پر آمادہ کیا اور یہودی (اس دن تک جس میں آپؐ اطراف خیبر میں پہنچے) فجر سے پہلے اپنی نیند سے بیدار ہو کر اپنے ہتھیار پہن رہے تھے کیونکہ انہیں توقع تھی کہ مسلمان کسی وقت بھی ان پر حملہ کر سکتے ہیں اور وہ ہر روز یہودی جانبازوں کا مقابلہ کے لئے اور ان کی تقویت کے لئے جائزہ لیتے تھے مگر جس شب رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ خیبر پہنچے اللہ تعالیٰ نے انہیں سُلا دیا اور وہ فجر سے قبل اپنی عادت کے مطابق ہتھیار بھی نہ پہن سکے، بلکہ سوئے رہے اور حرکت بھی نہ کی، اور طلوع آفتاب تک مُرغ نے بھی انہیں نہ جگایا، انہوں نے صبح کی تو ان کے دل کانپ رہے تھے اور اسلامی فوج ان کے قلعوں کے آگے کھڑی تھی اور انہیں اس بات کا پتہ ہی نہ تھا، انہوں نے اس روز صبح کے وقت قلعوں کے دروازوں کو کھولا اور اپنے پیمائش کے آلات اور ٹوکرے وغیرہ لے کر اپنی زمینوں میں جا کر اپنے کاموں میں جُت گئے، مگر جب انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو گھبرا کر چلائے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنی فوج کے ساتھ آگئے ہیں پھر مُنہ پھیر کر اپنے قلعوں کی طرف بھاگ گئے، جب رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں

دیکھا تو فتح کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا ۔

انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین ،

اللہ بہت بلند شان ہے ، خیبر اُجڑ گیا ہم جب کسی قوم کے صحن میں اُترتے ہیں تو باخبر کی گئی قوم کی صبح بہت بُری ہوتی ہے ۔

دُشمن سے جنگ کی تمنا نہ کرو

رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو جنگ کے متعلق جو آداب و ہدایات فرمائیں وہ یہ تھیں کہ آپ نے حملہ کے وقت اپنے صحابہؓ سے فرمایا (گویا آپ نے جنگ کے لئے ان پر افسوس کے آثار ملاحظہ فرمائے تھے) دُشمن سے جنگ کی تمنا نہ کرو ، اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دُعا مانگو ، تمہیں معلوم نہیں کہ تم کس چیز میں مبتلا ہونے والے ہو جب دشمن سے ملو تو کہو :۔

اللھم انت ربنا وربھم ونواصینا ونواصیھم بیدك وانما تقتلھم انت ،

ترجمہ :۔ اے اللہ تو ہمارا اور ان کا رب ہے ، ہماری اور ان کی پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں ، صرف تو ہی انہیں قتل کرتا ہے ،

پھر آپؐ نے مڈبھیڑ کے وقت انہیں جنگ کے بعض طریقے سکھائے اور فرمایا بیٹھ کر زمین کے ساتھ لگ جاؤ ، پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو کھڑے ہو جاؤ اور تکبیر کہو ،

جنگ کا آغاز کیسے ہُوا

خیبر (فتح کے روز) دو حصّوں میں تقسیم ہو گیا ، ہر حصّے میں کئی جنگی قلعے تھے ، مگر آٹھ قلعے جو بڑے اہم تھے ان میں سے پانچ خیبر کے نصف اول میں واقع تھے ، جہاں پر مسلمانوں اور یہود کے درمیان سخت ترین معرکے ہوئے .... ،

(۱) ناعم کا قلعہ ، سب سے پہلے مُسلمانوں نے اس پر حملہ کیا اور اسی کے سامنے مرحب قتل ہوا جو اپنے بھائیوں کے ساتھ اس کے دفاع کا ذمہ دار تھا ،

(۲) صعب بن معاذ کا قلعہ ، یہ سب سے بڑا قلعہ تھا جسے مُسلمانوں نے فتح کیا ، اس

میں مسلمانوں کو بہت سا غلہ اور جنگی سامان ملا، جس سے انہیں بے حد قوت ملی،
(۳) زبیر کا قلعہ۔ (۴) ابی کا قلعہ۔ (۵) نزار کا قلعہ اور بعض اسے بزاۃ کا قلعہ بھی کہتے ہیں،

پہلے تین قلعے "النطاۃ" کے علاقے میں اور آخری دو قلعے "الشق" کے علاقے میں واقع ہیں، مؤرخین شہر کے نصف اول کو دو قسموں (الشق اور النطاۃ) میں تقسیم کرتے ہیں، الشق اور النطاۃ کے قلعے تمام شہر کی پہلی دفاعی لائن کے نمائندہ تھے مسلمانوں نے ان تمام قلعوں کو بزور قوت بڑے زوردار اور سخت ترین معرکوں کے بعد فتح کر لیا،

خیبر کے دوسرے نصف حصے میں بھی کئی جنگی قلعے تھے مگر ان میں سے صرف تین قلعے بہت اہم تھے،

۱۔ قموص کا خاص قلعہ (جو ابی الحقیق کے بیٹوں کا تھا جو بنو نضیر کے یہودیوں میں سے تھا۔)

۲۔ الوطیح کا قلعہ ۳۔ سلالم کا قلعہ،

یہ تینوں قلعے اپنی قوت اور مضبوطی اور جانبازوں کی کثرت تعداد کے باوجود، مسلمانوں کے سپرد کر دیئے گئے اس کے ارد گرد، النطاۃ اور الشق کے قلعوں کی طرح جنگ نہیں ہوئی، مسلمانوں کے زبردست محاصرہ کے بعد اہل قلعہ نے خود ہی انہیں مسلمانوں کے سپرد کر دیا، اور مذاکرات کا مطالبہ کیا اور صلح اور جلا وطنی کی اساس پر ان قلعوں کو مسلمانوں کے حوالے کیا گیا، اس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی انشاء اللہ،

معرکہ کے بیان میں مؤرخین کی عدم ترتیب

باوجودیکہ خیبر کا معرکہ ان فیصلہ کن معرکوں میں سب سے بڑا اور طویل معرکہ ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ لیا مگر تاریخ کی بنیادی کتابوں میں اس کی جنگی کارروائیوں کی تفاصیل غیر معمولی طور پر بیان ہوئی ہیں، اس میں کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں نے تمام قلعوں کو ہتھیاروں کی قوت سے فتح کیا، اس فتح کی تفصیل کے واقعات کو جاننے کے لئے قارئین بہت مشتاق ہوں گے مگر افسوس کہ اکثر مؤرخین نے تفاصیل کا ذکر کئے بغیر بعض وقت صرف قلعہ کی

فتح کی طرف سرسری اشارہ کر دیا ہے اور تاریخ کی تمام بنیادی کتب میں معرکے کا بیان بکھرا پڑا ہے، بعض اوقات جہاں اختصار چاہیئے وہاں پر مؤرخین بات کو طول دے دیتے ہیں اور جہاں تفصیل چاہیئے وہاں اختصار کر دیتے ہیں اور جو بات پیچھے بیان کرنی چاہیئے اُسے پہلے اور جو پہلے بیان کرنی چاہیئے اسے پیچھے بیان کر دیتے ہیں، نئے مؤرخ کے لئے جو بات کو قارئین کے سامنے مرتب اور سہل طریق سے بیان کرنا چاہتا ہے، یہ سب باتیں ایک سخت الجھن پیدا کر دیتی ہیں اور یہی بات عملاً ہمیں درپیش ہے سلام کے فیصلہ کن معرکوں کے سلسلہ میں ہم نے جو کتب تالیف کی ہیں ان کے واقعات کے ربط اور ترتیب میں ہمیں وہ مشکل پیش نہیں آئی جو اس کتاب کی تالیف میں ہمیں پیش آئی ہے ہم نے مقدور بھر کوشش کی ہے اور اُمید ہے کہ ہم قارئین کرام کو خوش کر دیں گے،

یہود کو دعوتِ اسلام...... اور جزیہ کا عدمِ ذکر،

سب سے پہلے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے، یہود کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی تاکہ ان کے اسلامی سوسائٹی کا ایک حصہ بن جانے کے بعد، آپ واپس چلے جائیں، مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان جو پہلی جنگ ہوئی اس وقت سے سلام میں یہ طریق رائج چلا آتا ہے، امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ پہلے سالار تھے جنہوں نے جنگ سے قبل، رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہودیوں کے سامنے یہ پیش کش کی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے، خیبر میں داخل ہونے کی شب، حضرت علیؓ کو بلا کر انہیں جھنڈا عطا فرمایا تو حضرت علیؓ نے عرض کیا یارسُول اللہ...... میں ان سے اپنے جیسا ہو جانے تک جنگ کروں! فرمایا چلتے جاؤ یہاں تک کہ تم ان کے صحن میں اُتر جاؤ پھر انہیں اسلام کی دعوت دو اور اسلام میں اللہ کے جن حقوق کی ادائیگی ان پر فرض ہے انہیں ان کے متعلق باخبر کرو، خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ تیرے ذریعے ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو وہ تیرے لئے سُرخ اونٹوں سے بہتر ہے، یہودیوں نے اسلام میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تو مسلمانوں نے ان کے قلعوں پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ مسلمانوں کو ان پر مکمل فتح حاصل ہو گئی۔

جزیہ کا مطالبہ کیوں نہ کیا

اس جگہ قارئین کے سامنے یہ سوال پیش کرنا ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ مسلمانوں کا یہ طریق ہے کہ جب کبھی وہ ان کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہوتے ہیں تو ان کے خلاف اس وقت تک جنگ شروع نہیں کرتے جب تک انہیں تین باتوں میں سے ایک بات کے اختیار کرنے کا موقع نہ دے دیں، یا تو وہ اسلام میں داخل ہو کر اسلامی سوسائٹی کا ایک جزو بن جائیں یا اپنی حفاظت کے عوض میں جزیہ دیں ورنہ جنگ کریں، مگر جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خیبر میں یہودیوں سے جنگ کے لئے تیار ہوئے تو آپ نے جزیہ کے ادا کرنے کی پیشکش نہیں کی بلکہ ان پر اسلام کو پیش کیا اور جب انہوں نے اسلام میں داخل ہونے سے انکار کیا تو ان سے جنگ کی، .... آپ نے انکی حفاظت اور اپنے علاقے میں رہنے اور ان کے مال وجان کی صیانت کے مقابل، ان کے سامنے جزیہ کی ادائیگی کی پیشکش کیوں نہیں کی حالانکہ آپ ہمیشہ دیگر اہل کتاب سے یہی بات کرتے تھے اور جیسے کہ آپ نے تیما کے یہودیوں، نجران کے عیسائیوں اور ہجر کے مجوسیوں کے ساتھ کیا،

بعض مورخین نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ جس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں کے ساتھ جنگ کی اس وقت تک قرآن کریم میں جزیہ کے قبول کرنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، یہ جواب اس لحاظ سے صحیح ہو سکتا ہے کہ جزیہ کا حکم فتح خیبر کے بعد نازل ہوا تھا مگر ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ یہ محض اجتہاد ہے، اگر قبول جزیہ کا حکم، جنگِ خیبر سے قبل نازل ہوا ہوتا تو پھر بھی ممکن نہیں تھا کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم خیبر کے یہودیوں کو ان لوگوں میں سمجھ لیتے جن کے ساتھ جزیہ دینے کا معاہدہ کر کے آپ کو اطمینان ہوتا کہ وہ مسلمانوں کی حفاظت میں کامل آزادی کے ساتھ رہیں گے، بلکہ جنگ کے ذریعہ ان کی حکومت اور ہستی کا خاتمہ کرنا ضروری تھا یا وہ بغیر کسی قید اور شرط کے غداروں اور ڈکٹیٹروں کی طرح ہتھیار ڈال دیں جب تک آپ مسلمانوں اور اسلام کیخلاف ان کے مظالم کے مطابق ان کے مقامات پر قبضہ کر کے ان کا خاتمہ نہ کر دیتے وہ مسلمانوں کے امن اور سلامتی کو برباد کرتے رہتے اور سات سالہ تجربات نے جن میں حضور الصلوٰۃ والسلام

نے ان یہودیوں سے انتہائی رواداری برتی، ثابت کردیا ہے کہ یہ یہودی جسم میں سرطان کی گلٹی کی طرح ہیں جس کا علاج اس کے استئصال کے سوا اور کوئی نہیں، یہودیوں نے اسلامی رواداری کے سایہ میں، وہ چیز حاصل کرلی تھی، جو ان سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جزیہ قبول کرنے سے زیادہ قدر والی تھی اور وہ یہ بات تھی کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بطیب خاطر اور صاف نیت سے یہ قبول کرلیا تھا کہ یہ یہودی مسلمانوں کے حلیف! وران سے متفق رہیں گے اور اپنی جانوں اور عزتوں کے بارے میں مطمئن ہوں گے اور اپنے دین کے بارے میں آزاد ہوں گے اور اس کے بالمقابل مسلمان باوجود یثرب میں بادشاہ ہونے کے ان سے ایک درہم بھی نہ لیں گے، اور وہ معاہدہ یثرب کے بموجب مسلمانوں کے ساتھ نفع ونقصان میں شامل ہوں گے، اس لحاظ سے کہنا چاہیئے کہ وہ اس معاہدہ کے بموجب ایک مستقل امت ہوں گے جو ملت اسلامیہ کے ساتھ تمام حقوق میں بغیر کسی امتیاز کے مساوی ہوں گے، لیکن یہودیوں نے اس رواداری اور حسن سلوک کا کس وجہ سے مقابلہ کیا جس نے انہیں (باوجود اسلامی عربی اکثریت کے درمیان غیر ملکی یہودی اقلیت ہونے کے) ایسا بنا دیا ہے کہ انہوں نے اپنی دینی، اجتماعی اور اقتصادی زندگی میں جو یثرب میں اسلام کے تسلط سے قبل انہیں حاصل تھی، کسی تبدیلی کا شعور نہ کیا؟ ' یہود نے نازک ترین اوقات میں اس رواداری، اور حسن سلوک کا مقابلہ، غداری، خیانت، ڈکٹیٹرشپ، ظلم اور عہد شکنی سے کیا'......

یہ اسرائیلی قبیح اخلاق ہیں جو اس وقت سے ان کے لازم حال ہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبان سے ان پر لعنت کی ہے، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ نے یثرب میں یہودیوں کے ان اخلاق سے بڑی پریشانیاں اٹھائیں اور سخت خطرناک مشکلات اور کئی سازشوں کا سامنا کیا، مگر اس کے باوجود آپ نے ان یہودیوں کے ساتھ رواداری اور درگذر کا سلوک کیا نیز آپ نے ان کی عہد شکنی اور ڈکٹیٹرشپ کے بالمقابل باوجود طاقت رکھنے کے ان کی خون ریزی سے اجتناب کیا، آپ نے ان یہودیوں کے ساتھ عفو و درگذر کا جو آخری اقدام کیا وہ مدینہ میں بنی نضیر کے یہودیوں کے ساتھ آپ کا سلوک تھا آپ نے ان کے خون کی حفاظت کی اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید ہونے سے بچایا اور انہیں پُرامن طریق سے مقدور بھر سامان

اٹھا کر جہاں وہ چاہیں، جانے کی اجازت دے دی، مگر ان یہودیوں نے خیبر میں ابھی ٹھکانہ بھی نہ پکڑا تھا کہ انہوں نے اُسے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جارحیت کا خطرناک اڈہ بنا دیا، اس اڈے کی موجودگی سے مسلمانوں کو شدید پریشانیوں اور خطرناک احوال سے دوچار ہونا پڑا، قریب تھا کہ وہ ان کی ہستی کو ملیامیٹ کر دیتے جیسا کہ ہم نے اپنی دو کتابوں غزوۂ احزاب اور بنی قریظہ میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے، پس ان یہودیوں نے یہ بات ثابت کر دی کہ خواہ ان سے کس قدر درگذر اور حسن سلوک کیا جائے اور خواہ ان کو کس قدر پختہ عہد دیئے جائیں وہ جب تک زندہ ہیں اسلام کے وجود کو ختم کئے بغیر اور مسلمانوں کی جڑ کاٹے بغیر ہرگز راضی نہ ہوں گے، اس لئے یہ ایک بدیہی اور ضروری امر ہو گیا کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کی جارحیت کو ختم کرنے اور ان کے شر سے بچنے کے لئے یہود کے وجود کے خاتمہ کے بغیر اور کوئی راستہ اختیار نہ کریں، اگر حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کو ان کے گھروں میں منتقل نہ کر دیتے اور ان کی جارحیت کے اڈے پر قبضہ نہ کرتے تو ان کی جارحیت کا خاتمہ نہ ہوتا، اس طرح آپؐ یہود کی جارحیت اور عہد شکنی کے شر سے مسلمانوں کی امن و سلامتی کے ضامن بن گئے،

اس جگہ (واللہ اعلم) وہ سبب معلوم ہو گیا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفاء نے (اہل کتاب سے جزیہ کی قبولیت کے قانون کے بعد) خیبر کے یہودیوں کے ساتھ وہ معاملہ کیوں نہیں کیا جو وہ دوسرے اہلِ کتاب کے ساتھ کرتے تھے یعنی ان سے جزیہ لینے پر ہی اکتفا کرتے، کیونکہ ان یہودیوں کا حکم، ان عہد شکن غداروں کا ہو گیا تھا جن سے بار بار عہد شکنی، غداری، تمرد اور ڈکٹیٹرشپ کا ارتکاب ہوتا تھا اور بار بار کے تجربات نے بھی ثابت کر دیا تھا کہ ان کا کسی عہد کا پورا کرنا ممکن ہی نہیں اور خیبر کے یہودیوں سے مسلمانوں کا جزیہ قبول کرنا ایک عہد تھا اور سالہا سال کے تجربات نے یہ بات ثابت کر دی تھی کہ ان یہودیوں کے ساتھ اس قسم کے معاہدے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ انہیں مسلمانوں کو کچلنے کے لئے ایک نیا موقع فراہم کرنا ہے جیسا کہ بنو نضیر نے احزاب کو تیار کر کے کیا اور بنو نضیر نے اس وقت کیا جب انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ نہایت نازک وقت میں عہد شکنی اور غداری کی

اسی لئے (واللہ اعلم) رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے صرف دو باتوں میں سے ایک بات کو قبول کیا، یا تو وہ اسلام میں داخل ہو کر، اسلامی سوسائٹی کا جزو بن جائیں،

اور یا مسلح تصادم کے لئے تیار ہو جائیں تاکہ جو کام ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ کر دے'...... ہم نے تحلیل و تجزیہ اور استنتاج کر کے جس بات کو اختیار کیا ہے اس کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ کی ادائیگی کی پیش کش کے بغیر، یہود خیبر کے ساتھ جنگ کرنے پر اس لئے اصرار کیا تاکہ ان کا وجود اور اموال محفوظ رہیں حالانکہ اسی وقت آپ نے تیماء کے یہودیوں سے جزیہ قبول کیا اور ان کے تمام اموال کو ان کے لئے چھوڑ دیا اور ان سے جنگی لوگوں کی طرح سلوک نہیں کیا اور انہیں آزاد چھوڑ دیا گیا اور ان میں سے کسی مرد، عورت یا بچے کو قیدی نہیں بنایا، اسی طرح کا سلوک آپ نے فدک کے یہودیوں کے ساتھ مصالحت کے وقت کیا اور ان سے نصف زمین لینا قبول کر لیا اور انہیں ان کے علاقے میں آزاد چھوڑ دیا، حالانکہ فدک کو، خیبر کے مضافات میں شمار کیا جاتا ہے، بلاشبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک اور تیماء کے یہودیوں اور خیبر کے یہودیوں کے درمیان امتیازی سلوک روا رکھا اس لئے کہ خیبر کے یہودیوں نے اپنی متواتر جارحیت اور سازشوں سے مسلمانوں کی سلامتی اور امن کے لئے خطرہ پیدا کر دیا تھا جو پہلے دو مقامات کے یہودیوں نے نہیں کیا، یہود خیبر کی سازشیں اس وقت ختم ہوئیں، جب مسلمانوں نے خیبر پر غالب آکر ان کے دخیل اور کینے وجود کا خاتمہ کر دیا........ نیز تیماء، شمال اور فدک کے یہودیوں کا ان خوفناک اور جارحانہ سازشوں میں کوئی ہاتھ نہ تھا جن کی تیاری خیبر میں ہوئی تھی اور ہجرت کے چوتھے سال جنگ خندق میں، سادات خیبر نے خود احزاب کی قیادت کی تھی۔

جنگ کا آغاز

حضرت علی بن ابی طالب نے نمائندہ نبویؐ کے طور پر، خیبر کے یہودیوں کو، اسلام میں داخل ہو کر، اپنے خون کا تحفظ کرنے اور تمام حقوق میں مسلمان عربوں کے ساتھ برابر ہونے اور کفر کی ظلمت سے نکل کر نور توحید کی طرف آنے کی جو دعوت دی اس کے قبول کرنے سے انہوں نے انکار کر دیا، خیبر کے یہودیوں نے (انہیں اپنی کثرت تعداد، تیاری اور سامان جنگ پر بڑا ناز تھا) اس دعوت کا جواب قطعی انکار میں دیا بلکہ یہود نے جواب میں جنگ کا آغاز کر دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلے دن خیبر پہنچے تو انہوں نے مسلمانوں پر سخت حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں کئی صحابہؓ شہید ہو گئے اور پچاس زخمی ہو گئے جس میں بعد میں

مسلمانوں کے پڑاؤ کے امدادی سنٹر میں لایا گیا،

قیادتوں و جھنڈوں کی تنظیم و تقسیم

یہودیوں نے جب دعوت امن کے رد کرنے پر اصرار کیا اور جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فوج کو تیار کرنے اور قیادتوں کو تقسیم کرنے میں لگ گئے،

عَلمِ نبویؐ

جنگِ خیبر کے روز، رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سفید تھا، جسے عقاب کہتے تھے، اس میں سیاہی کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسُول اللہ لکھا ہوا تھا آپؐ نے پہلے دن جب حضرت علیؓ کو، یہودیوں کو امن اور اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دینے کا حکم دیا تو آپؐ نے یہ جھنڈا انہیں عطا فرمایا،

انصار و مُہاجرین کے چار جھنڈے،

رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حملہ سے قبل چار قیادتوں میں چار جھنڈے تقسیم کئے دو جھنڈے مہاجرین کے تھے جنہیں آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو عطا فرمایا اور دو جھنڈے انصار کے تھے جنہیں آپؐ نے حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت حباب بن المنذرؓ کو عطا فرمایا، ابن سعد اور ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جھنڈے صرف جنگِ خیبر کے روز ہی تھے اس دن سے قبل چھوٹے جھنڈے ہوتے تھے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس دور میں الرایۃ اور اللواء (بڑا اور چھوٹا جھنڈا) میں فرق کیا جاتا تھا،

پہرا

اسی طرح رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہرہ کے لئے ایک فوجی دستہ تیار کیا جو رات کے وقت دشمن کے قلعوں کے ارد گرد گشت کرتا تھا اور اس کی حرکات کا بھی جائزہ لیتا تھا، جن لوگوں نے اسلامی پڑاؤ کی پہرے داری کرنے اور رات کو گشت کرنے کی ذمہ داری لی، ان میں حضرت عمر فاروق بن الخطاب بھی شامل تھے، اور پڑاؤ کی قیادت اور الرجیع میں انتظامیہ کے تمام امور، حضرت عثمان بن عفان کو سونپے گئے،

یہود کے کھیتوں کی بربادی اور کچھ کھجوروں کا جلانا،

مؤرخین کی باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہود کو انتباہ کرنے کے بعد، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی حربی کارروائی یہ کی کہ ان کی کھیتوں اور کھجوروں پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں نے دشمن کو خوف زدہ کرنے کے لئے ان کی کھجوروں کو کاٹنا شروع کر دیا، مجموعی طور پر مسلمانوں نے چار سو کھجور کے درختوں کو کاٹا، پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کاٹنے سے منع فرمایا تو وہ رک گئے، جن کھیتوں پر مسلمانوں نے قبضہ کیا اور جن کھجوروں کو کاٹا وہ پہلے حصے یعنی علاقہ نطاۃ میں تھیں اور خیبر کا پہلا حصہ وہ ہے جس نے شدید ترین معرکوں کو دیکھا ہے،

حصولِ مقصد کیلئے مشکل مہم،

خیبر کے جنگی مراحل کے تتبع کرنے والے پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ خیبر میں یہودیوں کے وجود کے خاتمہ کے لئے مسلمانوں کو عظیم پریشانیوں اور بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اس پر مستزاد یہ کہ قلعے نہایت مضبوط تھے اور یہودی جانبازوں سے پُر تھے جو مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھے، پھر آب و ہوا کی خرابی کی وجہ سے حملہ سے قبل ہی بہت سے مسلمانوں کو بخار نے آلیا، کیونکہ خیبر قدیم زمانہ سے تالابوں کی کثرت کی وجہ سے بخار کا گھر ہے اس بخار نے مسلمانوں کی جسمانی قوتوں کو متاثر کیا لیکن ان کے عزم میں رکاوٹ نہ بن سکا، انہوں نے بڑے صبر اور بہادری کے ساتھ جنگ کو جاری رکھا یہاں تک کہ انہیں فتح حاصل ہو گئی،

حملہ کا آغاز کیسے ہوا،

مؤرخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ خیبر کے قلعوں میں سے کون سا قلعہ سب سے پہلے مسلمانوں کے حملے کا نشانہ بنا، تحقیق و تفحص اور روایات کے موازنہ کے بعد ہمارے نزدیک مرجح بات یہ ہے کہ جمہور مؤرخین کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے سب سے پہلے النطاۃ، اور الشق کے قلعوں پر حملہ کیا (یہ خیبر کے نصف اول میں واقع ہے) اور یہ پانچ قلعے ہیں۔ النطاۃ کے قلعوں میں سب سے پہلے ناعم کا قلعہ ہے جس پر مسلمانوں نے حملہ کیا، خیبر کے قلعوں میں حصولِ مقصد کے لئے داخل ہونا ایک بڑا مشکل کام تھا، وہ بڑے مضبوط قلعے

تھے ان کے فتح کرنے کے لئے منجنیق اور آگ اگلنے والے تباہ کن آلات کی ضرورت تھی جن کو بہت سی قومیں استعمال کرتی تھیں جن میں خود یہودِ خیبر بھی شامل تھے، لیکن جس وقت مسلمان خیبر کی جانب آئے اس وقت ان کے پاس ان تباہ کن آلات میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی، اس لئے قلعہ بند یہودیوں نے، سخت مقاومت کی جس کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت صعوبت برداشت کرنی پڑی۔

مسلمانوں کا پہلا پڑاؤ

جیسا کہ ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر آئے ہیں کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی شمالی جانب سے جو النطاۃ کے بالائی حصّے میں ہے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ آپؐ یہود اور شام کے درمیان حائل ہو جائیں اور غطفان کو بھی جانبازوں کی مدد دینے سے روک دیں اور عملاً آپؐ نے، النطاۃ کے بالائی حصّے میں ایک کھُلی جگہ پر اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا جو قلعہ ناعم کے قریب تھا اور یہ خیبر کا پہلا قلعہ ہے جس پر مسلمانوں نے حملہ کیا اور یہود کے مشہور شہسوار مرحب کا قلعہ ہے جسے حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا۔ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے پہلے روز، قلعۂ ناعم پر پُرزور حملہ کیا اور اس قلعہ پر حملہ کرنے میں آپؐ بنفسِ نفیس شریک ہوئے، آپؐ ظَرِب نامی گھوڑے پر سوار تھے اور دو زرہیں اور خود پہنے ہوئے تھے خود کے اوپر ایک اور خُود تھا اور آپؐ کے ہاتھ میں نیزہ اور ڈھال تھی، قلعہ ناعم کے سامنے مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان سخت جنگ ہوئی، مسلمانوں نے اس قلعے پر سخت حملہ کیا اور پورا دن اس پر حملہ آور رہے، لیکن یہود کی جانب سے (مرحب اور اس کے بھائی یاسر اور حارث کی قیادت میں) انہیں سخت مقاومت کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ اس قلعے پر مسلمانوں کے پہلے دن کے حملے ناکام ثابت ہوئے بلکہ قلعۂ ناعم کے دفاع میں یہودیوں کی جانبازی یہاں تک پہنچ گئی کہ انہوں نے قلعے کے دروازے کھول کر انا مسلمانوں پر سخت حملہ کر دیا، اور حارث (ابی زینب مرحب کے بھائی) کی قیادت میں قلعے سے باہر نکل کر ان کے دستے مسلمانوں پر پل پڑے اور انصار کے دستوں سے ان کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ .... قلعے کے باہر زبردست جنگ کے بعد، انصار نے یہودی سالار حارث کو بھگا دیا اور یہودیوں کو ہنکا کر قلعے کے اندر داخل کر دیا اور انہوں نے اپنے دروازے

بند کر لئے، مگر یہودیوں نے نئے سرے سے دوبارہ حملہ کیا اور قلعے کے دروازوں کو کھول دیا اور اُسیر کی قیادت میں (مرحب کے خاندان کا ایک آدمی) سخت حملے کئے مگر مسلمانوں نے ان حملوں کو روک لیا، لیکن یہود نے ان پر سخت دباؤ ڈالا یہاں تک کہ انہیں پھیر دیا اور یہ اپنے حملے کی جگہ پر آگئے حتیٰ کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے تو یہ بات آپ پر بہت گراں گزری،

پچاس زخمی اور ایک شہید

جنگ کے پہلے روز، (قلعہ ناعم .... مرحب کے سامنے) مسلمانوں کو بہت نقصان برداشت کرنا پڑا، قلعہ کے برجوں سے یہودیوں کی تیر اندازی سے پچاس آدمی زخمی ہو گئے، ان سب زخمیوں کو دوسرے دن الرجیع میں علاج کے لئے لایا گیا جو وہاں کا امدادی سنٹر تھا، اس کے بعد رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حباب بن منذر کے مشورہ سے اپنا ہیڈ کوارٹر اس جگہ منتقل کر لیا، جس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی، انشاءاللہ،

خیبر کا پہلا شہید محمود بن مسلمہ رضؓ

معرکہ خیبر کے پہلے روز سب سے پہلے شہید ہونے والا جوان محمود بن مسلمہؓ تھا جو محمد بن مسلمہ انصاری کا بھائی تھا محمود بن مسلمہؓ جنگ میں قتل نہیں ہوا اُسے اس وقت دھوکے سے قتل کر دیا گیا جب وہ قلعہ ناعم کے کسی ذیلی مکان میں سایہ میں بیٹھا ہوا تھا اور اُسے اس بات کا گمان بھی نہ تھا کہ وہاں کوئی یہودی سپاہی موجود ہوگا، محمودؓ (بہادروں کی طرح جنگ کرنے کے بعد، یہ دن شدید گرمی کا تھا) تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے اس سائے میں آگیا تو اس پر مرحب یہودی نے چکی کا ایک پاٹ گرا دیا جو اس کے سر پر لگا جس سے اس کا خود ٹوٹ گیا یہاں تک کہ اس کی پیشانی کی کھال اس کے مُنہ پر گر پڑی، اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لایا گیا تو کھال دوبارہ پہلے کی طرح پیشانی پر لگا دی گئی پھر اس کے سر پر پٹی باندھ دی گئی، اس کے بعد اُسے امدادی سنٹر میں منتقل کر دیا گیا، وادی الرجیع میں تین دن کے علاج کے بعد اس کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی،۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کوارٹر کی تبدیلی

جنگ کے پہلے روز، جس میں مسلمانوں کو شدید پریشانی اور نقصان اٹھانے پڑے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک بڑے سالار نے جو انصار صحابہؓ میں سے تھے (حباب بن منذر) دیکھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جگہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا ہے وہ جنگی حکمتِ عملی کے نقطہ نظر سے مناسب نہیں، اس نے آپ کو بتایا کہ آپ اپنے اس ہیڈ کوارٹر کو چھوڑ کر کسی اچھی جگہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنائیں، حبابؓ نے دیکھا کہ جس جگہ کو آپ نے ہیڈ کوارٹر بنایا ہوا ہے اس سے انطاۃ کے وہ قلعے جن پر حملہ کرنا مقصود ہے بہت اونچائی میں واقع ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ ان قلعوں کے سامنے، مسلمانوں کا تمام پڑاؤ کھلا نظر آتا ہے (جن میں ناعم کا قلعہ بھی تھا) اور یہ بھی دیکھا کہ یہودی قلعوں سے جو تیر مارتے ہیں وہ پڑاؤ کے اندر آکر مسلمانوں کو لگتے ہیں، جس کی وجہ سے پچاس مسلمانوں کو مختلف قسم کے زخم لگ چکے ہیں، پھر اس نے یہ بھی دیکھا کہ مسلمانوں کا پڑاؤ ایک وبا زدہ علاقہ میں ہے جہاں کھجوریں اور چشمے ہیں مورخین نے بیان کیا ہے کہ حباب بن منذر جنگ کے پہلے روز، حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا (اس وقت وہ قلعہ ناعم پر حملہ کر رہا تھا) اور کہنے لگا یا رسول اللہؐ، آپ نے جس جگہ پر قیام فرمایا ہے اگر یہ حکم الٰہی کے مطابق ہے تو ہم اس بارے میں بات نہیں کرتے اور اگر اپنی رائے سے ہے تو ہم بات کرتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس جگہ پر رائے سے قیام کیا گیا ہے تو حبابؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ، آپ قلعوں کے قریب ہو گئے ہیں اور کھجوروں اور چشموں کے درمیان اتر پڑے ہیں، مجھے اہل نطاۃ کے بارے میں علم ہے کوئی قوم ان سے زیادہ صحیح تیر مارنے میں ماہر نہیں اور وہ ہم سے بلندی پر ہیں، اور وہ نیچے آنے میں اپنے تیروں سے بھی زیادہ تیز ہیں، اور میں ان کے شبخون مارنے سے بھی بے خوف نہیں ہوں وہ کھجوروں کی اوٹ میں داخل ہو جائیں گے، یا رسول اللہ کسی اور جگہ چلے جائیے جہاں چشمے اور وبا نہ ہو، ہم اپنے اور ان کے درمیان پتھروں کو اوٹ بنا لیں گے تاکہ ان کے تیر ہمیں گزند نہ پہنچائیں، رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حبابؓ کی رائے کو درست سمجھتے ہوئے فرمایا آپؓ نے رائے دی ہے شام کے وقت ہم

یہاں سے چلے جائیں گے ،

شام تک مسلسل جنگ

مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ناعم قلعہ کے رہنے والوں سے رات کے چھا جانے تک مسلسل جنگ کی جائے تاکہ آپ رات کو اپنے ہیڈ کوارٹر کو تبدیل کر سکیں آپؐ نے حباب بن منذر سے فرمایا ، ہم آج دن بھر ان سے جنگ کریں گے نیز عملاً آپؐ نے حباب بن منذر کے مشورہ سے مشہور صحابی محمد بن مسلمہؓ انصاری کو بلایا جو آپؐ کے حفاظتی دستہ کے سالار تھے اور فرمایا کہ جس جگہ ہم نے پڑاؤ کیا ہوا ہے اس سے کوئی اچھی جگہ تلاش کرو تاکہ ہم وہاں منتقل ہو جائیں آپ نے فرمایا ہمارے لئے کوئی ایسی جگہ تلاش کرو جو ان کے قلعوں سے دُور ہو اور وبا سے بھی پاک ہو اور اس میں ہم ان کے شب خون مارنے سے بھی بے خوف ہوں ، محمدؐ بن مسلمہؓ ، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں آپ کے بیان کردہ اوصاف کے مطابق ، جگہ تلاش کرنے کے لئے نکل پڑے تاکہ وہ فوج کے لئے جدید پڑاؤ کا کام دے ، محمدؐ بن مسلمہ نے بڑی جستجو کے بعد ، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق فوج کے پڑاؤ کے لئے ایک مناسب جگہ تلاش کرلی ، اور وہ وادی الرجیع[1] تھی ، اس نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ، جبکہ آپؐ قلعہ ناعم کے سامنے جنگ کر رہے تھے ، آکر عرض کیا یا رسول اللہ ، میں نے آپؐ کے لئے جگہ تلاش کرلی ہے پھر آپؐ کے سامنے اس نے وادی الرجیع کا ذکر کیا ، تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ برکت دے .... مگر اس روز آپؐ رات تک اہل نطاۃ سے (جس میں ناعم قلعہ تھا) مصروف پیکار رہے آپؐ قلعہ کے نشیب سے جنگ کرتے تھے ، اور یہودی بھی اس دن اکٹھے ہوئے تھے ، حبابؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش آپ نے جگہ بدل لی ہوتی آپؐ نے فرمایا جب شام ہوگی ہم انشاءاللہ جگہ بدل لیں گے ، یہودیوں کی تیر اندازی سخت ہوگئی یہاں تک ، کہ اُن کے تیر مسلمانوں کے پڑاؤ میں آکر پڑنے لگے ، بلکہ اس سے آگے بھی

---

(۱) الرجیع ، خیبر کے قریب ایک وادی ہے اور یہ اس الرجیع سے مختلف جگہ ہے جس میں مشرکوں نے سات اصحاب النبیؐ سے دھوکہ کیا تھا یہ جگہ پانی والی ہے اور مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے ، اس کے اور مدینہ کے درمیان بیس راتوں کا فاصلہ ہے ۔ .

گذرنے لگے اور مسلمان ان تیروں کو اٹھا کر پھر ان کی طرف انہیں مارتے۔

مسلمانوں کا وادی الرجیع میں جانا

جنگ کے پہلے روز کی شام کو، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ وادی الرجیع میں منتقل ہو گئے جسے محمد بن مسلمہ انصاری نے آپؐ کے لئے پسند کیا تھا، آپؐ نے وادی الرجیع کو اپنا ہیڈکوارٹر بنایا، نیز نطاۃ کے قلعوں میں، موجود یہود کے خلاف اسے حربی کارروائیوں کے انتظام کے لئے جنگی اڈہ بنا دیا۔ (خصوصاً قلعہ ناعم کے خلاف) آپؐ مسلمانوں کو اپنے اپنے جھنڈوں تلے، اپنے پڑاؤ سے جنگ کے لئے لے جاتے اور جب شام ہو جاتی تو اپنی فوج کے ساتھ الرجیع میں واپس آ جاتے، آپؐ نے اپنے پڑاؤ کے اندر جنگ میں زخمی ہونے والوں کے علاج کے لئے ایک امدادی سنٹر بھی بنایا ہوا تھا، زخمیوں کو، زخمی ہوتے ہی میدان سے اٹھا کر امدادی سنٹر میں منتقل کر دیا جاتا تھا، پہلے روز قلعہ ناعم کے سامنے جو پچاس آدمی زخمی ہوئے ان کا علاج وادی الرجیع میں ہی پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

پڑاؤ کا سالار حضرت عثمان بن عفانؓ

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فوجی پڑاؤ کی قیادت حضرت عثمان بن عفانؓ کو سونپی، وادی الرجیع، نطاۃ کے بالائی حصہ میں ہے جہاں یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان سخت ترین معرکے ہوئے اس کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے روز حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نطاۃ کی لڑائی سے یہودیوں کے ساتھ جنگ کی پھر الرجیع جانے کے بعد نطاۃ کے بالائی حصے سے جنگ کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خیبر پر فتح دے دی،

مسلمانوں کا شدید فوجی نظم و ضبط:

مسلمانوں نے جب قلعہ ناعم کے محاصرہ کا آغاز کیا تو ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ کو، فوجی نظم و ضبط کے متعلق ایک سبق دیا اور فوج کے سالارِ عام کے احکام کی پابندی نہ کرنے کی اہمیت بتائی، کہ فوجی، جب تک اپنے سالار سے اجازت نہ حاصل کرلے اس

وقت تک کسی کارروائی کا اقدام نہ کرے، مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے (آپؐ اس وقت النطاۃ میں قلعہ ناعم پر حملہ کے لئے تیار تھے) فوج کو اس وقت تک جنگ کرنے سے منع فرمایا جب تک اُسے آپ سے اجازت نہ مل جائے لیکن اسلامی فوج کے ایک جوان نے (جو نجد کے اشجع قبیلہ سے تھا) ایک یہودی کو دیکھ کر اُسے قتل کرنے کے ارادہ سے اس پر حملہ کر دیا، مگر خیبر کے مشہور شہسوار مرحب نے حائل ہو کر اشجعی جوان کو قتل کر دیا تو لوگوں نے کہا، یارسول اللہ، فلاں آدمی شہید ہو گیا ہے تو آپؐ نے فرمایا، کیا وہ میرے جنگ سے منع کرنے کے بعد مارا گیا ہے، لوگوں نے کہا ہاں! تو آپؐ نے منادی کو حکم دیا کہ یہ اعلان کرے کہ کسی نافرمان کے لئے جنت میں جانا جائز نہیں، آپؐ نے یہ بات اشجعی مسلمان کی طرف جس نے فوجی نظم وضبط کی مخالفت کی تھی، اشارہ کرتے ہوئے فرمائی کیونکہ اس نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے قبل ہی یہودیوں سے جنگ شروع کر دی تھی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان فوجی معاملات میں اور خصوصاً جنگ کے حالات میں دیگر تمام اقوام سے، شدت اور سختی میں بڑھے ہوئے تھے یہ ایک مسلمان جوان تھا جسے ایک یہودی نے میدانِ جنگ میں قتل کر دیا لیکن اس کے باوجود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اشجعی مسلمان کی یہ کارروائی ایک آنکھ نہ بھائی اور آپؐ نے اُسے نافرمان تصور کیا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے،

اسلام کی وسعت اور آسائش

قلعہ ناعم کے محاصرہ کے دوران، یہودیوں کے ایک غلام نے اسلام قبول کر لیا اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر لڑا اور مارا گیا اور خدا تعالیٰ کو ایک سجدہ کئے بغیر جنت میں داخل ہو گیا، کیونکہ وہ جس روز مسلمان ہوا، اسی روز، نماز کا وقت آنے سے پہلے ہی شہید ہو گیا، تاریخ میں بیان ہوا ہے کہ اسلم نامی حبشی جو خیبر کے پانچ سرداروں میں سے کسی ایک کا غلام تھا (عامر کا غلام تھا جو مرحب کے ساتھ مارا گیا تھا) جو عامر یہودی کی بکریاں چرایا کرتا تھا اس نے جب اہل خیبر کو قلعہ بند ہوتے اور جنگ کے لئے تیاری کرتے دیکھا تو اس نے ان سے اس بارے میں پوچھا، انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس شخص سے جنگ کر رہے ہیں جو اپنے آپؐ کو نبی خیال کرتا ہے یہ بات اس کے دل میں گھر کر گئی وہ اپنی بکریوں کو،

ہانکتا ہوا رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا پھر اُس نے آپؐ سے ملاقات کرنا چاہی تو آپؐ نے اُسے ملاقات کی اجازت عطا فرمادی جب وہ آپؐ کے پاس آیا تو اس نے کہا اے محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ کیا کہتے ہیں اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں، آپؐ نے بڑی کشادہ دلی سے فرمایا میں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور یہ کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا، کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسُول ہوں اور تو اللہ تعالیٰ کے سوا، کسی کی عبادت نہ کر، غلام نے عرض کیا، اگر میں یہ شہادت دے دوں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤں تو مجھے کیا ملے گا، آپؐ نے فرمایا اگر تو اس شہادت اور ایمان پر مرے تو تجھے جنت ملے گی پس اسلام نے اس کے دل میں گھر کر لیا اور وہ مسلمان ہو گیا،

امانت کے متعلق سبق

پھر اس حبشی نے کہا یا رسُول اللہ، یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں، اب میں ان کے بارے میں کیا کروں، آپؐ نے فرمایا انہیں فوج سے باہر نکالو پھر انہیں ہانک دو، اور کنکریاں مارو، اللہ تعالیٰ تیری طرف سے یہ امانت ادا کر دے گا، حبشی نے کھڑے ہو کر کف بھر کنکریاں لیں اور اپنے سامنے پھینک کر کہا اپنے مالک کی طرف واپس چلی جاؤ، خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا وہ بکریاں اکٹھی ہو کر چل پڑیں ایک ہانکنے والا انہیں ہانکتا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ قلعہ مرحب میں داخل ہو گئیں پس یہودی کو پتہ چل گیا کہ اس کا غلام، مسلمان ہو گیا ہے،

مورخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب قلعہ ناعم کے یہودیوں سے لڑنے کے لئے جھنڈا اٹھا کر نکلے اور ان کے پیچھے پیچھے یہ حبشی بھی یہود سے لڑنے کے لئے گیا اور قتل ہو گیا اسے اٹھا کر امدادی سنٹر میں لایا گیا تو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے دیکھ کر اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس غلام کو عزت دی ہے اور اسے خیبر کی طرف لایا ہے، میں نے اس کے سر کے پاس دو موٹی آنکھوں والی حوریں دیکھی ہیں حالانکہ اس نے خدا تعالیٰ کو کبھی سجدہ بھی نہیں کیا، اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک سیاہ فام آدمی رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگا، میں ایک سیاہ فام، قبیح چہرہ اور بدبودار آدمی ہوں اور میرے پاس کوئی مال نہیں ، اگر میں ان لوگوں کے ساتھ لڑتا ہوا مر

جاؤں تو کیا میں جنت میں داخل ہوں گا؟ فرمایا ہاں! تو وہ آگے بڑھ کر لڑا، یہاں تک کہ وہ قتل ہوگیا، حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کے پاس آکر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے چہرے کو خوبصورت بنا دیا ہے اور تیری بُو کو پاکیزہ بنا دیا ہے اور تیرے مال کو بڑھا دیا ہے، پھر فرمایا میں نے اس کی دو بیویوں کو دیکھا ہے جو موٹی آنکھوں والی حُوروں میں سے ہیں جو اس کا جُبہ اتار رہی ہیں اور اس کی جِلد اور جُبّے کے درمیان داخل ہو رہی ہیں۔

النطاۃ کے قلعوں میں مضبوط ترین قلعہ ناعم تھا

قلعہ ناعم پر قبضہ کرنے کے لئے، اس کے سامنے مسلمانوں نے جو سخت جنگیں کیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خیبر کا مضبوط ترین قلعہ تھا اور اس کی مدافعت کرنے والے یہودی، خیبر کے شجاع ترین اور سخت جنگ باز یہودی تھے، اس کی دلیل کے لئے یہی بات کافی ہے کہ خیبر کا شہسوار مرحب اس مضبوط قلعے کے دفاع کی قیادت کر رہا تھا اور اس کی مدد وہ ایسے شہسوار کر رہے تھے جو جرأت و شجاعت میں اس سے کم نہ تھے اور وہ اس کے دونوں بھائی یاسر اور حارث تھے یہ تینوں سالار، مبارزت میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے ان جانباز شہسواروں کے مرنے کے بعد ہی، مسلمانوں نے قلعہ ناعم کو فتح کیا، جس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی۔

قلعہ ناعم کے محاصرہ میں شدت

اس قلعے کے دفاع میں اگرچہ آلِ مرحب اور اس کی فوج نے بہادری کے کئی کارنامے دکھائے، اور یہود کی سخت مقاومت سے مسلمانوں کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی اور باوجود اس بات کے کہ اس علاقے کی آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے جیش نبوی کے بہت سے جوانوں کو بخار نے آلیا، پھر بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس مضبوط قلعے کے یہودیوں پر محاصرہ کو سخت کر دیا جائے جسے خیبر کی پہلی دفاعی لائن سمجھا جاتا تھا۔

مرحب کا قتل ہونا اور قلعے کا کھلنا

یہود نے اپنی شدید مقاومت کو جاری رکھا اور حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس قلعے کو فتح کرنے کے ارادے سے اس پر حملہ کرنے میں اصرار کیا آپؐ نے مہاجرین وانصار کا ایک دستہ، دوسرے دستے کے پیچھے قلعہ ناعم پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا لیکن یہ سب دستے قلعے میں داخل ہونے اور اس کی مضبوطی کی وجہ سے اُسے فتح کرنے اور یہود کی شدید مقاومت کی وجہ سے عاجز آگئے، امتاع الاسماع کا مؤلف اس قلعے کے سامنے جنگ کی صعوبت کا حال بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپؐ نے، اپنا جھنڈا ایک مہاجر کو دیا مگر اس سے کچھ نہ بنا، پھر آپؐ نے ایک اور مہاجر کو جھنڈا دیا مگر اس سے بھی کچھ نہ بنا اور واپس لوٹ آیا پھر آپؐ نے انصار کا جھنڈا ایک انصاری کو دیا مگر وہ بھی بغیر کچھ کئے واپس آگیا، حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جہاد پر آمادہ کیا اور یہود کے دستے (جن کے آگے آگے حارث الیہودی، مرحب کا بھائی تھا) بھی سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتے آگئے، حارث لوگوں کی صفیں توڑتا ہوا بڑھتا آرہا تھا، ان سب کو انصار کا علمبردار قلعے تک لے گیا اور یہود کے ایک سالار، اُسیر نے باہر نکل کر، انصار کو بکھیر دیا اور رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا، رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ بات بہت گراں گذری اور آپؐ نے غم واندوہ کی حالت میں شام کی، مرحب کے قتل کے بعد مدافعین کے دفاع میں کمزوری پیدا ہوئی۔

عامر بن اکوع کا قتل:

ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ جلد ۴، صہ ۱۸۷ پر بیان کیا ہے کہ مرحب یہودی اپنے قلعے کے محاصرے کے دوران، اپنی تلوار کے ساتھ ناز و ادا سے چلتا ہوا اور مبارزت طلب کرتا ہوا نکلا اور یہ اشعار پڑھ رہا تھا،

قد علمت خیبر انی مرحب   شاکی السلاح بطل مجرب

اذا الحروب اقبلت تلہب

ترجمہ: مرحب جب جنگ بھڑک اٹھتی ہے تو خیبر کو معلوم ہو جاتا ہے کہ میں ہتھیار بند اور آزمودہ بہادر مرحب ہوں۔

تو اس کے مقابلہ میں سنان بن اکوع نے نکل کر یہ شعر پڑھا،

قد علمت خیبر انی عامر   شاکی السلاح بطل مجرب

ترجمہ :۔ خیبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار بند اور آزمودہ بہادر عامر ہوں۔

دونوں نے ایک دوسرے پر وار کئے تو مرحب کی تلوار، عامر کی ڈھال پر لگی وہ نیچے جھکا تو اس کی اپنی تلوار سے اس کی رگ کٹ گئی جس سے اس کی جان نکل گئی، اس واقعہ کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے جہاں عامر نے راستہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے حُدی پڑھی تھی۔

مرحب کو کس نے قتل کیا

متقدمین اور اصحاب الحدیث کے درمیان یہودی شہسوار مرحب کے قاتل کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے .... ایک فریق کے نزدیک اُسے محمد بن مسلمہ انصاری نے قتل کیا تھا اس فریق کے لیڈر محمد بن اسحاق اور موسےٰ بن عقبہ ہیں اور واقدی کہتا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے، مرحب کا مقابلہ کیا اور اس کی دونوں ٹانگیں کاٹ دیں اور اُسے مجروح کرکے چھوڑ دیا اس کی جان نکل رہی تھی، کہ حضرت علی بن ابی طالب اس کے پاس سے گزرے اور جھٹ پٹ مار کر اس کا سر کاٹ لیا، تیسرے فریق کے نزدیک مرحب کے قاتل حضرت علی بن ابی طالب ہیں....... تمام فریقوں کے اقوال پر غور کرنے سے محقق منصف پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس نے مرحب کو قتل کیا وہ حضرت علی بن ابی طالب ہیں کیوں کہ قلعہ انہی کے ہاتھوں فتح ہوا تھا، ہم اس جگہ تینوں فریقوں کی روایات کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں، سب سے پہلے ہم ابن اسحاق کی رائے کو درج کرتے ہیں،

" ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ جب مرحب نے قلعے کے سامنے آکر مبارزت طلب کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا مقابلہ کون کرے گا ؟ تو محمد بن مسلمہ نے عرض کیا یارسُول اللہ، میں اس کا مقابلہ کروں گا، خدا کی قسم مجھ میں کینہ جوش مار رہا ہے اس نے کل میرے بھائی کو قتل کیا تھا، تو آپ نے فرمایا اس کے مقابلہ میں جاؤ، پھر دعا فرمائی اے اللہ اس کے خلاف اس کی مدد فرما، ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ جب دونوں ایکدوسرے کے قریب ہوئے تو ان کے درمیان ایک درخت حائل ہو گیا اور دونوں ایک دوسرے سے بچنے کے لئے اس کی پناہ لینے لگے، جب کوئی ان میں سے اس کی پناہ لیتا تو دوسرا اپنی تلوار سے رکاوٹ بننے والی ٹہنیوں کو کاٹ دیتا یہاں تک کہ دونوں ایک دُوسرے کے سامنے ہو گئے اور درخت ان کے درمیان کھڑے آدمی کی طرح رہ گیا اور اس میں کوئی شاخ باقی نہ رہی

اس موقع پر مرحب نے ابن مسلمہ پر حملہ کیا، پس وہ اپنی تلوار سے اس پر پل پڑا تو اس نے اپنی ڈھال کے پیچھے پناہ لی جو موٹی جلد کی بنی ہوئی تھی، مرحب کی تلوار اس پر لگ کر کھب گئی اس وقت محمد بن مسلمہ نے تلوار مار کر اُسے قتل کر دیا۔"

اسی قسم کی بات موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے بیان کی ہے۔

مگر واقدی کا بیان ہے کہ جب محمد بن مسلمہ نے مرحب کو دعوتِ مبارزت دی تو اس کی ٹانگیں کاٹ دیں اور جب اس نے مرحب کو زمین پر پھینک دیا تو مرحب نے اُسے کہا، میرا کام تمام کر دے تو اس نے جواب دیا جس طرح میرے بھائی محمود بن مسلمہ نے موت کا مزا چکھا ہے اسی طرح تو بھی موت کا مزا چکھ، حضرت علی ابن ابی طالب کا وہاں سے گذر ہوا تو آپ نے اس کا سر کاٹ دیا اور دونوں اس کے سامان کے متعلق جھگڑا کرتے ہوئے رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے محمد بن مسلمہ کو، اس کی تلوار، نیزہ اور خود دے دیا، اس کی تلوار پر عبرانی زبان میں لکھا ہوا تھا،

هذا سيف مرحب من يذقه يعطب

یہ مرحب کی تلوار ہے جو اسے چکھے گا، ہلاک ہو جائے گا،

یہ ایک عبرانی شعر ہے جس کا ایک یہودی نے عربی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

بیہقی وغیرہ کی روایت

حضرت علیؓ کے مرحب کے قتل کرنے کے واقعہ کو بہت سے مؤرخین اور اصحابُ الحدیث نے بیان کیا ہے اس جگہ ہم بیہقی کی روایت کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں اور اس کے بیان کرنے سے قبل، مجمل طور پر مقریزی کے اس بیان کو درج کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے مرحب کے قتل کرنے سے پہلے اس کے بھائی حارث کو بھی قتل کیا تھا۔

امتاع الاسماع میں ہے کہ جب قلعہ ناعم پر حملہ کرنے والے سالار کامیاب نہ ہو سکے تو رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محبت کرتے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اُسے فتح دے گا پھر آپؐ نے حضرت علی بن ابی طالب کو بُلا کر جھنڈا عطا فرمایا اور ان کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی، سب سے پہلے آپ کے مقابلہ میں مرحب کا بھائی، حارث آیا، تو مسلمان اِدھر اُدھر ہو گئے اور حضرت علیؓ اس کے مقابلہ

میں ڈٹ گئے، دونوں نے ایک دوسرے پر وار کئے اور حضرت علیؓ نے حارث کو قتل کر دیا اور یہودی شکست کھا کر اپنے قلعے میں چلے گئے،

اور بیہقی کی روایت میں ہے (جیساکہ البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ صہ ۱۸۶ میں ہے) کہ کبھی کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دردِ شقیقہ ہو جاتا تھا پس آپؐ ایک یا دو دن ٹھہرے رہے اور باہر نہ نکلے، جب آپؐ خیبر میں اترے تو آپؐ کو دردِ شقیقہ نے آلیا اور آپؐ لوگوں کے پاس نہ آئے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا پکڑا اور شدید جنگ کی پھر آپ واپس آگئے پھر اس جھنڈے کو، حضرت عمرؓ نے لیا اور پہلی جنگ سے بھی بڑھ کر شدید جنگ کی، پھر واپس آکر، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جنگ کے متعلق اطلاع دی تو آپؐ نے فرمایا میں کل اس شخص کو یہ جھنڈا دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہو گا اور خدا تعالیٰ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہوں گے وہ بزورِ قوت قلعے کو لے لے گا اس وقت حضرت علیؓ وہاں موجود نہیں تھے، قریش کے ہر شخص نے یہ خواہش کی کہ وہ جھنڈا حاصل کرے، صبح ہوئی تو حضرت علیؓ اپنے اونٹ پر آئے اور اُسے قریب ہی بٹھا دیا آپ کو آشوبِ چشم کا عارضہ تھا اور آپ نے اپنی آنکھ کو، قطری چادر کے ایک ٹکڑے سے باندھا ہوا تھا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، آپ کو کیا تکلیف ہے؟ عرض کیا، آپؐ کے بعد مجھے آشوبِ چشم کا عارضہ ہو گیا ہے، فرمایا میرے قریب ہو جاؤ، آپؐ نے حضرت علیؓ کی دونوں آنکھوں میں تھوکا تو ان کی تکلیف جاتی رہی، اور آپ نے اپنی راہ لی، پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کو جھنڈا عطا فرمایا تو آپ اسے لے کر خیبر میں آئے اور قلعے کا مالک مرحب یمانی خود پہنے باہر نکلا اور اس کے سر پر خود کی طرح ایک سوراخ دار پتھر بھی تھا اور وہ یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہا تھا،

قد علمت خیبر اَنی مرحب　　　شاکی السلاح بطل مجرّب

اذا اللیوث اقبلت تلھب　　　واُحجمت عن صولۃ المغلّب

ترجمہ:- خیبر کو معلوم ہے کہ میں ہتھیار بند اور ایک آزمودہ بہادر ہوں جب شیر سیخ پا ہو کر آتے ہیں تو غالب کرنے والے کے حملہ سے رُک جاتے ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا:-

انا الذی سمتنی أمی حیدرۃ کاللیث غابات شدید القسورۃ
اکیلکم بالصاع کیل السندرۃ

ترجمہ :۔ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے جو بَن کے شیر کی طرح شدید حملہ کرنے والا ہے میں تم میں وسیع پیمانے پر خونریزی کو پھیلا دوں گا ،

امام بیہقی بیان کرتے ہیں کہ دونوں نے ایک دُوسرے پر وار کیے ، حضرت علیؓ نے پتھر، خود اور اس کے سر کو چیر دیا اور تلوار اس کی ڈاڑھوں تک چلی گئی اور شہر پر آپ نے قبضہ کر لیا ، حافظ بزار نے ، حضرت ابوبکر صدّیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے بھیجنے اور فتح نہ کرنے پر تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کے سیاق میں غرابت اور نکارت پائی جاتی ہے اور اس کی اسناد میں وہ شخص بھی ہے جس پر تشیع کی تہمت ہے ، یہ خلاصہ ہے ان اقوال کا ، جو مرحب کے قتل کے واقعہ میں بیان ہوئے ہیں مگر جب ہم مختلف روایات کا تفحص کرتے ہیں تو ہم اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جس میں یہ ذکر ہے کہ قلعہ ناعم میں یہودی فوجوں کے سالار مرحب کو حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا ، اس ترجیح کو یہ روایت مؤکد کرتی ہے کہ امام مسلم (اگرچہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے فتح نہ کرنے کے واقعہ کو بیان نہیں کیا) نے بیان کیا ہے کہ مرحب کے قاتل ، حضرت علی بن ابی طالب تھے اسی طرح حضرت امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے جو مسلم کی روایت کو مضبوط کرتی ہے (باوجودیکہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے فتح نہ کرنے کے واقعہ کو بیان نہیں کیا) اور نہ ہی یہ ذکر کیا ہے کہ مرحب کو حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا ، ہاں انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ، حضرت علیؓ کو جھنڈا عطا کرنے کے بعد فرمایا ، میں کل اس شخص کو یہ جھنڈا دُوں گا جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسُول محبت کرتے ہوں گے ـــــ اور آپ کے ہاتھ پر قلعہ کے فتح کی تکمیل ہوگی ،

حضرت زبیرؓ کا مرحب کے بھائی یاسر کو قتل کرنا

جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ مؤرخین کے سیاقِ کلام سے پتہ چلتا ہے کہ خیبر میں شدید ترین جنگ قلعہ ناعم کے ارد گرد ہوئی (جو آلِ مرحب کا قلعہ تھا اور ابن اسحاق کی روایت کے مطابق وہ حمیر قبیلہ

سے تھا) اور ہم معلوم کر چکے ہیں، کہ اس قلعہ میں پڑاؤ کرنے والے یہودیوں کی تیاری کیسی تھی انہوں نے کئی بار قلعہ سے باہر آکر مسلمانوں پر حملہ کیا اور انہیں بھگا کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کوارٹر تک جانے پر مجبور کر دیا اس بات سے غمگین ہو کر آپ نے حضرت علی کو بلایا اور اس مضبوط قلعے کی فتح کا اہم کام آپ کے سپرد کیا، جس کی فتح نے مسلمانوں کو درماندہ کر دیا تھا، باوجودیکہ حضرت علیؓ نے اس قلعے کی مدافعت کرنے والوں کے بڑے سالار مرحب کو قتل کر دیا تھا پھر بھی قلعہ مسلمانوں کی ماتحتی میں نہ آیا تھا بلکہ یہود اس میں پناہ لے کر، شوق سے اس کی مدافعت کر رہے تھے......... اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یاسر، جو اپنے دونوں بھائیوں (مرحب اور حارث کا قیادت میں) جانشین بنا، بڑے اشتیاق سے قلعے کی مدافعت کر رہا تھا بلکہ (اپنے دونوں بھائیوں کے قتل کے بعد) اس کی جرأت اور شجاعت یہاں تک بڑھی کہ اس نے یہودیوں کی عظیم فوج کے پہرے کے باوجود قلعے کے باہر نکل کر اور اس کے سامنے اپنا نیزہ گاڑ کر مسلمانوں کو چیلنج کیا اور گھوڑے پر جولانی کر کے مبارزت طلبی کرتے ہوئے یہ شعر پڑھنے لگا،

قد علمت خیبر أنی یاسر شاکی السلاح بطل مغامر
اذا اللیوث أقبلت تبادر وأحجمت من صولتی المخاطر
إن حمای فیہ موت حاضر

ترجمہ:۔ خیبر جانتا ہے کہ میں حملہ کرنے والا اور ہتھیار بند بہادر ہوں جب شیر حملہ کرنے آتے ہیں تو میرے حملے سے جانباز ہچکچاتے ہیں، میری چراگاہ میں موت حاضر ہے،

یاسر یہودی، ان کے شجاع ترین اور سخت جنگجو سرداروں میں سے تھا، حضرت زبیر بن العوام اس کے مقابلہ میں نکلے تو ان کی والدہ حضرت صفیہؓ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی) نے ان کے متعلق ڈرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ، وہ میرے بیٹے کو قتل کر دے گا حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ تیرا بیٹا اسے قتل کرے گا انشاء اللہ........ حضرت زبیر نے یاسر کے جواب میں یہ شعر پڑھے،

قد علمت خیبر انی زبار قرم لقرم غیر نکس فرار
وابن حماۃ المجد وابن الاخیار یاسر لا یغررک جمع الکفار

فجمعهم مثل السراب الجرار

ترجمہ : خیبر جانتا ہے کہ میں ایک بہادر آدمی ہوں، ایک سردار کا دوسرے سردار سے مقابلہ ہوگا جو کمزور اور فرار اختیار کرنے والا نہیں، میں بزرگی کی حفاظت کرنے والوں اور نیک لوگوں کا بیٹا ہوں، یاسر تجھے کفار کی جمعیت دھوکہ میں نہ ڈال دے ان کی جمعیت تو چلتے ہوئے سراب کی طرح ہے،

اس کے بعد دونوں نے تھوڑی دیر جولانی کی اور حضرت زبیرؓ نے اپنے مدمقابل یاسر کو قتل کردیا، اس کے قتل سے قلعہ ناعم کی مدافعت کرنیوالوں نے اپنے تین بڑے سالاروں کو کھو دیا جس کا ان کی معنویات (اوصاف) پر بڑا اثر پڑا اور حضرت علی بن ابی طالبؓ کی قیادت میں مسلمانوں کا قلعہ میں داخل ہونا اور فتح کرنا آسان ہوگیا، جب حضرت زبیرؓ نے یہودیوں کے سالار یاسر کو قتل کردیا تو اس کے بعد، حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے زبیرؓ سے فرمایا، تم پر چچا اور ماموں قربان ہوں، ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے، .... ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت زبیرؓ کو کہا جاتا کہ اس دن آپ کی تلوار کاٹنے والی تھی تو وہ کہتے، وہ کاٹنے والی نہ تھی، لیکن میں نے اسے کاٹنے پر مجبور کر دیا تھا،

چوتھے یہودی سالار کا قتل

امتاع الاسماع ص۳۱۶ پر ہے کہ چوتھا یہودی سالار بھی حضرت علیؓ سے مبارزت کرتے ہوئے ان کے ہاتھ سے مارا گیا اس سالار کا نام عامر تھا، اسی طرح پانچواں یہودی سالار بھی قلعہ ناعم کے سامنے محمدؐ بن مسلمہ انصاری کے ہاتھوں مارا گیا۔

قلعہ ناعم پر مسلمانوں کا قبضہ

ان پانچ یہودی سالاروں (مرحب، حارث، یاسر، عامر اور اُسیر) کے قتل کے بعد اس قلعے سے دفاع کرنے والے یہودیوں کی مقاومت ختم ہوگئی جس پر مسلمانوں نے شدید حملہ کیا تھا یہاں تک کہ وہ اس میں داخل ہوگئے اور اُسے فتح کرلیا، یہ قلعہ، خیبر کے قلعوں میں سے پہلا اور اہم قلعہ تھا جس پر مسلمانوں نے قبضہ کیا،

قلعہ ناعم کی فتح کے متعلق

واقدی کی تفصیلات

باوجودیکہ قلعہ ناعم کے سامنے جو معرکے ہوئے وہ علی الاطلاق خیبر کے سخت ترین معرکوں میں سے ہیں، مگر پھر بھی عام مؤرخین نے تاریخ کی بنیادی کتابوں میں اس قلعہ کے پاس ہونے والے معرکوں کو مفصل اور مرتب طور پر بیان نہیں کیا بلکہ ان کا بیان غیر مربوط ہے اور شاید کتب تاریخ میں سب سے اچھا اور مرتب بیان وہ ہے جو مغازی الواقدی میں آیا ہے جسے آکسفورڈ یونیورسٹی نے ڈاکٹر مارسڈن جونس کی تحقیق سے شائع کیا ہے اس بیان کی اہمیت کے پیش نظر ہم اسے یہاں درج کرتے ہیں باوجودیکہ ہم نے اس کا کچھ حصہ ذکر کر دیا ہے جسے ہم نے بڑی مشکل سے تاریخ کی بنیادی کتب سے اکٹھا کیا ہے،

واقدی (قلعہ ناعم کے معرکہ کا ذکر کرتے ہوئے) بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم، مسلمانوں کے ساتھ قلعہ ناعم تک پہنچے ـــــ ناعم کے کئی قلعے ہیں ـــــ تو یہودیوں نے تیر اندازی شروع کر دی، اصحاب رسول، آپ کی ڈھال بن گئے، اس وقت آپ دو زرہیں اور خود پہنے ہوئے تھے اور ظرب نامی گھوڑے پر سوار تھے اور آپ کے ہاتھ میں نیزہ اور ڈھال تھی آپ کے اصحابؓ آپ کو گھیرے ہوئے تھے، آپ نے اپنا جھنڈا ایک مہاجر صحابی کو دیا وہ بغیر کچھ کئے واپس آگیا پھر آپ نے ایک اور آدمی کو جھنڈا دیا وہ بھی بغیر کچھ کئے واپس آگیا، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کا جھنڈا ایک انصاری کو دیا وہ گیا مگر اس سے بھی کچھ نہ بنا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ابھارا تو یہودی دستے جن کے آگے آگے ابوزینب تھا، مسلمانوں پر پل پڑے وہ زمین کو دہلاتا آرہا تھا، انصاری علمبردار آگے بڑھا اور انہیں دباتا ہوا قلعے تک لے گیا اور وہ اس میں داخل ہو گئے پھر اُسیر یہودی نکلا جس کے آگے پیادہ فوج تھی، اس نے انصاری برگیڈ کو منتشر کر دیا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ تک پہنچ گیا اس بات سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا غم ہوا اور آپ نے ان کے سامنے وعدہ الٰہی کا بھی ذکر کیا پس آپ نے غم کی حالت میں شام کی،

حضرت سعدؓ بن عبادہ کا زخمی ہونا

حضرت سعد بن عبادہ زخمی ہو کر واپس آئے اور اپنے ساتھیوں کو

سُست ٹھہرانے لگے اور مہاجرین کا علمبردار اپنے ساتھیوں کو سُست ٹھہراتے ہوئے کہنے لگا تم ہی سُستی کرنے والے ہو، رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان نے یہود کے پاس آکر کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اموال کی وجہ سے تم سے جنگ کرتے ہیں انہیں کہو کہ وہ کہیں لاالٰہ الا اللہ، پھر تم اپنے اموال، اور خون کو محفوظ کر لو گے اور تمہارا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا انہیں پکار کر یہ بات کہہ دو (اس وقت جنگ بڑی شدت سے ہو رہی تھی) یہود نے جواب میں پکار کر کہا ہم ایسا نہیں کریں گے اور نہ ہی عہدِ موسیٰ اور تورات کو چھوڑیں گے،

تو رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں کل اس شخص کو جھنڈا دوں گا جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسُول محبت کرتے ہوں گے، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا، وہ فرار کرنے والا نہیں ہے، اے محمد بن مسلمہؓ کل خوش ہو جا، تیرے بھائی کا قاتل، قتل ہو گا انشاء اللہ، (اس کے بھائی کا قاتل مرحب تھا) اور یہود کی پیادہ فوج پیٹھ پھیر جائے گی، جب صبح ہوئی تو آپؐ نے حضرت علیؓ کی طرف آدمی بھیجا اس وقت وہ آشوبِ چشم کے عارضہ میں مبتلا تھے وہ کہنے لگے میں نہ زمین کو دیکھ سکتا ہوں نہ پہاڑ کو، واقدی بیان کرتا ہے کہ آپؐ حضرت علیؓ کے پاس گئے اور فرمایا اپنی آنکھیں کھولو تو انہوں نے اپنی آنکھیں کھول دیں تو آپؐ نے ان میں تھوکا، حضرت علی کہتے ہیں کہ اس وقت سے لے کر آج تک مجھے آشوبِ چشم کا عارضہ نہیں ہوا، پھر آپؐ نے انہیں جھنڈا دیا اور آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے لئے فتح کی دُعا کی، سب سے پہلے ان کے مقابلہ میں مرحب کا بھائی حارث اپنی پیادہ فوج کے ساتھ آیا، مسلمان اِدھر اُدھر بکھر گئے مگر حضرت علی مقابلہ میں ڈٹ گئے، دونوں نے ایک دوسرے پر وار کئے اور حضرت علیؓ نے اُسے قتل کر دیا اور پھر اس کے ساتھی واپس آکر قلعے میں میں داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر دیا، اور مسلمان بھی اپنی اپنی جگہوں پر واپس آگئے اور مرحب یہ شعر پڑھتا ہُوا باہر آیا،

قد علمت خیبر انی مرحب　　شاکی السلاح بطل مجرّب

أضرِبُ احیاناً وحیناً أُضرَبُ

خیبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار بند، آزمودہ بہادر مرحب ہُوں میں کبھی مارتا ہُوں اور کبھی مار کھاتا ہُوں،

پس حضرت علیؓ نے اس پر حملہ کر دیا اور اُسے دروازے پر پچھاڑ دیا اور دروازہ کھول دیا اور قلعے کے دو دروازے تھے،

اور ایک دُوسرے طریق سے واقدی بیان کرتا ہے کہ جس نے پہرے دار (ابوزینب مرحب کے بھائی) کو قتل کیا وہ حضرت ابو دجانہ تھے، نہ کہ حضرت علی، واقدی بیان کرتا ہے کہ مجھ سے ابن ابی سبرۃ نے خالد بن رباح سے، اس نے شیوخ بنی ساعدہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حارث ابوزینب کو، حضرت ابو دجانہ نے قتل کیا تھا، ان دونوں ان کا نشان سُرخ عمامہ تھا اور حارث، کا نشان اپنے خود کے اوپر عمامہ باندھنا تھا اور یاسر، اُسیر اور عامر (تمام یہودی سالار) نشان بند تھے،

ابن ابی سبرۃ نے عمر بن ابی عمرو سے میرے پاس بیان کیا، وہ کہتا ہے کہ میں سلیمان بن عبدالملک کے زمانے میں اُریحا آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں یہود کا ایک قبیلہ ہے اور ایک آدمی بڑھاپے سے لرز رہا ہے اس نے پوچھا تم کس جگہ کے ہو، ہم نے جواب دیا ہم حجاز کے علاقہ کے ہیں تو یہودی نے کہا مجھے حجاز جانے کا کس قدر شوق ہے، میں خیبر کے شہسوار حارث کا بیٹا ہوں جسے جنگِ خیبر کے روز اصحاب محمّد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے ابودجانہ نامی ایک آدمی نے قتل کر دیا تھا، ہم ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں حضرت عمر بن الخطابؓ نے شام کی طرف جلا وطن کر دیا تھا، میں نے کہا کیا تو اسلام قبول کرے گا؟ اس نے جواب دیا اگر میرے لئے بہتر ہوا تو اسلام قبول کر لوں گا، لیکن مجھے یہودی عار دلائیں گے وہ کہیں گے تیرا باپ یہودیوں کے سردار کا بیٹا تھا اس نے یہودیت کو نہیں چھوڑا، تیرا باپ یہودیت پر مرا اور تو اس کی مخالفت کرتا ہے،

ابو رافع بیان کرتا ہے کہ ہم اس وقت حضرت علیؓ کے ساتھ تھے جب انہیں حضرت رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا دے کر بھیجا تھا، قلعے کے دروازے پر حضرت علی کا ایک آدمی سے مقابلہ ہو گیا، اس نے حضرت علی کو تلوار ماری اور وہ حضرت علی کی ڈھال میں پناہ لے کر بچ گیا حضرت علی نے دروازے کو پکڑ لیا جو قلعے کے پاس پڑا تھا اور اُسے اپنی ڈھال بنا لیا، وہ دروازہ بطور ڈھال، قلعہ کے فتح ہونے تک آپ کے ہاتھ میں رہا۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ مرحب ایک حملہ آور سانڈ کی طرح نکلا اور وہ یہ رجز

پڑھ رہا تھا،

قد علمت خیبر انی مرحب   شاکی السلاح بطل مجرب

أضرب احیاناً وحیناً أضرب

اس نے دعوتِ مبارزت دی تو محمد بن مسلمہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ خدا کی قسم مجھ میں کینہ جوش مار رہا ہے اس نے کل میرے بھائی کو قتل کیا تھا، مجھے مرحب سے لڑنے کی اجازت دیجئے وہ میرے بھائی کا قاتل ہے، آپؐ نے اسے مقابلہ کی اجازت دے دی اور اُس کے لئے دعائیں بھی کیں اور اُسے اپنی تلوار بھی عنایت فرمائی، محمد بن مسلمہؓ نے للکار کر کہا، مرحب، کیا تجھے مبارزت میں دلچسپی ہے اس نے جواب دیا ہاں! پس مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا محمد بن مسلمہؓ کے مقابلہ میں آیا کہ،

قد علمت خیبر انی مرحب،

اور محمد بن مسلمہؓ یہ شعر پڑھتا ہوا نکلا۔

قد علمت خیبر انی ماض   حدو اذا شئت وسم قاض

ترجمہ :- خیبر جانتا ہے کہ میں ایک شمشیر بُراں ہوں، جب تو چاہے خدی پڑھ، میں زندگی ختم کرنے والا زہر ہوں۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد دونوں ایک دوسرے کے مقابل آگئے اور ان کے درمیان کچھ درخت حائل ہوگئے جو نر کھجوروں کی طرح ہوتے ہیں اور ان کی ٹہنیاں جھکی ہوئی ہوتی ہیں ان دونوں میں سے جب کوئی اپنے مدمقابل پر تلوار سے حملہ کرتا تو وہ اس درخت کی ٹہنیوں میں چھپ جاتا یہاں تک کہ سب کے تنے کٹ گئے اور ان کی جڑیں قائم رہیں گویا کوئی آدمی کھڑا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے سامنے آگئے، مرحب نے محمد بن مسلمہؓ پر حملہ کیا اور اُسے مارنے کے لئے تلوار اٹھائی، محمد بن مسلمہ نے ڈھال کے ذریعہ اپنا بچاؤ کیا اور اس کی تلوار کھُب گئی، مرحب کے اُوپر ایک ایسی زرہ تھی جس سے پنڈلیاں ڈھکی ہوئی نہ تھیں محمد بن مسلمہؓ نے مرحب کی پنڈلیوں پر وار کر کے انہیں کاٹ دیا، کہتے ہیں کہ جب محمد بن مسلمہ نے ڈھال سے بچاؤ کیا تو مرحب نے ہاتھ بلند کر کے تلوار سے وار کیا تو اس کی پنڈلیوں سے زرہ ہٹ گئی تو محمد بن مسلمہ نے نیچے ہو کر، مرحب کی پنڈلیوں پر تلوار ماری اور اس کی ٹانگیں کاٹ دیں،

مرحب نیچے گر گیا تو اس نے کہا اے محمد، میرا کام تمام کر دے، تو محمد بن مسلمہ نے جواب دیا جس طرح میرے بھائی محمود نے موت کا مزا چکھا ہے اسی طرح تو بھی موت کا مزا چکھ، حضرت علیؓ کا اس طرف سے گذر ہوا تو آپ نے اُسے قتل کر دیا اور اس کا سامان لے لیا، پھر دونوں جھگڑتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو محمد بن مسلمہ نے کہا یا رسول اللہ، میں نے اس کی ٹانگیں کاٹ کر اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ وہ میرے بھائی کی طرح موت کا مزا چکھے وہ تین دن موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہا، مجھے اس کا کام تمام کرنے میں کوئی مانع نہ تھا میں اس کی ٹانگیں کاٹنے کے بعد اس کا کام تمام کرنے پر قادر تھا، حضرت علیؓ نے کہا، اس نے درست کہا ہے جب اس نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں تو میں نے اس کے بعد اُسے قتل کیا ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ کو اس کی تلوار، زرہ اور خود دے دیا، محمد بن مسلمہ کی آل کے پاس، اس کی تلوار تھی جس پر کچھ لکھا ہوا تھا، معلوم نہیں وہ کیا لکھا تھا یہاں تک کہ اُسے تیما کے ایک یہودی نے پڑھا وہ تحریر یہ تھی،

هذا سيف مرحب — من يذقه يعطب

ترجمہ:۔ یہ مرحب کی تلوار ہے جو اسے چکھے گا ہلاک ہو جائے گا۔

مجھ سے محمد بن الفضل نے اپنے باپ سے اس نے جابر سے بیان کیا اور مجھ سے زکریا بن زید نے ابی سفیان سے اس نے اپنے باپ سے اس نے سلمہ بن سلامہ اور مجمع بن یعقوب سے اس نے اپنے باپ سے، مجمع بن حارثہ سے بیان کیا، کہ یہ سب کہتے ہیں کہ محمد بن مسلمہؓ نے مرحب کو قتل کیا تھا۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ اُسیر باہر نکلا یہ بڑا طاقت ور آدمی تھا اور چھوٹے قد کا تھا وہ مبارزت کے لئے للکارنے لگا، محمد بن مسلمہ اس کے مقابلہ کے لئے نکلا دونوں نے ایک دوسرے پر وار کئے پھر محمد بن مسلمہ نے اُسے قتل کر دیا، پھر یاسر میدان میں آیا، یہ بھی ان کے طاقت ور آدمیوں میں سے تھا اس کے پاس ایک برچھا تھا جس سے وہ مسلمانوں کو ہانکتا تھا، حضرت علی اس کے مقابلہ کے لئے نکلے تو حضرت زبیرؓ نے کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ میرے اور اس کے درمیان سے ہٹ جائیں، حضرت علی ان کے درمیان سے ہٹ گئے، یاسر اپنے برچھے سے لوگوں کو بھگاتا آیا تو حضرت زبیرؓ اس کے مقابلہ میں نکلے، تو حضرت صفیہؓ

(رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی) نے کہا یا رسُول اللہ، میرا بیٹا قتل ہو جائے گا، آپ نے فرمایا بلکہ تیرا بیٹا اُسے قتل کرے گا، دونوں نے آپس میں جنگ کی تو حضرت زبیرؓ نے اُسے قتل کر دیا، اس پر رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ پر چچا اور ماموں قربان ہوں، پھر فرمایا ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے، میرا حواری زبیر ہے اور میرا پھوپھی زاد بھائی بھی ہے جب مرحب اور یاسر قتل ہو گئے تو رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں خوش خبری ہو اب خیبر، فارغ اور آسان ہو گیا ہے، پھر عامر مقابلہ میں آیا جو ایک طویل اور جسیم جوان تھا جب عامر آیا تو رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پانچ فٹ کے آدمی کو دیکھ رہے ہو جو دعوتِ مبارزت دے رہا ہے اور اپنی تلوار کو ہلا رہا ہے اور اس پر دو زرہیں ایں اور لوہے میں ڈھکا ہوا ہے مبارزت طلبی کر رہا ہے لوگ اس کے مقابلہ میں جانے سے ہچکچاتے تو حضرت علی نے اس کے مقابلہ میں جا کر اُس پر تلوار سے وار کئے جن سے کچھ بھی نہ بنا، یہاں تک کہ آپ نے اس کی پنڈلیوں پر تلوار ماری اور وہ بیٹھ گیا پھر آپ نے اس کا کام تمام کر کے اس کے ہتھیار لے لئے، جب حارث، مرحب، اُسیر، یاسر اور عامر بہت سے یہودیوں کے ساتھ قتل ہو گئے مذکورہ لوگوں کا نام اس لئے لیا گیا ہے کہ یہ بڑے بہادر لوگ تھے اور سب کے سب قلعہ ناعم میں تھے،

جب محمُود بن مسلمہ کو قلعہ ناعم سے تیر مارا گیا تو اُسے اٹھا کر الرجیع میں لایا گیا جہاں وہ تین دن موت وحیات کی کش مکش میں مبتلا رہا، مرحب نے آپ پر چکی کا پاٹ پھینکا تھا، محمُود نے اپنے بھائی محمدؐ سے کہا اے میرے بھائی تیری بھتیجیاں دیواروں کے سائے نہ تلاش کرتی رہیں اور نہ لوگوں سے سوال کریں، محمد بن مسلمہ نے جواب دیا اگر تو مال نہ چھوڑتا تو میرے پاس مال تھا اور محمُود ان دونوں سے زیادہ مالدار تھا۔۔۔۔۔ ان دنوں بیٹیوں کے قوانین نازل نہیں ہوئے تھے۔۔۔۔۔ جس روز محمود بن مسلمہ فوت ہوئے اسی دن مرحب قتل ہوا، رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمود بن مسلمہ کو کون خوشخبری دے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹیوں کے متعلق قوانین نازل فرمائے ہیں، محمد بن مسلمہ نے اس کے قاتل کو قتل کر دیا ہے، جعال بن سراقہ نے جا کر اُسے خبر دی تو وہ بہت خوش ہوا اور اُسے حکم دیا کہ وہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام دے، وہ کہتا ہے کہ میں نے اُسے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام بھی پہنچایا،

آپ نے فرمایا، میں نہیں دیکھتا کہ محمود مجھے یاد کرتا ہو ! ان دنوں آپ لرجیع میں قیام پذیر تھے اس کے بعد محمود فوت ہوگیا، جب رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہیڈ کوارٹر میں واپس آئے تو عامر بن سنان بن اکوع نے خود کو زخمی کر لیا تھا اسے اٹھا کر الرجیع میں لایا گیا تو وہ فوت ہوگیا، عامر کی قبر، اس کے ساتھ ایک غار میں ہے، محمد بن مسلمہ نے کہا کہ مجھے میرے بھائی کی قبر کے پاس جاگیر دے دیجئے، تو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے لئے اتنی زمین بطور جاگیر کے ہے جتنی مسافت ایک گھوڑا ایک دوڑ میں طے کرتا ہے اگر تو نے کام کیا تو تجھے اتنی زمین ملے گی جتنی مسافت دو گھوڑے دو دوڑوں میں طے کرتے ہیں،

یہودی کے امان طلب کرنے پر اُسے امان دینا

جب قلعہ ناعم میں یہود کی مقاومت دم توڑ رہی تھی اس اثناء میں حضرت عمر بن الخطابؓ رات کو گشت کی کارروائیوں کا انتظام کر رہے تھے (اور مسلمان قلعہ ناعم میں داخل ہونے ہی والے تھے) آپ کے پہرے دار جوانوں نے ایک یہودی کو پکڑ لیا اور اُسے آپ کے پاس لائے حضرت عمرؓ نے اس خیال کے پیشِ نظر کہ یہ یہودیوں کا جاسوس ہے اُسے قتل کرنے کا حکم دے دیا لیکن یہودی نے حضرت عمر ابن الخطاب سے کہا مجھے اپنے نبیؐ کے پاس لے چلئے تاکہ میں ان سے گفتگو کر لوں، حضرت عمرؓ اُسے پکڑ کر رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے تک لے آئے، دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں، آپؐ نے اُسے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا تو آپؐ نے یہودی سے فرمایا تیرے پیچھے کیا ہے اور تو کون ہے ! یہودی نے جواب دیا (اس کا نام سماک تھا) اے ابوالقاسم مجھے امان دیجئے میں آپ کو سچ سچ بتا دوں گا، حضور علیہ السلام نے فرمایا بہت اچھا، اس نے کہا میں قلعہ النطاۃ سے ایک ایسی قوم کے پاس سے آیا ہوں جس کا کوئی نظام نہیں میں نے انہیں اس شب قلعے سے کھسکتے ہوئے چھوڑا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے یہودی سے فرمایا وہ کہاں جاتے ہیں ؟ اس نے جواب دیا وہ الشق کی طرف جاتے ہیں وہ آپؐ سے اس قدر مرعوب ہیں کہ ان کے دل دھڑکتے ہیں، یہودیوں کے اس قلعے میں ہتھیار، غلّہ

اور گوشت ہے اور اس میں ان کے قلعوں کا وہ آلہ بھی ہے جس سے وہ ایک دوسرے سے لڑتے ہیں، اور انہوں نے اسے اپنے قلعے (قلعہ الصعب) میں زمین کے نیچے چھپا دیا ہے، رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے فرمایا وہ کیا چیز ہے اس نے جواب دیا ایک علیحدہ کی ہوئی منجنیق ہے اور دو ٹینک ہیں اور زرہیں، تلواریں اور خود ہیں جب آپؐ کل قلعہ میں داخل ہوں (اور آپؐ داخل ہوں گے) حضور علیہ السلام نے فرمایا انشاء اللہ، تو یہودی نے بھی کہا انشاء اللہ، .... میں آپؐ کو چھپائے ہوئے اسلحہ سے مطلع کروں گا کیونکہ میرے سوا، یہودیوں میں سے اُسے کوئی نہیں جانتا پھر یہودی نے کہا، ایک اور بات بھی ہے، دریافت کیا گیا وُہ کیا ہے؟ اس نے کہا آپؐ اسلحہ کو نکال کر، منجنیق کو قلعہ الشق پر نصب کر دیں اور دو ٹینکوں کے نیچے آدمی داخل ہو کر قلعے کو کھود دیں تو آپؐ اُسے کل فتح کر لیں گے، اور یہی کام آپ قلعہ الکتیبہ میں کریں، حضرت عمر بن خطابؓ نے عرض کیا یا رسُول اللہ میرا خیال ہے یہ سچ کہتا ہے، یہودی نے عرض کیا یا رسُول اللہ میری جان بچائیے حضور علیہ السلام نے فرمایا تو امان میں ہے، اس نے کہا میری بیوی قلعہ النسزار میں ہے وہ بھی مجھے دے دیجئے حضور علیہ السّلام نے فرمایا وہ بھی تیری ہوگی، پھر آپؐ نے اس سماک یہودی سے پوچھا، یہودی اپنی اولاد کو، النطاۃ سے کیوں نکال رہے ہیں اس نے جواب دیا انہوں نے اسے جنگ کے لئے خالی کر دیا ہے اور بچوں کو الشق اور الکتیبہ میں منتقل کر دیا ہے، مؤرخین کہتے ہیں پھر رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سماک یہودی کو دعوتِ اسلام دی اس نے کہا مجھے کچھ دن مہلت دیجئے تو آپؐ نے اُسے مہلت دے دی۔

یہُودی سے وفائے عہد

رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سماک یہودی کو آزاد چھوڑ دیا اور معرکوں کے انتظام میں مشغول رہے جب جنگ ختم ہوئی تو مسلمان خیبر کے تمام قلعوں پر قابض ہو گئے، آخری قلعہ، جو مسلمانوں کے قبضہ میں آیا وہ قلعہ النسزار تھا، رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وعدہ وفائی کے بعد، سماک یہودی نے اسلام قبول کر لیا اور آپؐ نے اس کی بیوی جس کا نام نفیلہ تھا اُسے عطا فرما دی وہ یہودی عورتوں اور بچوں کے ساتھ قلعہ النزار

میں مقیم تھی، کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سماک یہودی کو ایک خوبصورت عورت کا ہاتھ پکڑے ہوئے دیکھا۔ (وہ اس کی بیوی لطیفہ تھی)۔

نقصانات کی تعداد

قلعہ ناعم کے ارد گرد یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان شدید معرکوں کے بعد بھی مقابلہ بازی جاری رہی، جس کے بعد آخر میں مسلمانوں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کی قیادت میں قلعے میں داخل ہونے اور اس پر قبضہ کرنے کی طاقت حاصل کر لی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، مؤرخین کے لہجہ سے پتہ چلتا ہے کہ قلعہ مرحب (قلعہ ناعم) کے ماحول میں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان شدید ترین جنگ ہوئی، قلعہ کے ارد گرد یہ جنگ پندرہ دنوں سے بھی زیادہ جاری رہی، جس میں مسلمانوں کو یہودیوں کی طرف سے شدید مقاومت کا سامنا کرنا پڑا اور انہوں نے اس حد تک اس قلعہ کی مدافعت کی کہ مسلمانوں کو شکست دی اور ان کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچا دیا، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس بات نے آپ کو پریشان کر دیا اور آپؐ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینے لگے اور اس سالار کو بھی تبدیل کر دیا گیا جس کو قلعہ مرحب کی فتح کا مکلف کیا تھا، یہاں یہ کہنا ممکن ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب کی قیادت میں مسلمانوں کے قلعہ ناعم کی فتح پر قدرت پانے سے اسلامی فوج کو، خیبر میں یہودیوں پر وسیع پیمانے پر فتح حاصل کرنے کے قابل بنا دیا، اگرچہ قلعہ ناعم کی فتح کے بعد یہودیوں نے کلّی طور پر اطاعت قبول نہیں کی مگر وہ اس مضبوط قلعہ کی حفاظت کرنے میں ناکام و نامراد ہو گئے اور مسلمانوں نے اس قلعہ کے سامنے انکے بہترین بہادروں (مرحب، یاسر، حارث، عامر) کو قتل کر دیا جس سے یہود خیبر کا مورال (MORAL) گر گیا، حالانکہ انہیں اپنی ذات پر بڑا گھمنڈ تھا اور وہ مسلمانوں کی فوج کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے جیسا کہ آغازِ جنگ میں ہم نے دیکھا کہ یہودیوں نے قلعہ ناعم کے دروازے کو کھول دیا اور مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ تک دھکیل کر لے گئے لیکن اب انہیں اپنے اوپر بھی اعتماد نہ رہا تھا،

اگرچہ مؤرخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنگ بڑی سخت تھی اور قلعہ ناعم کے سامنے لمبے عرصے تک ہوتی رہی مگر کسی ایک مؤرخ نے بھی جانبین کے مقتولوں کی قطعی تعداد کا ذکر نہیں

کیا، ان یہود کے ان پانچ سالاروں کا ذکر ضرور کیا ہے جو قلعہ کے سامنے مارے گئے تھے وہ سب کے سب مرحب کی قوم کے تھے یعنی حمیری تھے (مرحب، یاسر، حارث، عامر، اُسیر) اور تین مسلمان شہداء کا بھی ذکر کیا ہے (محمود بن مسلمہ، عامر بن سنان بن اکوع، اور حبشی غلام) مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ قلعہ ناعم کے معرکہ میں صرف یہی آدمی مارے گئے تھے بلکہ قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ فریقین کے مقتولوں کی تعداد اس سے زیادہ تھی اس کی دلیل یہ ہے کہ جنگ کے پہلے روز، پچاس مسلمان زخمی ہوئے تھے جنہیں الرجیع کے امدادی سنٹر میں منتقل کر دیا گیا تھا اسی طرح جس دن مسلمان قلعہ ناعم میں داخل ہوئے، یہودیوں نے قلعہ کا سخت دفاع کیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے بھی بہت سے آدمی زخمی ہوئے ہوں گے،

غنائم اور اسلحہ

اسی طرح مسلمانوں کے قلعہ ناعم پر قبضہ کرنے کے بیان میں، کسی مورخ نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اس قلعہ کی فتح کے وقت، جو خیبر کا مضبوط ترین قلعہ تھا، مسلمانوں نے کتنی غنائم اور کس قدر ہتھیاروں پر قبضہ کیا، ممکن ہے مسلمانوں کو کوئی قابلِ ذکر چیز نہ ملی ہو کیونکہ یہودیوں نے ہنگامی حالات کے پیش نظر (جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا) عورتوں اور بچوں کو قلعہ النزار میں منتقل کر دیا تھا جو خیبر کے نصف اول کے قلعوں کا آخری اور مضبوط ترین قلعہ تھا،

قلعہ الصعب کی فتح

یہ قلعہ النطاۃ کے قلعوں میں سے تھا یہ علاقہ خیبر شہر کی قسم اول میں واقع ہے، مضبوطی کے لحاظ سے یہ قلعہ، قلعہ ناعم کے بعد، دوسرے نمبر پر سمجھا جاتا تھا جس پر مسلمانوں نے جنگ کے پہلے مرحلہ میں قبضہ کر لیا تھا، خیبر کے یہودیوں نے جب دفاع کا منصوبہ تیار کیا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ جنگی حکمت عملی کی رو سے قلعہ ناعم کو دفاع کی فرنٹ لائن قرار دیا جائے، مسلمانوں کے پہنچنے سے قبل ہی انہوں نے وہاں سے عورتوں اور بچوں کو قلعہ النزار میں منتقل کر دیا تھا۔ اور قلعہ ناعم میں دفاع کرنے والے دستوں کے سوا، اور کوئی آدمی موجود نہ تھا تاکہ وہ آسانی کے ساتھ دوسری دفاعی لائن (قلعہ الصعب بن معاذ) میں منتقل ہو سکیں اور جب مسلمان قلعہ ناعم پر قبضہ کر لیں تو ان کی عورتیں، بچے اور اموال محفوظ رہیں اور جب یہود کی مقاومت عملاً جواب دے گئی اور وہ قلعہ ناعم پر مسلمانوں کے حملے کو روکنے سے عاجز آگئے تو وہ سہولت کے

ساتھ دُوسری دفاعی لائن (قلعہ الصعب بن معاذ) میں منتقل ہو گئے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ قلعہ ناعم کے معرکوں کے دوران، کوئی ایک یہودی بھی مسلمانوں کے ہاتھوں قید نہیں ہوا اور نہ ہی میں نے تاریخی مصادر میں کہیں یہ بات دیکھی ہے کہ کوئی یہودی قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ لگا ہو۔

قلعہ الصعب کا محاصرہ

جب حضرت علی بن ابی طالب کی قیادت میں مسلمانوں نے قلعہ ناعم پر قبضہ کر لیا اور یہودی دوسری دفاعی لائن میں منتقل ہو گئے، تو مسلمانوں نے حملے کا رخ قلعہ الصعب کی طرف کر دیا اور اس میں داخل ہونے اور اُسے فتح کرنے کے لئے اس کا محاصرہ کر لیا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حبابؓ بن منذر کو جھنڈا عطا کرنا

جس طرح قلعہ ناعم کو فتح کرنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب کو جانبازوں کی سالاری اور جھنڈا عطا فرمایا تھا اسی طرح آپ نے قلعہ الصعب پر حملہ کرنے کے لئے، حضرت حباب بن منذر کو فوج کی قیادت اور جھنڈا عطا فرمایا، انہوں نے حملہ کی ذمہ داری لی اور اُسے فتح کیا،

فوج کے بعض ٹکڑیوں میں بھوک

جن قلعوں میں، یہودی قلعہ بند تھے، ان کے دفاع میں سخت جنگ کرنے اور لمبے محاصرے کی وجہ سے اسلامی فوج کے بعض دستوں میں غذائی مواد کی کمی کی وجہ سے بھوک تک نوبت پہنچ گئی، معتب اسلمی بیان کرتے ہیں کہ خیبر میں اسلم کے آدمیوں کو سخت بھوک نے آلیا ہم کئی روز تک قلعہ النطاۃ میں ٹھہرے رہے، مگر وہاں پر کوئی کھانے کی چیز نہ تھی، اسلم کے آدمیوں نے اسماء بن حارثہ کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجنے کا فیصلہ کیا اور اُسے کہا کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ ہم بھوک اور کمزوری کے ہاتھوں نڈھال ہو چکے ہیں، اسماء بن حارثہ نے جا کر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسُول اللہ، اسلم قبیلہ کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم بھوک اور کمزوری سے نڈھال ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا فرمایئے، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دُعا کی اور فرمایا خدا کی قسم میرے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں جس سے میں ان کی مہمان نوازی

کردں پھر پکار کر کہا، اے اللہ انہیں سب سے بڑے قلعے پر فتح عطا فرما جس میں سب سے زیادہ کھانا اور گوشت ہو، اُم مطاع اسلمیہ بیان کرتی ہیں ـــــــ یہ خیبر میں رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھیں ـــــــ کہ میں نے اسلم قبیلہ کے آدمیوں کو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کرتے دیکھا، آپ نے لوگوں کو آواز دی تو وہ اُٹھ کھڑے ہوئے، میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے قلعہ الصعب پر اسلم قبیلہ کے لوگ پہنچے وہاں پر پانچ سو جانباز موجود تھے مگر ابھی اس دن کا آفتاب غروب نہیں ہوا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے اس پر فتح عطا فرما دی، وہاں پر سخت جنگ ہوئی، یوشع نام یہودی مبارزت طلب کرتا ہوا میدان میں آیا تو اس کے مقابلہ میں حضرت حباب بن منذر نکلے، دونوں نے ایک دوسرے پر تلواروں سے وار کئے تو حضرت حباب بن منذر نے اُسے قتل کر دیا پھر الدیال نامی ایک یہودی میدان میں آیا اس کے مقابلہ میں حضرت عمارۃ بن عقبہ انصاری نکلے، اور اس کی کھوپڑی پر تلوار مارنے لگے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے تلوار کے اس وار کو لو، میں غفاری جوان ہوں، لوگوں نے کہا اس کا جہاد، باطل ہو گیا ہے، رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کی تعریف کی جائے گی،

گھریلو گدھوں کے گوشت کی مناہی

طویل محاصرہ کے نتیجہ میں غذائی مواد کے ختم ہو جانے کے باعث اسلامی فوج کی بعض ٹکڑیوں کو اس حد تک بھوک نے ستایا کہ وہ کھانے کے لئے گھریلو گدھوں کے ذبح کرنے تک پہنچ گئے، رھم الغفار کا بیان ہے کہ ہمیں شدید بھوک نے آلیا ہم خیبر میں کچی کھجوروں کے زمانہ میں گئے وہ علاقہ سخت گرم اور ناسازگار تھا، اسی اثناء میں کہ ہم قلعہ الصعب کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ بیس یا تیس گدھے باہر نکلے اور یہود انہیں اندر نہ داخل کر سکے، ان کا وہ قلعہ بڑا مضبوط تھا، مسلمانوں نے ان گدھوں کو پکڑ کر ذبح کر دیا اور آگ جلا کر ان کا گوشت دیگوں میں پکایا، مسلمان اس وقت بھوک کے سبب اسی حالت میں، ان کے پاس سے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا، آپ نے دریافت فرمایا تو آپ کو بتایا گیا کہ گدھوں کا گوشت پک رہا ہے تو آپ نے منادی کو اعلان کرنے کا حکم

کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہیں گھریلو گدھے کھانے سے منع فرما دیا ہے ــــ راوی کہتا ہے کہ دیگیں اُلٹا دی گئیں، ــــ کہ آپؐ نے عورتوں کے متعہ اور پنجے دار اور کچلی والے جانوروں کے کھانے سے بھی منع فرمایا تھا، مگر گھوڑوں کے گوشت کے بارے میں آپؐ نے اجازت دی ہے،

ابوالیسرؓ بیان کرتا ہے کہ انہوں نے تین دن تک قلعہ الصعب کا محاصرہ کیا، وہ بڑا مضبوط قلعہ تھا، ایک دن ایک یہودی کی بکریاں ان کے قلعے کے پیچھے چرتی ہوئی آگئیں تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہمیں ان بکریوں کا گوشت کھلائے گا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ، میں کھلاؤں گا، میں ہرن کی طرح دوڑتا ہوا نکلا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھاگتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے اللہ ہمیں اس سے فائدہ پہنچا، راوی کہتا ہے میں بکریوں کے پاس پہنچ گیا، بکریوں کا اگلا حصہ قلعے میں داخل ہو چکا تھا میں نے پچھلے حصے سے دو بکریاں پکڑلیں اور انہیں اپنے ہاتھ میں کر لیا اور پھر یوں دوڑتا ہوا آیا گویا میرے پاس کوئی چیز ہی نہیں، یہاں تک کہ میں ان دونوں بکریوں کو، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا، آپؐ کے حکم سے انہیں ذبح کیا گیا پھر آپؐ نے ان کے گوشت کو تقسیم کر دیا اور قلعہ کے تمام محاصرہ کرنے والوں نے اسے کھایا، ابوالیسرؓ سے پوچھا گیا کہ وہ کتنے آدمی تھے؟ اس نے جواب دیا وہ لوگ بڑی تعداد میں تھے، پوچھا گیا کہ بقیہ لوگ کہاں تھے؟ کہنے لگا الرجیع کے پڑاؤ میں تھے، اس کے بعد ابوالیسرؓ عمر رسیدہ اور بہت بوڑھا ہو گیا تھا ــــ اس کے ایک لڑکے نے اُسے ناراض کر دیا تو وہ روتا تھا اور کہتا تھا میری زندگی کی قسم میں اپنے ساتھیوں کے بعد زندہ رہ گیا ہوں، انہوں نے مجھ سے فائدہ اٹھایا، لیکن میں ان سے فائدہ نہیں اُٹھا سکا، اس لئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے اللہ ہمیں اس سے فائدہ پہنچا پس وہ زندہ رہا اور وہ آخری صحابہؓ میں سے تھے،

قلعہ الصعب کے مدافعین کی تعداد

پانچ سو یہودی جانباز، الدیال اور یوشع کی قیادت میں قلعہ الصعب کا دفاع کر رہے تھے، یہ قلعہ مضبوط فصیلوں اور اُونچے بُرجوں والا تھا اور یہودی جانبازوں سے پُر تھا جن میں انتہائی نشانہ باز تیرانداز بھی موجود تھے،

قلعہ کے سامنے مقابلہ

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ یہودیوں نے بڑی سختی اور شوق سے قلعہ الصعب کا دفاع کیا یہ سختی اور شوق قلعہ ناعم کے دفاع سے کم نہ تھا بلکہ اُس سے بہت بڑھ کر تھا اس لئے کہ اس کے اندر بہت سا مال، اور مختلف قسم کا جنگی سامان بھی موجود تھا، جب اسلامی فوجوں نے قلعہ الصعب میں، یہودیوں کا محاصرہ کیا تو یہودیوں کا سالار اعظم قلعے کے سامنے اپنے گھوڑے پر عرب کے معروف طریقہ کے مطابق مبارزت طلبی کرتا ہوا نکلا اس یہودی سالار کا نام یوشع تھا اس کے مقابلہ کے لئے اسلامی فوج کے علمبردار حضرت حباب بن منذر نکلے تلواروں کے شدید ٹکراؤ کے بعد، اسلامی فوج کے سالار نے یہودی سالار کو قتل کر دیا ، یہودی سالار کے قتل کے بعد، یہودیوں کو شدید غصہ آیا، اسی وقت یہودیوں کے دوسرے سالار نے باہر نکل کر اپنا نیزہ قلعے کے سامنے گاڑ دیا اور مسلمانوں سے مبارزت طلبی کی، اس کے مقابلہ میں عمارہ بن عقبہ غفاری نکلے ، دونوں نے اپنے اپنے گھوڑوں پر ایک دوسرے پر حملہ کیا اور ہر کوئی اپنے مدمقابل کو مارنا چاہتا تھا، سخت مقابلہ کے بعد، شہسوار عمارہ نے الدیال پر تلوار کا ایسا بھرپور وار کیا جس نے اس کا کام تمام کر دیا۔ قلعہ الصعب کے سامنے مسلمانوں کے ہاتھوں دو بڑے یہودی سالاروں کے قتل ہو جانے سے ، قلعہ کا دفاع کرنے والے یہودیوں کی بدحالی کا آغاز ہو گیا ،

تیروں کی جنگ

یوشع اور الدیال کے قتل ہو جانے سے یہود کا غصہ بھڑک اُٹھا اور انہوں نے مسلمانوں پر سخت حملہ کر دیا اور قلعہ کے بُرجوں سے ان پر تیروں کی بارش کر دی، اور رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کوارٹر کو انہوں نے خاص طور پر نشانہ بنایا، خیبر کے یہودی ماہر ترین تیر انداز تھے، قلعے سے آنے والے تیر، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد گرنے لگے، مسلمانوں نے اپنے آپ کو، حضور علیہ السّلام کے ارد گرد ڈھال بنا دیا، آپؐ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ کی نگرانی کر رہے تھے؛ ...... ایسا انہوں نے اس لئے کیا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہود کے ان تیروں سے بچا سکیں جو بارش کی طرح آ رہے تھے اور یہودی آپؐ کی طرف اس امید پر تیر پھینک رہے تھے کہ وہ آپؐ کو قتل کر سکیں مسلمان

بھی یہودیوں کے جواب میں ویسی ہی تیراندازی کر رہے تھے لیکن جو اثر یہودیوں کے تیروں کا مسلمانوں پر پڑ رہا تھا ویسا اثر مسلمانوں کے تیروں کا، یہودیوں پر نہیں ہو رہا تھا، کیونکہ یہودی اپنے قلعے کی فصیلوں اور دیواروں کی اوٹ میں تھے اور مسلمان قلعے کے آگے، یہود کے بالکل سامنے تھے، کسی مؤرخ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہودیوں کے تیروں سے کوئی مسلمان حملہ آور زخمی ہوا، لیکن اس بات کا بہت احتمال ہے کہ قلعے سے تیراندازی کے باعث، مسلمانوں کو زخم پہنچے ہوں، بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ قلعہ کے فتح ہونے سے قبل کئی مسلمان قتل ہو کر گرے تھے مگر انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ وہ یہودیوں کے تیروں سے قتل ہوئے تھے یا کسی اور طریقہ سے،

یہود کا مخالفانہ حملہ

تیروں کی جنگ اور قلعہ الصعب کے سامنے مبارزت کی کارروائیوں میں مسلمانوں کی فتح کے بعد، مسلمانوں نے قلعے کے ارد گرد اپنا محاصرہ سخت کر دیا اور ایک عام حملہ کر کے اس کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی مگر یہودی مدافعین کی سخت مقاومت کی وجہ سے وہ قلعہ میں داخل نہ ہو سکے، بلکہ قلعہ الصعب کے دفاع میں یہود کی سختی اور بہادری یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ انہوں نے قلعے کے دروازے کھول کر ایسا سخت مخالفانہ حملہ کیا کہ مسلمان تتر بتر ہو گئے اور وہ انہیں بھگاتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کوارٹر تک لے گئے، قریب تھا کہ وہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتے مگر آپؐ اپنی جگہ پر حسب عادت ثابت قدم رہے اور یہودیوں کے تباہ کن حملہ کے سامنے، مسلمانوں کو بھی ثابت قدم رکھنے اور انہیں جہاد پر آمادہ کرنے لگے یہاں تک کہ جب مسلمان (حباب بن منذر کے سوا) یہود کے سخت حملہ کے سامنے شکست کھا گئے — تو آپؐ اپنے گھوڑے سے اتر کر مسلمانوں کو ثابت قدمی اختیار کرنے پر آمادہ کرنے لگے، آپؐ نے اپنے اصحابؓ کو پکار کر فرمایا کہ یہودی حملہ آوروں کے مقابلہ میں صابر مجاہدوں کی طرح ڈٹ جاؤ، اس آواز کے سنتے ہی آپؐ کے اصحاب لے واپس آ کر اپنے اس عظیم نبی کے ارد گرد حلقہ بنا لیا جو سختی کی گھڑیوں میں عملی طور پر ثابت قدمی کا درس دے رہا تھا........ اس طرح مسلمانوں نے یہودیوں کے تباہ کن حملہ کو روک دیا اور وہ مجبور ہو کر اپنے قلعے میں واپس چلے گئے اور میدان میں اپنے کئی آدمی

قتل کر ڈالنے کے بعد، انہوں نے قلعے کے دروازے بند کرلئے، واقدی صت ۶۶۲ پر کہتا ہے کہ وہ پتھر مارنے لگے اور صت ۶۶۱ پر حضرت ام عمارہ، حضرت سعد بن عبادہ کے ساتھیوں کے شکست کھانے کا ذکر کرتی ہے،

جب یہودیوں کے مخالفانہ حملے سے، مسلمان تتر بتر ہو گئے تو مسلمانوں کے سالار جنگ حضرت حباب بن منذر اپنی جگہ پر ثابت قدم رہ کر، یہودیوں کے ساتھ بڑی سختی کے ساتھ لڑتے رہے، جب شکست خوردہ مسلمانوں کو اپنی جگہ پر ثابت قدم رہ کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے آواز دی اور ان کے مورال کو بلند کر دیا اور ان کو جہاد کی ترغیب دی تو انہوں نے صف بندی کرلی اور نئے سرے سے اپنے سالار کے پیچھے جمع ہو گئے جس نے اسی وقت ان کو منظم کر کے، قلعہ الصعب پر اس میں داخل ہونے کے ارادے سے سخت حملہ کیا اور یہود کو بھگا کر انہیں ان کے قلعہ میں داخل کر دیا اور انہوں نے اس کا دروازہ بند کر لیا، لیکن اُسے سخت یہودی مقاومت کا سامنا کرنا پڑا، جس کی وجہ سے وہ قلعہ میں داخل نہ ہو سکا، حملہ کے وقت مسلمان قلعہ کی فصیلوں کے قریب پہنچ گئے لیکن یہودیوں نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی نیز قلعہ کی فصیلوں سے ان پر پتھر پھینکے جنہیں انہوں نے اسی موقع کے لئے تیار کیا ہوا تھا.......... پس مسلمان تیروں اور پتھروں کی بارش میں واپس آگئے،

دُوسری بار یہودیوں کا مُخالفانہ حملہ

قلعہ کی فصیلوں سے مسلمان حملہ آوروں کے دُور ہو جانے کو، یہودیوں نے غنیمت جانا اور اسی وقت ان پر دوسرا مخالفانہ حملہ کر دیا جو پہلے حملے سے بھی سخت تھا، انہوں نے قلعے کے دروازے کھول دیئے اور مسلمانوں پر سخت حملہ کیا لیکن اس مرتبہ، مسلمان اپنے سالار حباب بن منذر کے ساتھ ثابت قدم رہے اور یہودیوں پر ایک اور مخالفانہ حملہ کر کے ان کا مقابلہ کیا، قلعہ کے آگے تباہ کن معرکہ آرائی ہوئی جس میں دونوں فریقوں نے نڈر ہو کر جنگ کی، اس لڑائی میں کئی مسلمان قتل ہُوئے لیکن جب انہوں نے یہودیوں کے حملہ کو روک لیا تو بالآخر انہیں فتح حاصل ہو گئی، مُسلمانوں نے انہیں بھگا دیا یہاں تک کہ وہ شکست کھا کر اپنے قلعے میں داخل ہو گئے اور قلعے

کے دروازے بند کر لئے، مقریزی اپنی کتاب امتاع الاسماع کے ص۲۱۲ پر کہتا ہے کہ جب مسلمانوں نے دو دن قلعہ الصعب پر قیام کیا تو تیسرے دن حباب بن منذر نے ان کے ساتھ حملہ کیا اور یہود کے ساتھ سخت جنگ کی، اس کے پاس جھنڈا بھی تھا، جب صبح ہوئی تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تیر برسانے شروع کر دیئے، مسلمانوں نے اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنا دیا پھر یہودیوں نے سخت حملہ کیا جس سے مسلمان تتر بتر ہو گئے یہاں تک کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے آپ اس وقت کھڑے تھے آپ گھوڑے سے اتر پڑے اس وقت مدعم آپ کا گھوڑا پکڑے ہوئے تھا اور حباب اپنے گھوڑے پر سوار، جھنڈے کو تھامے ہوئے ان پر تیر اندازی کرتے رہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو آواز دی اور انہیں جہاد پر آمادہ کیا وہ آئے تو حضرت حباب نے ان کے ساتھ مل کر حملہ کیا، سخت جنگ کے بعد یہود کو شکست ہوئی اور انہوں نے قلعہ کو بند کر لیا اور اس کی دیواروں پر سے بہت پتھر مارے جس کی وجہ سے مسلمان ان سے دور ہو گئے، انہوں نے پھر حملہ کیا اور یہود نے نکل کر سخت جنگ کی اور تین مسلمان قتل ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی،

واقدی بیان کرتا ہے کہ مجھ سے خالد بن الیاس نے جعفر بن محمود بن محمد سے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بن گئے تھے میں ان کے اصحابؓ کے ساتھ (یہود کے سخت حملہ کے وقت) پکارنے لگا۔۔۔ تباہ کن تیروں کے ساتھ تیر اندازی کرو، انہوں نے ایسا ہی کیا، پھر یہود نے ہم پر تیر برسائے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ وہ بس نہیں کریں گے میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تیر پھینکتے دیکھا پس وہ ان کے کسی آدمی پر خطا نہ کیا گیا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے میری طرف آئے اور وہ تتر بتر ہو کر قلعہ میں داخل ہو گئے،

اسی طرح واقدی، جابر بن عبداللہ انصاری سے بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ جب ہم قلعہ الصعب تک پہنچے تو حباب بن منذر نے ہمیں ساتھ لے کر جنگ کی، اس کے پاس ہمارا جھنڈا بھی تھا، مسلمانوں نے اس کی پیروی کی۔ ہم نے قلعہ الصعب پر دو دن ان

سے شدید جنگ کی جب تیسرے دن رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی تو قلعے سے یہودیوں کا ایک جوان نکلا جو ستون کی مانند تھا اس کے ساتھ اس کی پیادہ فوج بھی تھی انہوں نے کچھ دیر تک تیر اندازی کی ہم رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال بن گئے انہوں نے ہم پر تیروں کی بارش کر دی ان کے تیر ٹڈیوں کی طرح تھے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ وہ بس نہیں کریں گے، پھر انہوں نے یکدم حملہ کر دیا اور مسلمان شکست کھا کر رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے، آپؐ اس وقت کھڑے ہوئے تھے پھر آپؐ اپنے گھوڑے سے اتر پڑے آپؐ کا غلام مدعم آپؐ کے گھوڑے کو پکڑے ہوئے تھا، حبابؓ نے ہمارا جھنڈا کھڑا رکھا خدا کی قسم وہ اپنے گھوڑے سے مسلسل ان پر تیر برساتا رہا، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو آواز دی اور جہاد پر آمادہ کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے خیبر کو غنیمت میں دینے کا وعدہ فرمایا ہے، راوی کہتا ہے کہ سب لوگ آگئے یہاں تک کہ اپنے علمبردار کے پاس اکٹھے ہو گئے پھر حبابؓ نے ان کو ساتھ لے کر یہودیوں پر حملہ کیا اور وہ مسلسل آہستہ آہستہ ان کے قریب ہوتا رہا اور یہود پیچھے ہٹتے رہے یہاں تک کہ شکست کھا کر جلدی سے قلعے میں داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر لیا اور دیواروں سے ہم پر پتھر مارنے لگے اور ہم سنگباری کی وجہ سے ان کے قلعے سے ایک طرف ہو گئے یہاں تک کہ ہم حبابؓ کی پہلی جگہ پر واپس آگئے، پھر یہودیوں نے ایک دوسرے کو ملامت کرنی شروع کر دی کہ ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے ہم میں سے صاحب نصیب لوگ قلعہ ناعم میں قتل ہو گئے ہیں پس وہ موت کی تمنا کرتے ہوئے باہر نکلے ہم بھی ان کی طرف پلٹے اور قلعے کے دروازے پر شدید جنگ کی، اس دن، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے تین صحابی شہید ہوئے، ابوصیاح۔ یہ بدر میں شامل ہوئے، ایک یہودی نے ان کے دماغ کے اوپر تلوار ماری، دوسرے عدی بن مرہ بن سراقہ، انہیں ایک یہودی نے چھاتی میں برچھا مارا جس سے یہ فوت ہو گئے، تیسرے حارث بن حاطب، یہ بھی بدر میں شامل ہوئے، انہیں قلعے سے ایک آدمی نے تیر مارا جو ان کے دماغ میں لگا، ہم نے قلعہ میں ان کے کئی آدمیوں کو قتل کیا، ہم جب کبھی ان میں سے کسی آدمی کو قتل کرتے وہ اُسے اٹھا کر قلعے میں لے جاتے۔

سلام بن مشکم کا قتل

قلعہ النطاۃ کے معرکوں میں سلام بن مشکم بھی قتل ہو گیا، یہ یہودیان بنی نضیر کا ایک سردار تھا اور مرحب کے بھائی حارث کی بیٹی زینب کا خاوند تھا، زینب وہ عورت ہے جس نے حضرت نبی کریم صلے اللہ

علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے بکری کے گوشت میں زہر ملایا تھا، اس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی، انشاء اللہ،

اگرچہ مؤرخین نے بتایا ہے کہ سلام بن مشکم علاقہ النطاۃ کی اُن جنگجو فوجوں کا سالارِ عام تھا جنہوں نے مسلمانوں اور یہودیوں کے سخت ترین معرکوں میں شرکت کی تھی اور باوجود اس بات کے کہ یہ عظیم یہودی سالار النطاۃ کے معرکوں میں قتل ہوا تھا، میری معلومات کے مطابق کسی ایک مؤرخ نے بھی یہ بیان نہیں کیا کہ اس کا کوئی جنگی کردار تھا ہاں انہوں نے یقین کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یہ النطاۃ کے معرکوں میں قتل ہوا تھا، صرف واقدی نے اس کے جنگ میں شامل نہ ہونے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ وہ بیمار تھا اور باوجود سخت بیمار ہونے کے اس نے قتل ہونے تک النطاۃ کو نہیں چھوڑا، حالانکہ اس کے ساتھیوں نے اُسے علاقہ الکتیبہ کی طرف بھاگ جانے کا مشورہ دیا تھا تاکہ وہ محفوظ رہے اس لئے کہ یہود کے تجربہ کار آدمی یہ توقع رکھتے تھے کہ الکتیبہ کے لوگ مسلمانوں سے ہرگز جنگ نہیں کریں گے بلکہ ان سے مصالحت کرلیں گے،

واقدی بیان کرتا ہے کہ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن جعفر سے پوچھا کہ حارث کی بیٹی زینب نے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ " آپ نے میرے باپ کو قتل کیا ہے"؟ راوی کہتا ہے اس کا باپ حارث جنگِ خیبر کے روز مارا گیا تھا یہ یہودیوں کا بڑا بہادر آدمی تھا اور اس کا بھائی زبیر بھی اسی دن مارا گیا تھا، زینب کا خاوند، یہود کا سردار اور بڑا بہادر آدمی تھا (سلام بن مشکم) جو بیمار تھا اور النطاۃ کے قلعوں میں تھا، اُسے کہا گیا کہ تم میں لڑائی جیسی ہوگی الکتیبہ چلے جاؤ، اس نے جواب دیا میں ایسا کبھی نہیں کروں گا اور بیماری کی حالت ہی میں مارا گیا، سلام بن مشکم ابوالحکم تھا جس کے متعلق الربیع بن ابی الحقیق کہتا ہے ؎

ولما تداعوا بأسيافهم … نكان الطعان دعونا سلاما

وكنا اذا ما دعونا به … سقينا سراة العدد السماما

ترجمہ :- جب انہوں نے تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کو پکارا تو ہم نے نیزہ باز سلام کو آواز دی اور جب ہم اس کو آواز دیتے تو ہم دشمن کے سرداروں کو تیز زہر پلا دیتے،

سلام بن مشکم ان کا سالارِ اعلےٰ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُسے بیماری لگا دی،

یہود کی شکست اور قلعہ کی فتح

اگرچہ حباب بن منذرؓ اور اس کے جوانوں کے سامنے سے قلعہ کی مدافعت کرنیوالے یہودیوں نے واپس آکر دروازے بند کر لئے مگر ان کو اضطراب اور پریشانی نے آلیا اور ان کا مورال گرنے لگا، حباب بن منذر نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو اس نے یہود کے اضطراب اور مورال کی گراوٹ کے موقع کو غنیمت جانا اور اسی وقت قلعہ الصعب میں داخل ہونے اور اُسے فتح کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا، اس منصوبے کے مطابق حبابؓ نے اپنے جوانوں کے ساتھ قلعہ پر اچانک عام حملہ کر دیا اور قلعے کے اندر داخل ہو کر سخت جنگ کر کے اُسے فتح کر لیا اور تمام اسلحہ اور غلہ پر قبضہ کر لیا جو بڑی مقدار میں تھا اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس تنگی کو دُور کر دیا جسے اسلامی فوج خوراک کی کمی اور طویل عرصہ تک خیبر کے قلعوں کے محاصرہ کی وجہ سے برداشت کر رہی تھی قلعہ کا دفاع کرنیوالے بہت سے یہودی مارے گئے اور کئی قیدی ہوئے،

قلعہ الصعب میں غلّہ اور اسلحہ کی کثیر مقدار پر مسلمانوں کا قبضہ

کثیر غذائی مواد پر قبضہ کرنے کے علاوہ اس قلعہ میں مسلمانوں نے زیر زمین بہت سا جنگی اسلحہ مدفون پایا جس میں زرہیں، تلواریں اور منجنیقیں بھی تھیں یہ گولہ باری کرنے والے ہتھیار ہیں جن کا کام قلعوں کو تباہ کرنا ہے اسی طرح انہوں نے جنگی آلات میں سے ٹینک بھی پائے، ٹینک، بچاؤ کرنے والا ترقی یافتہ ہتھیار ہے اس دور میں اسے رُومی اور ایرانی فوجیں استعمال کرتی تھیں کیونکہ اس وقت وہ عالم میں ترقی یافتہ فوجیں تھیں، یہ بات کسی کو معلوم نہیں کہ خیبر کے یہودیوں نے یہ ٹینک کس طرح حاصل کئے جبکہ اس وقت یا اس سے پہلے جزیرہ عرب میں انہیں بنانے اور استعمال کرنے کے متعلق کوئی آدمی بھی کچھ نہیں جانتا تھا اور یہ کوئی مستبعد امر نہیں کہ خیبر کے یہودی انہیں شام سے لائے ہوں یا انہیں ان کے بنانے کے متعلق واقفیت ہو اور جب انہیں اسلامی جنگوں کے متعلق پتہ چلا ہو تو انہوں نے مقامی طور پر انہیں تیار کر لیا ہو، پھر ایک دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ قلعہ الصعب کے یہودیوں سے مسلمانوں نے جو ٹینک غنیمت میں حاصل کئے وہ حملہ کرنے والے ہتھیار ہیں اور شہروں اور قلعوں پر حملہ کرنے میں ان سے کام لیا جاتا ہے پس کیا یہودی مدینہ پر

حملہ کی تیاری کر رہے تھے اور انہوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے یہ ٹینک تیار کئے تھے اس سوال کا جواب ہاں میں ہے کیونکہ خیبر میں یہودیوں کے پاس ان ٹینکوں کی موجودگی کی صحیح تفسیر یہی ہے اور خاص طور پر جب ہم اس امر پر غور کریں کہ یہود کے نقطۂ نظر سے تو خیبر کا معرکہ دفاعی معرکہ تھا جو ٹینکوں کا محتاج نہیں تھا اور ٹینک تو حملہ کرنے والا ہتھیار ہے۔

نبوی جنگی آداب

جب مسلمان قلعہ الصعب پر قابض ہو گئے تو اس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ غنائم کی تقسیم سے قبل، کوئی آدمی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگائے ہاں انسانی زندگی کے لئے جو چیز ضروری ہو اُسے لے سکتا ہے اس نے اعلان کیا کہ کھاؤ اور چارہ ڈالو لیکن اٹھاؤ نہیں ــــــ یعنی اُسے اپنے علاقوں میں نہ لے جاؤ ــــــ تو انہوں نے اس قلعے سے اپنا کھانا اور جانوروں کا چارہ لے لیا اور دوسری کسی چیز سے فائدہ نہ اٹھایا اور نہ خمس لگایا پھر غنائم اور سامان کو جیش نبوی کے پڑاؤ میں منتقل کر دیا گیا۔

شراب کا گرانا اور اس کے برتنوں کو توڑنا

مسلمانوں نے قلعہ الصعب میں شکست خوردہ یہود کے متروکات میں پرانی شراب کی بڑی مقدار بھی پائی، رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے برتنوں کو توڑنے اور اُسے گرانے کا حکم دے دیا، مسلمانوں کی فوج میں سے ایک آدمی نے اس شراب کو پی لیا، اس آدمی کو عبد اللہ الحمار کہتے تھے، رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے جوتے مارے اور تمام حاضرین کو بھی اُسے جوتے مارنے کا حکم دیا،

اسے لعنت نہ کرو

حضرت عمر بن الخطاب نے، شراب پینے کی وجہ سے اس آدمی پر لعنت کی تو رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــــــ اسے لعنت نہ کرو ــــــ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، پھر عبد اللہ چلا گیا گویا وہ انہی میں سے ایک آدمی ہے اور ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا، اسی طرح فوج نے قلعہ الصعب میں تانبے اور مٹی کے برتن بھی پائے جن میں یہودی کھاتے پیتے تھے، رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں دھو لو اور ان میں پکاؤ اور

کھاؤ اور پیو ، واقدی قلعہ الصعب کے معرکہ کے متعلق بیان کرتا ہے (ابی سبرۃ سے جو خیبر کی فتح میں شامل تھا) پھر ہمارے علمبردار نے حملہ کیا اور ہم نے بھی اس کے ساتھ حملہ کیا اور ہم نے یہودیوں کو قلعہ کے اندر داخل کر دیا اور خود بھی ان کے پیچھے اس کے اندر داخل ہو گئے ، جب ہم قلعے میں ان کے پاس گئے تو وہ بکریوں کی طرح تھے جو ہمارے سامنے آیا ہم نے اسے قتل کر دیا اور ان میں سے ہم نے قیدی بھی بنائے ، اور وہ پتھروں پر سے جدھر منہ آیا بھاگ کھڑے ہوئے وہ قلعہ الزبیر میں جانا چاہتے تھے اور ہم نے انہیں بھاگنے دیا ، مسلمان قلعے کی دیواروں پر چڑھ گئے اور انہوں نے بہت سے نعرہ ہائے تکبیر لگائے اور ہم نے تکبیر کے نعروں سے یہودیوں کو منتشر کر دیا میں نے اسلم اور غفار کے جوانوں کو قلعے کے اوپر نعرے لگاتے دیکھا خدا کی قسم ہم نے وہاں پر جَو ، کھجور ، گھی ، شہد ، تیل اور گوشت کے وہ ذخائر دیکھے جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھے ، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ کھاؤ ، چارہ ڈالو اور اٹھا کر نہ لے جاؤ ، منادی نے کہا ، غلے کو اٹھا کر اپنے علاقے میں نہ لے جاؤ ، مسلمان اس قلعے میں اپنی اپنی جگہ پر اپنا کھانا اور اپنے جانوروں کا چارہ لے جاتے ، کسی کو اس کی ضرورت کی چیز کے لینے سے منع نہ کیا جاتا اور کھانے کا خمس بھی نہ لگایا گیا وہاں مسلمانوں کو کپڑے ، برتن اور مختلف قسم کی شراب کے مٹکے بھی ملے جنہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے توڑ دیا گیا اور شراب قلعے میں بہہ پڑی ، بڑے بڑے مٹکے تو اٹھائے بھی نہ جاتے تھے ، ابو ثعلبہ خشنی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے قلعے میں تانبے اور مٹی کے برتن بھی پائے جن میں یہود کھاتے پیتے تھے ہم نے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا ، ان برتنوں کو دھو لو اور ان میں کھانا پکاؤ اور پیو نیز آپؐ نے فرمایا کہ ان میں پانی گرم کرو اس کے بعد ان میں کھانا پکاؤ .... اور کھاؤ پیو ، وہاں سے ہم نے بہت سی بکریاں ، گائے اور گدھے بھی نکالے اور جنگ کے بہت سے ہتھیار بھی نکالے ، یعنی منجنیق ، ٹینک اور دیگر سامان وغیرہ ، ہمیں معلوم ہو گیا کہ ان کا خیال تھا کہ ان کا محاصرہ لمبا زمانہ رہے گا پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل کر دیا ۔

عبدالحمید بن جعفر نے اپنے باپ سے میرے پاس بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ قلعہ الصعب کے بالائی حصّے سے کپڑوں کے باندھے ہوئے بیس بنڈل نکلے جو یمن کے موٹے کپڑے تھے ،

ڈیڑھ ہزار مخملی چادریں تھیں، کہا جاتا ہے کہ ہر آدمی اپنے گھر والوں کے لئے چادر لایا ہوا اور لکڑیوں کے دس گٹھے ملے جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے جلا دیا گیا جو کئی دن تک جلتے رہے اور شراب کے مٹکے اور شکیزے، توڑ اور انڈیل دیئے گئے، ایک مسلمان نے شراب پی لی تو اُسے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا جس وقت اُسے آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپؐ نے اُسے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اُسے آپؐ نے اور تمام حاضرین نے جوتے لگائے، اس شخص کو عبداللہ الحمار کہا جاتا تھا یہ شخص، شراب نوشی سے باز نہ رہ سکتا تھا، اُسے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی بار مارا تھا، حضرت عمر بن الخطاب نے کہا اے اللہ اس پر لعنت فرما، اس کو بہت دفعہ مار پڑ چکی ہے، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمرؓ ایسا نہ کر یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُولؐ سے محبت رکھتا ہے، پھر عبداللہ جا کر مسلمانوں کے ساتھ بیٹھ گیا گویا وہ ان کا ایک آدمی ہے،

حضرت اُم عمارہؓ (یہ خیبر میں حاضر تھیں) بیان کرتی ہیں کہ ہم نے قلعہ الصعب میں اتنا کھانے کا سامان پایا کہ میرا خیال تھا کہ اتنا خیبر میں نہیں ہوگا اس قلعے سے مسلمان ایک ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ تک کھاتے رہے اور اپنے جانوروں کو چارہ بھی ڈالتے رہے کسی کو ان باتوں سے رکاوٹ نہ تھی، کھانے میں خُمس بھی نہ لگایا گیا، کپڑوں کی بہت سی مقدار کو فروخت کر دیا گیا، اور وہاں سے موتی بھی ملے ان کے بارے میں کہا گیا کہ انہیں کون خریدے گا مُسلمانوں نے اور یہودیوں سے مسلمان ہونے والوں اور بدوؤں نے کہا کہ ہم سب خریدیں گے، مگر مُسلمانوں میں سے جو شخص خریدے گا اس کا حساب مالِ غنیمت سے ہوگا،

واقدی بیان کرتا ہے کہ جب عینیہ نے قلعہ الصعب کی طرف دیکھا کہ مسلمان وہاں سے کھانا، چارہ اور کپڑا لئے جا رہے ہیں تو اس نے کہا کوئی ہم کو اس کھانے سے کھلائے گا اور ہمارے جانوروں کو چارہ ڈالے گا، اس کے اہل بڑے صاحب عزت تھے، مُسلمانوں نے انہیں بُرا بھلا کہا اور عینیہ سے کہا، رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھے ذوالرقیبہ[1] دیا ہے تیرے لئے وہی کافی ہے تو وہ خاموش ہو گیا،

---

[1] ذوالرقیبہ، خیبر کے پاس ایک پہاڑ ہے، عینیہ کو، اس کے دینے کا ذکر بطور مذاق کے ہے۔

مسلمانوں کے پلّہ کا بھاری ہونا

قلعہ ناعم اور قلعہ الصعب کے سقوط سے جنگ میں مسلمانوں کا پلّہ بھاری ہو گیا اور گھبراہٹ اور ناامیدی یہودیوں کے دلوں میں سرایت کرنے لگی اور ان کا مورال گرنے لگا حالانکہ انہیں یہ تصور بھی نہ تھا کہ ان کی فوجیں اسلامی فوج کے سامنے پسپا ہو جائیں گی (یہود کی فوج دس ہزار جانبازوں سے زیادہ تھی) جبکہ مسلمانوں کی فوج کی تعداد چودہ سو جانبازوں سے زیادہ نہ تھی پھر یہ جانباز کھلے میدان میں بغیر کسی اوٹ کے، یہودیوں کے اُن بُرجوں کے سامنے تھے جو ہزاروں تیراندازوں سے پُر تھے جن جیسا کوئی ماہر تیرانداز نہیں تھا جیسا کہ حباب بن منذر نے گواہی دی ہے،

قلعہ ناعم اور قلعہ الصعب، یہودی دفاع کی مضبوط ترین فرنٹ لائن تصور کئے جاتے تھے جن کی مضبوطی اور ان کی فصیلوں کے پیچھے پڑاؤ کرنے والے جوانوں کی بہادری سے جیش نبوی کے حملوں کو رد کرنے کے متعلق، یہودیوں کی بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں، اور یہودی لیڈروں کو ایک لحظہ کے لئے بھی شک نہیں ہوا کہ یہ فوج ان دونوں قلعوں میں داخل ہوئے بغیر، ان کی فصیلوں کے سامنے اتنا لمبا عرصہ قیام کرے گی یہی خیال، خیبر کے یہودیوں کا بھی تھا، کہ یہ لوگ اپنے مقصد کو پورا کئے بغیر واپس جانے پر مجبور ہو جائیں گے ...... لیکن جو کچھ ہُوا اچانک ہُوا جس نے یہودیوں اور ان کے مددگاروں کو حیران کر دیا کہ اسلامی فوج، ان دونوں قلعوں میں داخل ہو گئی اور ان کا ان دونوں قلعوں میں داخل ہونا، خیبر میں یہودی مفادات کے انجام کا آغاز بن گیا،

النطاۃ کے علاقہ کی صفائی کرنیوالی پارٹی

مؤرخین کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ النطاۃ میں قلعہ ناعم اور الصعب کے علاوہ بھی قلعے موجود تھے لیکن ان قلعوں کی کوئی جنگی اہمیت نہ تھی اس لئے اسلامی فوج کی قیادت نے ان قلعوں کے محاصرہ کرنے یا ان پر حملہ کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی کیونکہ اسلامی فوج کی انٹیلی جنس نے یقین دلایا تھا کہ النطاۃ میں قلعہ ناعم، قلعہ الصعب اور قلعہ الزبیر کے علاوہ کوئی قابل خوف چیز موجود نہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلعے تقریباً یہودی جانبازوں

سے خالی تھے اور نہ ہی ان میں قابلِ ذکر قلعہ بندیاں تھیں، اس کے باوجود رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم (قلعہ ناعم اور قلعہ الصعب پر قبضہ کرنے کے بعد) نے فوج کی ایک ٹکڑی کو ان قلعوں کی نگرانی کے لئے النطاۃ کے علاقہ میں رہنے کا حکم فرمایا تاکہ اگر مسلح یہودیوں میں سے کچھ آدمی ان قلعوں میں چھپے ہوئے ہوں تو ان کا تعاقب کر کے انہیں ختم کر دیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ اطلاع ملی تھی کہ بعض جانباز یہودی ہمیشہ النطاۃ کے بعض قلعوں میں چھُپے رہتے ہیں،

واقدی بیان کرتا ہے کہ قلعہ ناعم، قلعہ الصعب اور النطاۃ کے تمام دوسرے قلعوں سے نکل کر یہودی قلعہ الزبیر میں منتقل ہو گئے، رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور مُسلمانوں نے جا کر ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کو قلعہ بند کر دیا، یہ ایک مضبوط قلعہ ہے اور ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہے جس کی مضبوطی اور صعوبت کی وجہ سے سوار اور پیدل اس پر چڑھ نہیں سکتے (النطاۃ کے بقیہ قلعے کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں النطاۃ کے بعض قلعوں میں ایک ایک یا دو دو آدمی رہ گئے تھے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی نگرانی کے لئے کچھ آدمی مقرّر کر دیئے انہیں جب کسی کا پتہ چل جاتا تو اُسے قتل کر دیتے)،

قلعہ الزبیر کی فتح

جب مسلمان قلعہ الصعب پر قابض ہو گئے، تو یہودی قلعہ الزبیر میں منتقل ہو گئے یہ النطاۃ کا تیسرا قلعہ تھا اور خیبر کے نصف اول میں واقع تھا، اور بڑا مضبوط تھا اور ایک پہاڑ کی ایک بلند چوٹی پر تھا جس کے راستے بڑے دشوار گذار تھے، یہودیوں نے قلعہ الزبیر کو، منصوبہ کے مطابق تیسری دفاعی لائن بنایا ہوا تھا وہ قلعہ الصعب کو کھونے کے بعد اس میں منتقل ہو گئے اور قلعہ الزبیر میں قلعہ بند ہو کر، مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی تیاری کرنے لگے انہوں نے قلعہ کے بُرجوں کو جانبازوں سے بھر دیا اور تیر اندازوں کے دستوں کو ان مقامات پر بٹھایا، جہاں سے وہ مُسلمانوں کی فوجوں کو دیکھ سکتے تھے، قلعہ الصعب پر قبضہ کرنے کے بعد، مُسلمانوں نے قلعہ الزبیر کا محاصرہ کر لیا،

قلعہ میں داخل ہونے کی صعوبت

مسلمانوں نے قلعہ الزبیر میں داخل ہونے اور اس کو فتح کرنے

کی کئی کوششیں کیں، لیکن اس قلعہ کی مضبوطی اور اس کے راستوں کی دشواری اور ان راستوں کے یہودیوں کے تیروں کی زد میں ہونے کی وجہ سے وہ اس میں داخل نہ ہو سکے، دوسری جانب انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کرنے اور مبارزت طلب کرنے کے لئے قلعے کے دروازے بھی نہ کھولے جیسا کہ انہوں نے قلعہ ناعم اور قلعہ الصعب کے محاصرہ کے دوران کیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ جس بلندی پر یہ قلعہ واقع تھا اس کے متعلق انہیں یقین تھا کہ مسلمان اس کے راستوں کی دشواری کی وجہ سے اس میں داخل ہونے اور اسے فتح کرنیکی قدرت نہیں پائیں گے،

یہودیوں کو قلعے سے باہر لڑنے پر مجبور کرنا

مسلمانوں کو اس قلعے کا لمبا محاصرہ کرنے میں کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ وہ قلعہ سے باہر یہود کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنے کے مشتاق تھے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ اس جنگ میں فتح ان کی ہوگی، اسی دوران میں کہ مسلمان، یہودیوں کے اس قلعہ میں محفوظ ہونے کی وجہ سے زِچ ہو رہے تھے اور غور و فکر کر رہے تھے اور قلعہ الزبیر پر قابض ہونے کی اسکیمیں بنا رہے تھے کہ اچانک ایک یہودی جس کا نام عزّال تھا، پوشیدہ طور پر مسلمانوں کے پڑاؤ میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لئے آیا، اس نے ملاقات کے دوران آپ کو بتایا کہ آپ کی فوج اس قلعہ میں داخل ہونے اور ہتھیاروں کے زور پر اسے فتح کرنے کی ہرگز قوت نہیں پائے گی اور قلعہ الزبیر کے یہودیوں کو خواہ محاصرہ کس قدر طویل ہو قلعہ کی مضبوطی اور مدافعت کرنے والوں کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں ہوگا ان کے پاس ضروری خرچ جمع ہے جو طویل مدت تک ان کے لئے کافی ہوگا، ہاں اس یہودی (عزّال) نے آپ کو بتایا کہ وہ آپ کو ایسا طریقہ بتانے پر تیار ہے جس سے قلعہ الزبیر کی فتح آپ کے لئے آسان ہو جائے گی اور یہودی مجبور ہو کر جنگ کے لئے باہر نکل آئیں گے، لیکن وہ یہ طریقہ اس صورت میں بتائے گا کہ مسلمان اسے اس کے مال و جان اور اولاد کی امان دیں........ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے اور اس کے اہل و مال اور اولاد کی امان دے دی،

عزّال یہودی نے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ قلعہ الزبیر میں محفوظ ہونے والے

یہودیوں کے لئے ، زمین کے نیچے پانیوں کے چشمے ہیں جو خاص طور پر جنگ کے دنوں کے لئے بند کر دیئے جاتے ہیں وہ رات کے وقت خفیہ تہہ خانوں کو عبور کر کے جو قلعہ کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے ہیں ان میں اُتر کر ضرورت کے مطابق پانی لے جاتے ہیں یہ چشمے قلعہ کے باہر ہیں اور مسلمان سہولت کے ساتھ ان پر قبضہ کر سکتے ہیں ، قبضہ ہو جانے کی صورت میں یہودی ، اطاعت اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے یا مسلمانوں کے پانی روک دینے کے بعد ، جنگ کے لئے باہر نکل آئیں گے پھر اس یہودی نے پانی کے چشموں تک مسلمانوں کی راہنمائی کی مسلمانوں نے ان پر قبضہ کر کے قلعہ الزبیر کے یہودیوں پر پانی بند کر دیا ، یہودیوں نے سمجھ لیا کہ اب دو راستوں میں سے ایک راستہ کو اختیار کرنا پڑے گا یا تو مسلمانوں کی اطاعت اختیار کر لیں یا اُن سے جنگ کرنے کے لئے باہر نکلیں اور اُن سے پانی کے چشمے واپس لیں یا پیاس سے مر جائیں انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کو ترجیح دی اور قلعے کے دروازے کھول کر مسلمانوں پر سخت حملہ کیا ، فریقین کے درمیان سخت جنگ ہوئی جو مسلمانوں کی فتح پر ختم ہوئی جنہوں نے یہودیوں کو شکست دی پھر قلعہ میں داخل ہو کر اُسے فتح کر لیا ،

واقدی بیان کرتا ہے کہ تمام یہودی قلعہ ناعم ، قلعہ الصعب اور النطاۃ کے دوسرے قلعوں سے نکل کر قلعہ الزبیر میں منتقل ہو گئے ، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے وہاں جا کر ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کو قلعہ بند کر دیا ، قلعہ الزبیر ایک مضبوط قلعہ ہے اور ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہے جس کی مضبوطی اور صعوبت کی وجہ سے سوار اور پیدل اس پر چڑھنے کی قدرت نہیں رکھتے ، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قلعہ الزبیر میں رہنے والوں کا تین دن محاصرہ کیا کہ آپ کے پاس عزال نام ایک یہودی آکر کہنے لگا اے ابوالقاسم اگر میں آپ کو ایک ایسی بات بتاؤں جس سے آپ اہل نطاۃ سے راحت حاصل کر کے الشق کی طرف نکل جائیں تو کیا آپ مجھے امان دیں گے ، اہل الشق آپ کے رعب سے مر چکے ہیں ، راوی کہتا ہے کہ آپ نے اسے اور اس کے اہل و مال کی امان دے دی ، یہودی نے کہا اگر آپ ایک ماہ تک بھی ان کا محاصرہ جاری رکھیں گے تو وہ آپ کی پرواہ نہیں کریں گے ، کیونکہ زیر زمین ان کے چشمے ہیں وہ رات کے وقت باہر نکل کر اور ان سے پانی پی کر پھر قلعے میں واپس چلے جاتے ہیں اور آپ سے محفوظ ہو جاتے ہیں ، اگر آپ ان کا پانی بند کر دیں تو وہ آپ کے سامنے آجائیں گے ، رسول کریم صلے اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے جاکر ان کا پانی بند کردیا ،

یہودیوں کو جنگ پر مجبور کرنا ،

جب مسلمانوں نے ان کا پانی بند کردیا تو وہی کچھ ہوا جو یہودی نے کہا تھا ، صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پانی پر قبضہ کرنے اور یہودیوں کے پانی کو بند کردینے سے قلعہ کا دفاع کرنے والے جنگ کے لئے باہر نکلنے پر مجبور ہوگئے النطاۃ کے یہودی ____ اور قلعہ الزبیر والے بھی ان میں سے تھے ____ بڑے بہادر اور تیر تھے ، سب جانبازوں نے قلعہ سے نکل کر مسلمانوں پر سخت حملہ کیا اور قلعہ سے مسلمانوں کو دور کرنے اور ان سے پانی کے چشموں کو واپس لینے کے لئے شدید جنگ کی ، لیکن مسلمان ، یہودیوں کے حملہ کے سامنے ثابت قدم رہے اور قلعہ کے آگے سخت معرکہ آرائی ہوئی پھر مسلمانوں نے دفاع کو چھوڑ کر حملہ شروع کردیا اور یک جان ہوکر ان پر حملہ کیا جس سے وہ تتر بتر ہوگئے اور یہودیوں نے قلعہ بند رہنے کے لئے ، قلعہ کی طرف واپس جانے اور اس کے دروازوں کو بند کرنے کے لئے جلدی کی جیساکہ وہ قلعہ ناعم اور قلعہ الصعب کے معرکوں میں کرتے تھے لیکن مسلمانوں نے انہیں اس کا موقع نہ دیا اور ان کو بھگا دیا اور قلعہ کے دروازوں کے پاس یہودیوں سے جنگ کرکے قلعہ میں داخل ہوگئے ، اور ان کو دروازوں کے بند کرنے سے روک دیا اور پھر قلعے پر قابض ہوگئے ،

مسلمانوں کے نقصانات

قلعہ الزبیر کے معرکہ میں مسلمانوں کے کئی آدمی شہید ہوگئے اور یہودیوں نے بھی دس مقتولوں کی اذیت اٹھائی ، مگر کسی مورخ نے ان غنائم کے متعلق کچھ نہیں بتایا جو قلعہ الزبیر پر قبضہ کرتے وقت مسلمانوں کے ہاتھ آئیں ،

قلعہ ابی کی فتح ،

ہم اس فصل میں پہلے بیان کرچکے ہیں کہ خیبر شہر کی دو قسمیں تھیں ، پہلی قسم میں پانچ مضبوط قلعے تھے جن میں یہودیوں نے قلعہ بند ہوکر ان میں سے بعض کو ، خیبر کی پہلی دفاعی لائن بنایا اور مسلمانوں کے حملہ کو روکنے کے لئے ہزاروں جانبازوں سے بھر دیا اور وہ مندرجہ ذیل قلعے تھے ،

۱ : قلعہ ناعم ، جسے مسلمانوں نے حضرت علی بن ابی طالب کی قیادت میں فتح کیا ،

۲:۔ قلعہ الصعب، جسے مسلمانوں نے حضرت حباب بن منذر کی قیادت میں فتح کیا۔
۳:۔ قلعہ الزبیر، اس قلعہ کی فتح کے وقت جس سالار نے مسلمانوں کی قیادت کی اس کے نام کا مجھے پتہ نہیں چل سکا۔

ان تینوں کو النطاۃ کے قلعے کہا جاتا تھا کیونکہ یہ النطاۃ کے علاقے میں واقع تھے، دوسرے دو قلعوں کا نام قلعہ ابی اور قلعہ البزاۃ تھا یہ دونوں قلعے علاقہ الشق میں واقع تھے اس لئے انہیں الشق کے قلعے کہا جاتا تھا ان قلعوں کو مسلمانوں نے زبردست جنگ کے بعد بزور فتح کیا تھا جیسا کہ عنقریب اس کی تفصیل بیان ہوگی۔ انشاءاللہ،

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ علاقہ الشق میں یہودیوں کے اور بھی بہت سے قلعے تھے، لیکن میری معلومات کے مطابق مؤرخین نے ان دو قلعوں کے سوا، اور کسی کا ذکر نہیں کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے (قلعہ ابی اور قلعہ البزاۃ کے سوا) الشق کے دیگر تمام قلعوں پر بغیر جنگ کے قبضہ کر لیا تھا جس کی وجہ سے مؤرخین نے ان قلعوں کی طرف صرف اشارہ کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں النطاہ اور الشق کے تمام قلعے خیبر کی پہلی قسم میں واقع ہیں جو پہلی دفاعی لائن کی نمائندگی کرتے ہیں اور اس شہر کے اہم قلعے ہیں جہاں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان زبردست معرکے ہوئے،

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑاؤ کا پہلی جگہ پر منتقل ہونا

اس فصل میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے آغاز میں اپنی فوج کے ساتھ النطاۃ کے بالائی حصے میں پڑاؤ کیا تھا اور آپؐ کا ہیڈ کوارٹر النطاۃ کے اور الشق کے قلعوں کے درمیان میں واقع تھا، اس لحاظ سے آپؐ کی فوج کسی وقت بھی اور خصوصاً رات کے وقت میں یہودیوں کے شبخون کا نشانہ بن سکتی تھی کیوں کہ آپؐ اپنی فوج کے ساتھ النطاہ اور الشق کے قلعوں کے سلسلہ کے درمیان میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے اور ایسے مقام پر تھے جسے کھجوروں کے جھنڈ گھیرے ہوئے تھے جن میں سے یہودی فوج کی ٹکڑیاں، قلعے سے نکل کر، آسانی کے ساتھ رات کے وقت مسلمانوں پر حملہ کر سکتی تھیں، رات کے حملے کو شبخون کہا جاتا ہے اس بات نے جنگی امور کے مشہور ماہر حضرت

حباب بن منذر کو ـــــــ جیساکہ پہلے بیان ہوچکا ہے ـــــــ اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دے اور آپؐ کے سامنے تجویز پیش کرے کہ آپؐ اپنے ہیڈ کوارٹر کو بدل لیں اور اپنے پڑاؤ کو اس علاقہ سے منتقل کر کے یہود کے قلعوں سے دُور لیجائیں اس نے عرض کیا (یارسُول اللہ ، آپؐ قلعوں کے قریب ہو گئے ہیں اور کھجوروں اور چشموں کے درمیان اُتر پڑے ہیں مجھے اہل نطاۃ کے بارے میں علم ہے کہ کوئی قوم ان سے زیادہ صحیح تیر مارنے میں ماہر نہیں اور وہ ہم سے بلندی پر ہیں اور وہ نیچے آنے میں اپنے تیروں سے بھی زیادہ تیز ہیں اور میں ان کے شبخون مارنے سے بھی بے خوف نہیں ہوں وہ کھجوروں کی اوٹ میں داخل ہو جائیں گے ، یارسُول اللہ کسی اور جگہ چلے جایئے جہاں چشمے اور وبار نہ ہو، ہم اپنے اور ان کے درمیان پتھروں کو اوٹ بنالیں گے تاکہ ان کے تیر ہمیں گزند نہ پہنچائیں) رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ النطاۃ اور الشق کے درمیان جس جگہ پر پڑاؤ ڈالا اُسے " المنزلہ " کہا جاتا تھا جیساکہ اس فصل میں پہلے بیان ہوچکا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حبابؓ کے مشورے کے مطابق " المنزلہ " سے اپنے پڑاؤ کو تبدیل کر کے وادی الرجیع میں پڑاؤ ڈالا اور وہیں اپنا ہیڈکوارٹر بھی بنایا اور اس وادی سے ، یہودیوں کے مقابلہ کے لئے اپنے دستے بھیجنے لگے ـــــــ آپؐ لگاتار اسی طرح کرتے رہے ـــــــ ، یہاں تک کہ آپؐ کی فوج نے النطاۃ کے تمام قلعوں پر خصوصاً تین بڑے جنگی قلعوں پر قبضہ کرلیا ، (قلعہ ناعم ، قلعہ الصعب ، اور قلعہ الزبیر پر)

النطاۃ کے قلعوں پر جیش نبوی کے قابض ہونے سے ، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ وادی الرجیع سے (جو النطاہ کے زیریں علاقے میں تھی) اس کے بالائی علاقے میں منتقل ہوگئے ، آپؐ نے جس پہلی جگہ کو ایک دن کے لئے اپنا پڑاؤ بنایا تھا...... وہیں دوبارہ (المنزلۃ میں) آپؐ نے اپنی فوج کے ساتھ پڑاؤ ڈالا تاکہ آپؐ الشق کے قلعوں میں جو خیبر کے نصف اول کے بقیہ علاقے میں واقع تھے ، یہود کے خلاف اپنے حملوں کی کارروائیاں جاری رکھ سکیں النطاۃ اور الشق کے قلعوں کے درمیان " المنزلہ " کے مقام پر منتقل ہونے کا سبب یہ تھا کہ النطاۃ کے قلعوں پر قبضہ کے بعد ، آپؐ کی فوج اس طرح دو آگوں کے درمیان نہ تھی جیساکہ پہلی دفعہ اس جگہ کو پڑاؤ بنانے کے وقت تھی اس وقت النطاۃ کے

مضبوط تھے ان یہودیوں کے ہاتھ میں تھے جو خیبر کے یہودیوں کے شجاع ترین اور جنگ باز آدمی تھے اب یہ قلعے مسلمانوں کے قبضے میں تھے جس کی وجہ سے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج، یہودیوں کے شبخون اور ان کے تیروں سے جو مسلمانوں کے پڑاؤ میں آ کر مسلمانوں کو زخمی کر دیتے تھے، محفوظ ہو گئے تھے کیونکہ پہلے دن یہودیوں کے تیروں سے پچاس مسلمان زخمی ہو گئے تھے، قلعہ الزبیر کے یہودیوں سے خالی ہو جانے کے بعد، جیش نبوی پشت کی جانب سے محفوظ ہو گیا تھا اور قلعہ الزبیر النطاۃ کے قلعوں میں سے آخری جنگی قلعہ تھا۔

اہل سیر اور مغازی کہتے ہیں کہ جب رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم النطاۃ سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فوج کو الرجیع سے المنزلہ منتقل ہونے کا حکم دیدیا اور آپ یہود کی لڑائی اور شبخون سے محفوظ ہو گئے حالانکہ آپ ان سے بے خوف نہیں تھے۔ کیوں کہ اہل نطاۃ بڑے تیز اور بہادر یہودی تھے۔

یہودیوں کا الشق کے قلعوں میں منتقل ہونا

النطاۃ کے قلعوں کو کھونے اور اس کے زبردست معرکوں میں اپنے بڑے بڑے سالاروں کا نقصان اُٹھانے کے بعد ان کی شکست انہیں الشق کے قلعوں میں لے گئی اور ان کی بڑی فوجوں نے قلعہ اُمامی جسے قلعہ اُبی کہتے تھے میں ڈیرے ڈال دیئے اور اس قلعہ میں قلعہ بند ہو کر اسلامی فوج کے مقابلہ کے لئے تیاری کرنے لگے جو ان پر مسلسل حملے کر رہی تھی۔

قلعہ کا محاصرہ

قلعہ اُبی بڑا مضبوط قلعہ تھا جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اور اس کے دشوار گذار راستوں کی وجہ سے اس میں داخل ہونا بڑا مشکل تھا لیکن وہ النطاۃ کے ان قلعوں سے زیادہ مضبوط نہ تھا جن میں مسلمان جنگ کے سخت مراحل سے گذر کر داخل ہو چکے تھے، اس لئے انہوں نے جلد حملہ کرنے میں کوئی تردد نہ کیا، جیش نبوی نے اس میں داخل ہونے کے لئے اس کا محاصرہ کر لیا، آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس جنگی فوج کے منتظم تھے اور مذکورہ قلعہ پر "المنزلہ" کے ایک مقام سے جسے "السموان" کہا جاتا تھا، دستے بھیج رہے تھے۔

یہود کا سخت مقابلہ

یہودیوں نے جنگ میں بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کے حملوں کا بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا جیسے مسلمان النطاۃ کے معرکوں میں دیکھ چکے تھے انہوں نے قلعہ ابی کا بڑی بے خوفی سے دفاع کیا اور مسلمانوں سے سخت جنگ کی، جس فوج کو قلعہ ابی پر حملہ کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی اس کے سالار، مشہور شہسوار حضرت ابودجانہ انصاریؓ تھے،

مبارزت کیلئے یہودیوں کا دروازے کھول دینا

قلعہ ابی کے دفاع میں یہودیوں کا شوقِ قتال اس حد تک بڑھا کہ انہوں نے موت کو ہیچ سمجھتے ہوئے محاصرہ کرنے والی مسلمان فوج کے مقابلہ کے لئے قلعے کے دروازے کھول دیئے اور ان یہودی شہسواروں نے قلعہ کے باہر مسلمانوں کو دعوت مبارزت دے دی۔

دو یہودی سالاروں کا قتل

قلعہ اُبی سے ایک شہسوار جسے عزول کہتے تھے، باہر نکلا اور اس نے قلعہ کی فصیلوں کے سامنے اپنے گھوڑے پر پھیرا لگا کر مبارزت طلب کی، اس کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کی صفوں سے حضرت حباب بن منذر انصاریؓ نکلے، تھوڑی دیر دونوں نے جولانی کی، اس کے بعد، حضرت حباب بن منذرؓ نے، یہودی شہسوار عزول پر حملہ کر کے اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا، وہ قلعے کی طرف بھاگا مگر حضرت حبابؓ نے قلعہ میں داخل ہونے سے قبل اس کی ٹانگ کاٹ دی پھر وہ مرگیا،

پھر حضرت حباب بن منذرؓ مسلمانوں کی صفوں میں واپس آگئے، یہودی سالار عزول کے قتل کے بعد ایک اور یہودی شہسوار (مؤرخین نے اس کا نام نہیں لکھا) نے قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں کو للکار کر مبارزت طلبی کی، تو مشہور انصاری شہسوار حضرت ابودجانہؓ سماک بن خرشہ نے اس کے چیلنج کو قبول کیا، دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور دونوں بڑے ذوق وشوق سے نبرد آزمائی کرتے رہے یہاں تک کہ ابودجانہؓ نے یہودی شہسوار کا کام تمام کر دیا۔

مبارزت طلب کرنے اور قلعہ کھولنے سے یہودیوں کا رکنا

قلعہ کے دروازوں کے آگے دو یہودی سالاروں کے قتل ہونے کے بعد، قلعہ میں موجود دوسرے یہودیوں کے دلوں پر رعب چھا گیا اور وہ مبارزت طلبی سے رک گئے اور پھر انہوں نے قلعہ میں پناہ لینے اور اس کا دفاع کرنے اور اس کی دیواروں کے پیچھے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے قلعہ کے دروازے بند کرنے کی کوشش کی، لیکن اسلامی فوجوں کے ہراول دستوں کے سالار حضرت ابو دجانہ انصاریؓ نے ان کو ایسا کرنے کا موقع نہ دیا انہوں نے اپنی فوج کو سرعت کے ساتھ یہودیوں پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا اسلامی فوجوں نے حضرت ابو دجانہؓ کی سرکردگی میں قلعہ پر اچانک حملہ کر دیا، یہودیوں نے مسلمانوں کا شدید مقابلہ کیا اور قلعہ کے ارد گرد فریقین کے درمیان سخت معرکہ آرائی ہوئی، لیکن باوجودیکہ یہود نے بڑے ذوق و شوق سے مقابلہ کیا تھا، مگر انجام کار انہیں شکست ہوئی اور قلعہ کی فصیلوں میں گھسنے والے یہودی، ہر جانب بھاگ اٹھے، مسلمانوں نے قلعہ پر قابض ہوکر، تمام ہتھیاروں، مویشیوں اور غلے پر قبضہ کر لیا مگر کسی مورخ نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس قلعے سے کوئی یہودی قیدی بھی ان کے ہاتھ لگا تھا، بقیہ لوگوں نے قلعہ النزار میں پناہ لے لی، یہ الشق کا دوسرا قلعہ ہے جس میں یہودیوں نے مسلمانوں کا سخت مقابلہ کیا اور اس میں محفوظ ہوگئے یہاں تک کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قلعہ کو تباہ کرنے کے لئے، اس پر منجنیق نصب کرنے کا فیصلہ کیا، اس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی انشاءاللہ،

واقدی بیان کرتا ہے کہ مجھ سے موسیٰ بن عمر الحارثی نے ابی عفیر محمد بن سہل بن ابی حثمہ سے بیان کیا کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم الشق کی طرف منتقل ہو گئے تو وہاں پر کئی قلعے تھے، پہلا قلعہ اُبی تھا، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قلعہ سمران پر حملہ کیا، اہل قلعہ نے شدید جنگ کی اور عزال نامی ایک یہودی نے قلعہ سے باہر نکل کر مبارزت طلب کی اس کے مقابلہ میں حضرت حباب بن منذرؓ نکلے، دونوں نے ایک دوسرے پر وار کئے، پھر حضرت حبابؓ نے اس پر حملہ کرکے اس کا نصف دایاں ہاتھ کاٹ دیا، عزال کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور وہ نہتا ہو گیا اور شکست کھا کر واپس لوٹتے ہوئے گر پڑا اور اسے مار دیا گیا پھر دوسرا یہودی باہر نکلا اور اس نے للکار کر مبارزت طلب کی، تو آل جحشی میں سے ایک

مسلمان نے اس کا مقابلہ کیا اور حبشی مارا گیا، اور یہودی اپنی جگہ پر کھڑا ہو کر مبارزت طلب کرتا رہا اس کے مقابلہ میں حضرت ابو دجانہؓ نکلے آپ نے خود کے اوپر ایک سُرخ پٹی باندھی ہوئی تھی اور آپ کی چال میں ایک ناز و ادا پایا جاتا تھا، حضرت ابو دجانہؓ نے جلدی سے اس پر حملہ کر کے اس کی ٹانگ کاٹ دی پھر اُسے مار دیا اور اس کا سامان اور زرہ اور تلوار لیکر حضرت رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے حضرت ابو دجانہؓ کو وہ چیزیں عطیہ کے طور پر عنایت فرما دیں، اس کے بعد یہودی، مبارزت سے کنارہ کشی کرنے لگے تو مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور قلعہ پر حملہ کر کے اس میں داخل ہو گئے ان کے آگے آگے حضرت ابو دجانہؓ تھے قلعہ میں انہوں نے بڑا مال و متاع، بکریاں اور غلّہ پایا، اور وہاں سے تمام جانباز بھاگ گئے اور ہرنوں کی طرح دیواروں پر چڑھ گئے اور الشق کے قلعہ النزار میں چلے گئے، النطاۃ کی چوٹیوں میں جو لوگ باقی رہ گئے تھے، انہوں نے قلعہ النزار میں آکر اس کے دروازے بند کر لئے اور اچھی طرح محفوظ ہو گئے،

قلعہ النزار کی فتح، قلعہ النزار، الشق کے قلعوں میں سے دوسرا قلعہ تھا اور خیبر کی پہلی قسم کا پانچواں اور آخری قلعہ تھا، جس میں یہودیوں نے قلعہ بند رہ کر تمام قلعوں سے بڑھ کر دفاعی جنگ لڑی جیسا کہ اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے،

خیبر کا مضبوط ترین قلعہ، یہودیوں کی آخری امید، قلعہ النزار سے وابستہ تھی، کیونکہ وہ علی الاطلاق خیبر کے تمام قلعوں سے مضبوط تر تھا اس لئے النطاۃ اور الشق میں شکست کھانے والے یہودیوں کے سالار، بلکہ خیبر کے نصف ثانی یہودی بھی (یعنی ابی الحقیق کے بیٹوں کی پارٹی جو بنی نضیر میں سے تھے) یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ مسلمانوں کی فوج اس قلعہ کی مضبوطی اور اس کی قلعہ بندیوں کی قوت کی وجہ سے اس میں داخل ہونے سے عاجز رہے گی،

قلعہ النزار میں عورتیں اور بچے، النطاۃ اور الشق کے جن چاروں قلعوں میں یہودیوں نے مسلمانوں سے جنگ کی وہ ان چاروں قلعوں میں عورتوں اور بچوں کو اپنے ساتھ رہنے کی اجازت نہ دیتے تھے،

انہوں نے ان قلعوں کو جنگی علاقہ قرار دیا ہوا تھا، اور جنگ نہ لڑنے والوں کو ان میں رہنا ممنوع تھا اور یہ اس خوف کی بنا پر تھا کہ عورتیں اور بچے مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی بن جائیں مگر یہودی لیڈر (باوجود ان چاروں قلعوں کی مضبوطی کے) اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ یہ قلعے مسلمانوں کے حملوں کے سامنے لمبا عرصہ تک ٹھہر سکیں گے، اس لئے انہوں نے انہیں صرف جانبازوں کے لئے خالی کروالیا اور عورتوں اور بچوں کو وہاں سے نکال دیا، لہٰذا جب مسلمانوں نے ان چاروں قلعوں پر قبضہ کیا تو کوئی عورت اور بچہ مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگا، لیکن قلعہ النزار کی مضبوطی اور قوت پر بڑے اعتماد اور اس یقین کی وجہ سے کہ اسلامی فوجیں اس قلعہ کو فتح کرنے سے عاجز آجائیں گی اور فتح کے بغیر طویل عرصہ کے محاصرہ سے اکتا جائیں گی اور جس راستے آئی ہیں اُسی راستے واپس چلی جائیں گی یا یہودیوں کے ساتھ مذاکرات پر مجبور ہو جائیں گی اور چونکہ وہ طاقت ور پوزیشن میں ہوں گے اس لئے وہ مسلمانوں کے ساتھ صلح کے وقت اعلیٰ شرائط کو اپنے حق میں کریں گے........ انہوں نے قلعہ النزار کو، اپنے بہترین جانبازوں سے بھر دیا، پھر اس میں عورتوں اور بچوں کو بھی اکٹھا کر دیا اور وہ کوئی دو ہزار کے قریب تھے پھر وہ بڑی مضبوطی سے قلعہ بند ہو گئے اور نڈر ہو کر قلعہ کا دفاع کرنے لگے کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس قلعے کے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو جانے سے یہودی مقاومت کا کلی طور پر خاتمہ ہو جائے گا اور وہ خیبر کے نصف ثانی کے دفاع کی قدرت نہیں رکھ سکیں گے کیونکہ وہاں کے رہنے والوں کی شجاعت بہادری اور جنگ میں استقلال، الشق اور النطاة کے یہودیوں جیسا نہیں، اس بات کو خیبر کے نصف ثانی کے یہودی لیڈر اور سالار بھی اچھی طرح سمجھتے تھے ان کے ایک لیڈر کنانہ بن ابی الحقیق نضری نے (جب النطاة اور الشق کا آخری قلعہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا) کہا، محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) النطاة سے فارغ ہو گئے ہیں اور یہاں کوئی ان سے جنگ کرنے والا نہیں رہا، جس وقت اہل نطاة قتل ہوئے تھے یہودی اسی وقت قتل ہو گئے تھے،

قلعہ النزار کا محاصرہ

ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں بیان کرتے ہیں کہ قلعہ اُبی سے تمام جانباز بھاگ گئے اور گوہ کی طرح دیواروں پر چڑھ گئے اور الشق کے قلعہ النزار میں جا کر اچھی طرح قلعہ بند ہو گئے، قلعہ النزار کے رہنے والے، الشق کے رہنے والوں سے زیادہ جنگ باز تھے،

قلعہ النزار کے سوا، الشق کے تمام قلعوں کا خالی ہو جانا

الشق کے علاقہ میں بہت سے قلعے تھے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں نے اُن سب کو خالی کر دیا تھا اور سب کے سب قلعہ النزار کی مضبوطی کی وجہ سے اس میں اکٹھے ہو گئے تھے، پھر قلعہ النزار کی فتح کے بعد یہ قلعہ الکتیبہ کی طرف بھاگ گئے جو خیبر کے نصف ثانی میں واقع ہے،

قلعہ النزار پر حملہ

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے قلعہ اُبی کے سقوط کے بعد، شکست خوردہ مدافعین قلعہ النزار میں آگئے تھے، مسلمانوں نے ان پر حملہ کرنے میں جلدی کی اور انہیں آرام کرنے کی فرصت ہی نہ دی بلکہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ان کا گھیراؤ کر لیا اور ان پر سختی سے دباؤ ڈالنے لگے تاکہ وہ اطاعت اختیار کر لیں،

یہودیوں کی سخت مقاومت

لیکن یہودیوں نے مسلمانوں کا سخت مقابلہ کیا اور باوجود شدید مقابلہ کرنے کے وہ قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور نہیں ہوئے اور نہ ہی انہوں نے مبارزت طلب کی جیسا کہ النطاۃ اور الشق میں قلعہ ناعم، قلعہ الصعب، قلعہ الزبیر اور قلعہ اُبی کے محاصرہ کے وقت کی تھی۔ یہود نے جو کچھ کیا وہ یہ تھا کہ انہوں نے قلعہ النزار کے بُرجوں اور پہرے کی جگہوں کو جانبازوں سے بھر دیا (خصوصاً تیر اندازوں سے) اور قلعہ میں پناہ لیکر مسلمانوں پر تیروں کی بارش کرنے لگے وہ بڑے ماہر تیر انداز تھے اور مسلمانوں کو قلعے کی فصیلوں سے ہٹانے کے لئے، اس کی چوٹیوں سے ان پر پتھر پھینکنے لگے،

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہودیوں کے تیروں سے زخمی ہونا

یہودیوں کے جواب میں مسلمان بھی ان پر ویسی ہی تیر اندازی کر رہے تھے، مگر یہودیوں کے تیر مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا رہے تھے، کیوں کہ یہودی انہیں قلعہ کے بُرجوں سے مارتے تھے اور مسلمان اس قلعے کے نیچے پڑاؤ کئے ہوئے

تھے ، رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی مُسلمانوں کے ساتھ، یہودیوں پر تیر اندازی کر رہے تھے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کا نشانہ خاص طور پر وہ جگہ تھی جہاں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑاؤ کئے ہوئے تھے کیوں کہ وہاں پے بے پناہ تیر پڑ رہے تھے اس لئے آپ کسی یہودی کا تیر لگنے سے زخمی ہو گئے اور یہود کے خلاف کارروائی کرنے کے دوران ان کے تیر لگنے سے آپ کے کپڑے پھٹ گئے ،

قلعہ پر منجنیق نصب کرنا

مؤرخین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ النزار کے یہودی لمبا عرصہ تک ڈٹے رہے اور انہوں نے جیش نبوی کی پیادہ فوج کی ان تمام کوششوں کو جو انہوں نے قلعہ میں داخل ہونے اور اُسے بزور قوت فتح کرنے کے لئے کیں روک دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ النزار بڑا مضبوط تھا اور اس تک پہنچنا بڑا دشوار تھا کیونکہ وہ پہاڑ کی بلند چوٹی پر واقع تھا پھر اس میں بے شمار جانباز تھے جو بڑے چوکس اور سخت مقابلہ کرنے والے تھے اس بات سے مسلمان اکتا گئے کیونکہ لمبا عرصہ تک محاصرہ کرنے کے باوجود اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تھا اس لئے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ قلعہ کے برجوں اور فصیلوں کو تباہ کرنے اور بڑی بڑی چٹانوں کو راہ سے ہٹانے کے لئے تباہ کن آلات استعمال کئے جائیں ، تاکہ اسلامی پیادہ فوج قلعہ میں اس راستے سے داخل ہو جائے ، قلعہ پر حملہ کرنے کے لئے گھوڑوں کے لئے کوئی راستہ نہ تھا اس لئے مسلمانوں کے حملے صرف پیادہ فوج پر ہی منحصر تھے ،

مسلمانوں نے النطاۃ کے قلعہ الصعب سے کچھ منجنیقیں بھی حاصل کی تھیں یہ وہ واحد ہتھیار تھا جسے اس زمانے میں قلعوں کے تباہ کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا نیز انہوں نے بعض ٹینک بھی حاصل کئے تھے جن کے لوہے کے گولے پیدل فوج کو ، قلعوں پر حملہ کے وقت دشمن کے تیروں سے بچاتے تھے ، جب اسلامی فوجوں کے لئے قلعہ النزار میں داخل ہونا مشکل ہو گیا تو رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قلعے کو تباہ کرنے اور یہودیوں کو اطاعت اختیار کرنے یا بھاگ جانے پر مجبور کرنے کے لئے منجنیق نصب کرنے کا حکم دیا ، مگر کسی مؤرخ نے یہ بیان نہیں کیا کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قلعہ پر منجنیق سے کوئی گولہ پھینکا تھا یا نہیں ؟ لیکن قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے گولے پھینکے تھے ، منجنیق کے نصب کرنے کے بعد ،

مُسلمان قلعہ النزار میں داخل ہو گئے جب منجنیق کے گولوں نے قلعے کی فصیلوں میں راستے بنا دیئے تو بلاشبہ مُسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان قلعہ کے اندر سخت جنگ ہوئی اور آتشی گولوں نے اس میں آگ لگا دی جس سے مُسلمان قلعے میں داخل ہو گئے، اس قلعے میں یہودیوں کے بُری طرح شکست کھانے کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے مُسلمانوں کے لئے بہت سی غنیمتیں چھوڑیں جن میں دُو ہزار قیدی عورتیں اور بچے بھی تھے اور یہودیوں کے بقیہ جانباز خوفزدہ ہو کر انہیں قلعہ النزار میں چھوڑ گئے تھے .... بلاشبہ جس چیز نے مسلمانوں کے لئے اس مضبوط قلعہ کو فتح کرنا آسان بنایا وہ منجنیق سے گولے برسانا تھا جس کے نصب کرنے کے متعلق رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا ورنہ اس مضبوط قلعہ میں یہودیوں پر تباہ کن شکست کیسے نازل ہو سکتی تھی، جس نے انہیں اس حال میں کر دیا کہ وہ خوفزدہ ہو کر، خیبر شہر کے نصف ثانی میں بھاگ گئے اور بچوں اور عورتوں کو مسلمانوں کے قبضہ میں چھوڑ گئے! .... انہیں یہ شکست کیسے ہُوئی جبکہ یہ لوگ محاصرہ کے سامنے ڈٹ گئے تھے اور انہوں نے مُسلمانوں کی تمام حملہ آوری کوششوں کو روک دیا تھا، یہاں تک کہ مُسلمان زچ ہو گئے اور اس قلعے کے گرد لمبا عرصہ تک محاصرہ کرنے سے اُکتا گئے، ایک اور اعتبار سے جس بات نے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ان تباہ کن آلات کے نصب کرنے کا حکم دینے پہ آمادہ کیا، وہ یہ تھی کہ یہ طاقتور ترین ہتھیار تھا جسے اس قلعہ میں یہودیوں کے خلاف استعمال کیا جا سکتا تھا تاکہ وہ مُسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ پر مجبور ہو جائیں جس سے وہ کنارہ کش رہنا چاہتے تھے ایک اور قرینے سے بھی پتہ چلتا ہے کہ قلعہ النزار کے یہودی، قلعہ کے اندر سخت لڑائی کے بعد بھاگے تھے اگر وہ مُسلمانوں کے ساتھ گتھم گتھا ہوئے بغیر اس قلعے سے بھاگتے تو وہ رات کی تاریکی میں عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر کھسک جاتے جبکہ وہ اس قلعہ میں دُو ہزار سے بھی زیادہ عورتوں اور بچوں کو چھوڑ گئے تھے،

ایک وضاحت طلب واقعہ

بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب یہودیوں نے مُسلمانوں کے محاصرے کا لمبے عرصے تک مُقابلہ کیا اور محاصرے کی کارروائی کی قیادت کرتے ہوئے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اُنگلی اُن کے تیروں سے زخمی ہو گئی اور قلعہ النزار کے یہودی تیر اندازی

کر رہے تھے تو آپؐ نے اپنے بابرکت ہاتھ میں سنگریزوں کی ایک مُٹھی لی اور اُسے قلعہ النزار کی طرف پھینکا تو قلعے پر ایک لرزہ طاری ہوگیا اور وہ یہودیوں سمیت زمین میں دھنس گیا یہاں تک کہ مسلمانوں نے آکر انہیں ہاتھوں سے پکڑ لیا، اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہودیوں نے قلعہ النزار کا بڑی بے جگری سے دفاع کیا جس کی وجہ سے مسلمان جنگ کے روایتی طریقوں کے مطابق قلعہ میں داخل نہ ہو سکے، اس لحاظ سے یہ قلعہ ایک معجزہ کے ذریعہ فتح ہوا یعنی وہ زمین میں دھنس گیا یہاں تک کہ اُسے آنکھ سے دیکھا جا سکتا تھا، اور رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کف بھر سنگریزے پھینکنے کے بعد، مسلمانوں کے لئے اس قلعہ میں موجود یہودیوں کو پکڑنا آسان ہوگیا،

ہم اس حدیث کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں، نہ اس وجہ سے کہ ہم اُن معجزات کے منکر ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو مشرف فرمایا ہے، انبیاء کے معجزات تو تواتر سے ثابت ہیں، ہم نے اس بات کے قبول کرنے سے صرف اس لئے انکار کیا ہے کہ جن لوگوں نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے، انہوں نے اہل حدیث کے مقررہ طریق کے مطابق ثقات کے سلسلہ کی کوئی متصل سند بیان نہیں کی، خصوصاً اس قسم کے خارقِ عادت معجزہ کے نقل کرنے میں جیسی سند کی ضرورت ہوتی ہے وہ بیان نہیں کی بلکہ ان مؤرخین نے بغیر کسی سند کے اس واقعہ کو بیان کرنے پر ہی اکتفا ہے،

قلعہ النزار آخری قلعہ تھا جس میں جنگ ہُوئی

واقدی بیان کرتا ہے کہ جب رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قلعہ النزار کو فتح کیا تو الشق میں کچھ قلعے باقی رہ گئے وہاں کے مکین بھاگ کر اہلِ کتیبہ، وطیح اور سلالم کی طرف چلے گئے، محمد بن سلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قلعہ النزار کی طرف دیکھ کر فرمایا یہ خیبر کا آخری قلعہ ہے جس میں لڑائی ہوئی ہے، جب ہم نے اس قلعہ کو فتح کیا تو آپؐ کے خیبر سے چلے جانے تک کوئی لڑائی نہیں ہوئی،

صفیہ یہودیہ کیسے اُم المومنین بنی

جو قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے اُن میں بنی نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی

بیٹی صفیہ بھی تھی، حیی، رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا شدید دشمن تھا اور صفیہ، خیبر کے سردار کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوی تھی اس سے پہلے صفیہ، سلام بن مشکم نضری کی بیوی تھی، صاحب سیرۃ حلبیہ کے بیان کے مطابق اس نے اسے دخول سے پہلے ہی طلاق دے دی تھی،

صفیہ کی گود میں ماہتاب

صفیہ جن دنوں کنانہ کی بیوی تھی، اس نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا چاند اس کی گود میں آپڑا ہے، جب اس نے اپنا خواب اپنے خاوند کے پاس بیان کیا جو خیبر کا بادشاہ تھا تو اس نے غضبناک ہوکر صفیہ کے چہرے پر زور سے تھپڑ مارا جس سے اس کی آنکھ سبز ہو گئی، پھر اسے کہنے لگا کیا تو اس بات کی متمنی ہے کہ یثرب کا بادشاہ (یعنی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم) تیرا خاوند ہو،

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صفیہ سے کیسے شادی کی

اگرچہ مورخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ صفیہ جملہ قیدیوں کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھ آئی تھی لیکن انہوں نے قیدیوں کے ساتھ اس کے قیدی بننے کے طریق کے متعلق اختلاف کیا ہے .... ابن ہشام بیان کرتا ہے کہ صفیہ کو قلعہ القموص سے پکڑا گیا تھا جو اس کے خاوند، کنانہ، کا قلعہ تھا اور جو خیبر کی دُوسری نصف میں واقع ہے، مگر واقدی کا بیان ہے کہ صفیہ قلعہ النزار سے مسلمانوں کے ہاتھ آئی تھی جو خیبر کے نصف اول میں واقع ہے جہاں ابوالحقیق کے قلعوں کی کوئی چیز موجود نہیں، اس کے سبب کا ذکر کرتے ہوئے وہ بیان کرتا ہے کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی بکر نے بیان کیا کہ میں نے جعفر بن محمود سے کہا کہ صفیہ، قلعہ النزار میں کیسے چلی گئی جو الشق میں واقع ہے اور ابی الحقیق کی آل کا قلعہ سلالم میں ہے (یعنی دوسری قسم میں) اور قلعہ النزار کے سوا، النطاۃ اور الشق کے قلعوں میں سے کسی مرد یا عورت کو بھی قیدی نہیں بنایا گیا تو اس نے جواب دیا کہ خیبر کے یہودیوں نے عورتوں اور بچوں کو الکتیبہ میں بھیج دیا تھا اور النطاۃ کے قلعوں کو جانبازوں کے لیے خالی کر دیا تھا، پس ان میں سے قلعہ النزار کے سوا، کسی کو قیدی نہیں بنایا گیا، صفیہ اور اس کی عمزاد بہن اور دیگر عورتیں ان کے ساتھ تھیں .... کنانہ نے دیکھا کہ قلعہ النزار زیادہ مضبوط ہے

تو اس نے اُسے اس رات، جس کی صبح کو رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم الشق کی طرف منتقل ہوئے اُسے وہاں سے نکالا، یہاں تک کہ وہ اور اس کی عم زاد بہن اور ان دونوں کے ساتھ جو یہودی بچے تھے قید ہو گئے اور الکتیبہ میں یہودیوں کی عورتیں اور بچے دو ہزار سے بھی زیادہ تھے،

اور ایک دوسری جگہ واقدی نے خود صفیہ سے روایت بیان کی ہے وہ کہتی ہے کہ یہودیوں نے اپنے بچوں کو الکتیبہ میں رکھا اور النطاۃ کے قلعوں کو جانبازوں کے لئے خالی کروا دیا، جب رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر آئے اور آپ نے النطاۃ کے قلعوں کو فتح کیا تو کنانہ نے مجھے آکر کہا کہ محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) النطاۃ سے فارغ ہو گئے ہیں اب یہاں اُن سے لڑنے والا کوئی نہیں، جب اہل نطاۃ قتل ہوئے تھے یہودی اسی روز ہی قتل ہو گئے تھے، عربوں نے ہم سے جھوٹ بولا (یعنی غطفانیوں نے جنہوں نے یہودیوں کا ساتھ چھوڑ دیا تھا) پس وہ مجھے الشق کے قلعہ النزار میں لے آیا ——— اور اس نے کہا کہ یہ ہمارا سب سے مضبوط قلعہ ہے ——— پھر وہ چلا گیا اور میرے پاس میری عم زاد بہن اور عورتوں کو لے آیا پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الکتیبہ میں پہنچنے سے قبل ہی مجھے النزار میں قیدی بنا لیا گیا،

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صفیہ کو اِسلام قبول کرنے اور اپنے اہل کی طرف واپس جانیکے درمیان اختیار دینا

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق، صفیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت دحیہ کلبی کے حصے میں آئیں، ایک آدمی نے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر صفیہ کا حال بیان کیا اور کہا آپ نے، قریظہ اور نضیر کی سیدہ صفیہ کو، دحیہ کو عطا فرمایا ہے وہ صرف آپؐ نے فرمایا اُسے بلالاؤ جب آپؐ نے اُسے دیکھا تو دحیہ سے فرمایا، اس کے سوا قیدیوں میں سے کسی اور لڑکی کو لے لو، اس نے تعمیل حکم کی، رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے اپنے لئے پسند فرما لیا اور اُسے آزاد کرنے کے بعد اُس سے شادی کر لی، اس اختیاری شادی سے صفیہ بنت حیی بن اخطب امہات المومنین میں سے بن گئی جو حضرت عائشہ بنت ابی بکر الصدیق اور حضرت حفصہ بنت عمر بن

الخطاب اور تمام ازواج النبی کے ساتھ برابر کے حقوق رکھتی تھی،

ایک خبیث تہمت کی تردید

اس جگہ ایک نقطہ کی وضاحت کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ دحیہ کلبی سے صفیہ کو واپس لینے اور اسے اپنی بیوی بنانے کے لئے منتخب کر لینے کی وجہ سے بعض بیمار دل لوگوں (خصوصاً یہودیوں وغیرہ) نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ تہمت تراشی ہے کہ آپؐ نے صفیہ کو جسمانی رغبت کے پیش نظر واپس لیکر اس سے شادی کی تھی جبکہ واقعہ کے سیاق سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جس جذبہ کے تحت صفیہ کو اپنی بیوی بنایا وہ اس سے کہیں اعلیٰ اور بالا ہے اور وہ یہ ہے کہ صفیہ ایک بادشاہ کی بیٹی تھی اور ایک بادشاہ کی بیوی تھی اور اس قسم کی عورت کو دوسرے قیدیوں کی طرح ہبہ نہیں کیا جاتا، اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دحیہ سے اُسے واپس لے لیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ایک شریف انسانی جذبہ کے تحت ایسا کیا جس سے اس عظیم سیدہ عورت کی اپنی قوم میں عزت قائم ہوئی اور یہ اسلامی اصول کے مطابق ہے (کہ ذلیل قوم کے صاحب عزت کا اکرام کرو) اور اس کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی عزت اور دلجوئی کی بات نہ تھی کہ وہ ایک عام آدمی کی مملوکہ ہونے کی بجائے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہو،

صفیہ کو، دحیہ کلبی سے واپس لینے کا باعث جسمانی رغبت نہیں جیسا کہ بعض بیمار دل لوگوں کا دعوٰے ہے بلکہ اس بات کا باعث اس سے کہیں اعلیٰ اور بالا ہے وہ یہ کہ چونکہ یہ عورت اپنی قوم کی سردار اور بڑے اعزاز و اکرام کی حامل تھی اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ ہمدردی کے طور پر ایسا کیا .... اور اس کی سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ آپؐ نے صفیہ کو واپس لے کر آزاد کر دیا اور آزاد کرنے کے بعد اُسے اختیار دیا کہ وہ چاہے تو اپنے اہل (یہودیوں) کے پاس چلی جائے اور چاہے تو اسلام قبول کرے اور اپنی مرضی سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی رہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور اس نے اپنی مرضی سے یہودیت کو چھوڑ دیا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے شادی کر لی، حضرت صفیہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس

آئی، اُن سے بڑھ کر مجھے کسی سے نفرت نہیں تھی، انہوں نے میرے باپ، میرے خاوند اور میری قوم کو قتل کیا تھا، آپؐ نے فرمایا، صفیہ، میں نے جو کچھ تیری قوم کے ساتھ کیا ہے اس کی تجھ سے معذرت چاہتا ہوں تیری قوم نے یہ یہ کام کئے تھے (اور آپؐ ان اسباب کو بیان کرنے لگے جن کی وجہ سے آپؐ نے ان سے یہ سلوک کیا) حضرت صفیہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپؐ مجھ سے مسلسل معذرت کرتے رہے یہاں تک کہ میرے دل سے نفرت جاتی رہی ابھی میں اپنی جگہ سے اُٹھی بھی نہیں تھی کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مجھے کوئی آدمی محبوب نہ تھا، پھر وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اچھے اخلاق والا کبھی نہیں دیکھا، اگر دحیہ کلبی سے صفیہ کو واپس لینے کا باعث، شریف انسانی جذبہ نہ ہوتا تو آپؐ اُسے آزاد کر دینے کے بعد، عزت و احترام کے ساتھ اپنی قوم کی طرف واپس چلے جانے اور اپنے ساتھ شادی کر کے انہیں ام المومنین بننے کے درمیان اختیار نہ دیتے اور اگر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس کو اپنی لونڈی بنا لیتے تو آپؐ ایسا بھی کر سکتے تھے اور اس صورت میں کسی معترض کے لئے اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہتی کیونکہ اس زمانے کے بین الاقوامی قوانینِ جنگ آپؐ کو اس بات کی اجازت دیتے تھے کہ آپؐ صفیہ کے ساتھ غلاموں کی طرح سلوک کرتے اور اس کی رضامندی کے بغیر اُسے اپنی لونڈی بنا لیتے کیونکہ وہ جنگی قیدی تھی جو اس دور کے بین الاقوامی جنگی قانون کے مطابق مملوکہ سمجھی جاتی تھی، لیکن رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم سیدہ عورت کی تکریم کی خاطر اُسے تمام قیدیوں کے درمیان مطلق آزادی دی، کہ وہ دو راستوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرے، خواہ یہودیت پر قائم رہ کر اپنے خاندان کی طرف واپس چلی جائے اور خواہ اسلام میں داخل ہو جائے تاکہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی بن جائے اور اس کے اور دخترِ ابی بکر کے درمیان حقوق و واجبات میں کوئی فرق نہ ہوگا تو صفیہؓ نے اپنی مرضی سے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کرنے کو پسند کر لیا، رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس سیدہ کا بے حد اکرام کرتے تھے اور اس کے حساس اور تیز فہم ہونے کی وجہ سے اس کے جذبات و احساسات کا خیال رکھتے تھے کیونکہ وہ اپنی قوم میں ایک معزز عورت تھی جو اپنے والد اور خاوند کو کھو چکی تھی، (جو دونوں اپنی قوم کے بادشاہ تھے)

حضرت صفیہؓ اس شریفانہ اور ہمدردانہ سلوک کے متعلق جو ایک شریف ترین دل سے

پھوٹا تھا، خود بیان کرتی ہیں کہ میں رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے ملتی تو وہ مجھ پر فخر کا اظہار کرتیں اور کہتیں اے یہودی کی بیٹی، اور میں رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتی تو وہ میری بڑی عزت کرتے اور مجھ سے ملاطفت سے پیش آتے، ایک دن آپؐ میرے پاس آئے تو میں رو رہی تھی آپؐ نے دریافت فرمایا، تجھے کیا تکلیف ہے میں نے جواب دیا کہ آپؐ کی بیویاں مجھ پر اظہارِ فخر کرتی ہیں اور مجھے یہودی کی بیٹی کہتی ہیں، حضرت صفیہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت غصہ آیا پھر آپؐ نے فرمایا، جب تجھے وہ یہ بات کہیں یا تجھ پر فخر کا اظہار کریں تو انہیں کہنا، کہ ہارونؑ میرا باپ ہے اور موسیٰؑ میرا چچا ہے،

سمط النجوم العوالی کے مؤلف نے اس کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۱۶۰ پر ان بواعث کے علاوہ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ایک اور باعث کا بھی ذکر کیا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ صفیہ بنت حیی بن اخطب، بادشاہ کی بیٹی اور یہود کے ایک بادشاہ کی بیوی تھی وُہ اُن صحابہ میں سے کسی کو بھی نہیں دی جا سکتی تھی جو دحیہ جیسے یا اُس سے بڑھ کر تھے کیونکہ ایسے صحابہ تو بکثرت تھے اور قیدیوں میں، صفیہؓ کی مانند نفیس کوئی نہ تھا، اگر آپؐ کسی صحابی کو صفیہؓ کے لئے مخصوص کر دیتے تو ممکن تھا کہ بعض کے دلوں میں کبیدگی پیدا ہو جاتی اس لئے مصلحت عامہ کے پیش نظر، دحیہ سے اس کا واپس لینا ضروری تھا کیوں کہ یہ سب کی رضامندی کی بات تھی،

ذلیل قوم کے صاحبِ عزت آدمی کا اکرام کرو

پھر جب ہم انصاف سے دیکھتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس صاحبِ عزت کا اکرام کرنا (خصوصاً عورتوں کا) جو عزیز ہونے کے بعد ذلیل ہو گیا ہو اور بلندی کے بعد پستی میں آ گیا ہو اسلام کا خاص خلق ہے جس پر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بعد خلفائے راشدین اور ائمہ اور حکام نے عمل کیا ہے اور شاید یہ سب سے نمایاں خلق ہے جو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں آپؐ کے بعد مسلمان فاتحین کے دلوں میں رچ بس گیا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے (حضرت علیؓ کے مشورہ کے مطابق) کسریٰ کی ان تین بیٹیوں سے بھی یہی سلوک کیا جو اس جیش اسلامی کے ہاتھوں قید ہوئی تھیں جس نے ابن خطابؓ کے

عہد میں ایران کو فتح کیا تھا، موٴرخین نے بیان کیا ہے کہ مملکتِ فارس پر جیش اسلامی کے قبضہ کے بعد، مدینہ میں بہت سی ایرانی بیٹیوں کو لایا گیا جن میں یزدگردِ کسریٰ کی بھی تین بیٹیاں تھیں، حضرت فاروق رضؓ نے حکم دیا کہ انہیں بھی جملہ قیدیوں کے ساتھ فروخت کر دیا جائے مگر حضرت علی رضؓ نے ان کی توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ ان کے ساتھ خاص سلوک ہونا چاہیئے کیونکہ یہ بادشاہ کی بیٹیاں ہیں، حضرت علی رضؓ نے فرمایا بادشاہوں کی بیٹیوں کے ساتھ عام لوگوں کی عورتوں کا سا معاملہ نہیں ہونا چاہیئے، جب حضرت عمر فاروق رضؓ نے ان سے مشورہ طلب کیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے تو انہوں نے جواب دیا کہ ان کی قیمت ڈالی جائے اور جو ان کی قیمت ادا کرے وہ انہیں لے جائے تو حضرت عمر فاروق رضؓ نے حضرت علی رضؓ کی رائے کو درست خیال کیا، پس ان کی قیمت ڈالی گئی تو حضرت علی رضؓ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا اور ان میں سے ایک کی شادی حضرت حسین رضؓ سے، دوسری کی حضرت محمد بن ابی بکر سے اور تیسری کی حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے کر دی یہ سب کچھ ان کی تکریم اور دلجوئی کے لئے کیا گیا، کیونکہ وہ معزز عورتیں تھیں جو شاہانہ عزت کے بعد ذلیل ہو گئی تھیں، اس شادی سے انہیں بڑی سعادت حاصل ہوئی جس نے انہیں ماضی کے ایسے فراموش کرا دیئے، کسریٰ کی لڑکی سے حضرت حسین رضؓ کے ہاں ان کے بیٹے علی رضؓ پیدا ہوئے جن کا لقب زین العابدین ہے، حضرت علی بن حسین رضؓ کے بعد، ہاشمی شجرہ کی تمام شاخوں کو، کسریٰ کی بیٹی نے جنم دیا، یہی وجہ ہے کہ جب ہشام بن عبدالملک اور زید بن علی بن حسین رضؓ کا زید رضؓ کی خلافت کے متعلق جھگڑا ہوا تو ہشام نے انہیں کہا، تم لونڈی کے بیٹے ہو کر خلافت کی اُمید کیسے کرتے ہو، تو حضرت زید رضؓ نے اُسے جواب دیا، لونڈی کے بیٹے کو وہ بات حاصل ہے جو خلافت سے اعلیٰ ہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے لونڈی زادہ ہو کر نبوت کو حاصل کیا تھا، تو ہشام کا منہ بند ہو گیا اور وہ کوئی بات نہ کر سکا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ ہر کام میں شرافت کو مدِنظر رکھتے تھے نیز اس واضح حقیقت کی روشنی میں ان لوگوں کا خبث باطن بھی واضح ہو جاتا ہے جو حضرت صفیہ رضؓ سے حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شادی کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جس سے ان کا مقصد آپؐ کی ذاتِ گرامی پر طعن کرنا ہوتا ہے،

ذرا غور فرمائیے کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود کے بادشاہ کی بیٹی صفیہ کو کیسے آزاد فرمایا اور اُسے اپنے خاندان کے پاس واپس جانے یا اسلام میں داخل ہو کر آپ کی بیوی بن کر رہنے کے درمیان کیسے پوری آزادی عطا فرمائی ، پھر دیکھئے کہ حضرت علیؓ نے ، کسریٰ کی بیٹیوں کی کیسے عزت افزائی کی کہ ان کو آزاد کر کے انہیں اُن لوگوں کے بیٹوں کے ساتھ بیاہ دیا جو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے بلند مرتبہ تھے اور جو سوشیالوجی کے نقطۂ نظر سے ، کسریٰ کی بیٹیوں کی نگاہوں میں بادشاہوں کے بیٹوں کا درجہ رکھتے تھے ، یہ سب کے سب خلفاء کے بیٹے تھے اور کسریٰ کی نقطۂ نظر سے خلفاءُ بادشاہ ہی ہوتے ہیں ،

کیا اسلام ، نبیِ اسلام اور خلفائے اسلام سے کینہ رکھنے والے ان روشن حقائق اور بلند اور شریفانہ مقاصد کو سمجھنے کی کوشش کریں گے ، جنہیں وہ حد سے بڑھے ہوئے ظالمانہ شکوک کے سیاہ پردوں میں چھپانا چاہتے ہیں ،،

فصل چہارم

- خیبر کے نصف ثانی پر مسلمانوں کا حملہ ،
- اس علاقے کے یہودی قلعوں کا محاصرہ ،
- خیبر میں یہودیوں کا آخری بار اطاعت اختیار کرنا ،
- معاہدۂ جلا وطنی ،
- اس بات کی تحقیق، کہ خیبر کا نصف ثانی بزورِ قوت فتح ہوا تھا یا صلح سے ،
- خیبر میں کھیتی باڑی کرنے کے مقابل، یہود کو نصف آمدنی پر رہنے کی اجازت ،
- فتح خیبر کے بعد، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی کوشش ،
- فتح خیبر کے بعد، مہاجرین حبشہ کی واپسی ،
- فدک کے یہودیوں کا، جنگ کے بغیر، مسلمانوں کی اطاعت اختیار کرنا ،
- وادی القریٰ میں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان جنگ ،
- تیماء کے یہودیوں کا مسلمانوں سے مصالحت کرنا اور جزیہ دینا ،
- اہلِ مکّہ کو، خیبر میں مسلمانوں کی فتح کے متعلق کیسے اطلاع ملی ،
- معرکۂ خیبر میں فریقین کے مقتولین ،
- آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی فوج کے ساتھ مدینہ کو واپسی ،

قلعہ البزاۃ کے فتح ہونے سے، خیبر شہر کے نصف اول پر اسلامی فوج کا مکمل قبضہ ہوگیا، یہ اُن پانچ قلعوں میں سے آخری قلعہ تھا، جنہیں یہود نے یکے بعد دیگرے حملہ آور اسلامی فوج کے مقابلہ میں دفاعی لائنیں بنایا ہوا تھا جس کا مقصد خیبر کے تمام علاقے پر قبضہ کرنا تھا تاکہ عرب مسلم علاقے کے اس خطے سے کینے اور دخیل یہودیوں کے وجود کا خاتمہ کر دیا جائے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ یہودیوں نے ان پانچوں قلعوں کے دفاع میں ایسی جنگ کی جس کو انصاف پسند مؤرخ جرائت وشجاعت اور بے خوفی کی جنگ کے بغیر کچھ کہہ نہیں سکتا بلکہ وُہ حملہ آورانہ جنگ تھی، ہمیں معلوم ہے کہ کس طرح یہودی جانباز دل نے قلعے کے دروازے کھول کر مسلمانوں کو تلوار کے ساتھ دعوتِ مبارزت دی بلکہ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ وہ اپنے قلعوں کے دروازے کھول کر، ان قلعوں سے باہر کیسے مسلمانوں سے گتھ جاتے تھے اور ان کے حملوں کو روک دیتے تھے اور انہوں نے کئی بار ان کے حملوں کو ناکام بنا دیا تھا یہاں تک کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم آزردہ خاطر ہوگئے بلکہ ان پانچوں قلعوں سے دفاع کرنے والے یہودیوں کی جرائت اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ انہوں نے ان کے دروازے کھول کر مسلمانوں پر سخت حملے کئے جن سے مسلمان تتر بتر ہوگئے اور وہ انہیں بھگاتے ہوئے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کوارٹر تک لے آئے،

اس سے پتہ چلتا ہے کہ خیبر کے یہودی، جرائت وشجاعت اور جنگ میں ثابت قدمی کے لحاظ سے، یثرب کے یہودیوں سے مختلف تھے، وہ مسلمانوں کے ساتھ کسی بھی معرکہ میں اپنے قلعوں سے باہر ہوکر، خیبر کے یہودیوں کی طرح دُو بدو ہوکر نہیں لڑے، تاریخ گواہی دیتی ہے کہ جب تک میدانِ جنگ میں یہودیوں کے تمام جانباز لیڈر نہیں مارے گئے اس وقت تک خیبر مسلمانوں کے ہاتھوں فتح نہیں ہُوا۔ [1]

---

[1] بعض مورخین نے بیان کیا ہے جن میں ابن ہشام بھی ہے کہ خیبر کے یہودی اصل میں عرب تھے جنہوں نے یہودیت کو اختیار کر لیا تھا، ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مرحب کا خاندان جس کے شہسواروں نے قلعہ ناعم کے دفاع کی ذمہ داری لی تھی اس کا نسب یمن کے حمیر قبیلہ سے ملتا ہے۔

خیبر کے نصف ثانی پر حملہ

خیبر کے نصف اول میں یہودیوں کے ناکام ہونے کے بعد، وہ پورے کا پورا علاقہ اسلامی فوج کے قبضہ میں آگیا اور پانچوں قلعوں پر مسلمانوں کے قبضہ کے بعد، شکست خوردہ یہودی ان قلعوں سے، خیبر کے نصف ثانی میں منتقل ہو گئے اور اس حصے میں اپنے قلعہ بند بھائیوں کے ساتھ شامل ہو گئے، اس علاقے میں بہت سے مضبوط قلعے تھے جن میں سے تین اہم قلعے تھے۔ القموص، الوطیح اور السلالم، خیبر کے نصف ثانی میں قلعہ القموص سب سے مضبوط قلعہ تھا جو ابی الحقیق کے بیٹوں کا تھا جو حیی بن اخطب کے خاندان میں سے تھے پھر بنی نضیر بھی اس میں آگئے جنہیں رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف قتل کی سازش کرنے کی وجہ سے مدینہ سے جلاوطن کر دیا گیا تھا ان لوگوں نے مدینہ میں پُرامن طور پر رہتے ہوئے اور معاہدہ تحالف کی موجودگی کے باوجود یہ سازش کی تھی،

کیا خیبر کا نصف ثانی بزورِ قوت فتح ہوا تھا یا صلح سے

اسلامی مورخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا خیبر کے نصف ثانی پر مسلمانوں نے بزور قوت غلبہ حاصل کیا تھا یا صلح کے ساتھ اور بغیر جنگ کئے حاصل کیا تھا، بعض کا بیان ہے کہ نصف ثانی صلح کے ساتھ فتح ہوا تھا اور نصف اول کے کھو دینے کے بعد، یہودی مقاومت کا خاتمہ ہو گیا تھا، پس انہوں نے کسی قسم کی مقاومت نہیں کی بلکہ مذاکرات کا مطالبہ کرنے میں جلدی کی اور پھر صلح کی اساس پر، حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اختیار کر لی، اسی وجہ سے یہ فریق کہتا ہے کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام خیبر کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم نہیں کیا، آپ نے صرف اس کا نصف حصہ تقسیم کیا، اور دوسرے نصف حصے کو بغیر تقسیم کئے اپنے تصرف میں رکھا تاکہ آپ اُسے بطور فیٔ[1] مسلمانوں کے مفاد کے لئے صرف کر سکیں، یہ حصہ غنیمت میں نہ تھا اور اس کی دلیل وہ روایت ہے، جسے

---

[1] فیٔ، وہ چیز ہے جس پر مسلمان جنگ کی حالت میں بغیر جنگ کرنے کے قابض ہو جائیں اور غنیمت دشمن کے اس مال کو کہتے ہیں جس پر مسلمان جنگ کرنے کے بعد قبضہ کریں۔

یحییٰ بن سعید نے ، بشیر بن یسار سے بیان کیا ہے کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اپنے لئے اور ایک مسلمانوں کے لئے۔

دوسرے فریق کا کہنا ہے کہ خیبر کے دونوں حصے بزور قوت فتح ہوئے تھے اور کوئی بھی حصہ صلح سے فتح نہیں ہُوا اور یہی بات صحیح اور دُرست ہے جس پر جمہور محدثین اور اہل سیر کے کلام سے دلالت ہوتی ہے .... خیبر کے تمام قلعے ہتھیاروں کے بل بوتے پر فتح ہوئے تھے یا تو مسلمان ان میں داخل ہو گئے تھے یا جنگ کر کے داخل ہوئے تھے، ہاں خیبر کے نصف ثانی کے دو قلعے الوطیح اور السلالم، بغیر جنگ کے فتح ہوئے تھے، ان کے رہنے والوں نے شدید محاصرہ اور منجنیق کے گولوں کی تہدید کے بعد، مُسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی تھی، اس اطاعت کے بدلہ میں ان کے خون محفوظ ہو گئے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانے سے معافی دے دی گئی .... اس کی تفصیل آئندہ بیان ہو گی انشاء اللہ، اس قسم کی اطاعت کو، قتال وحصار کے بعد کی اطاعت کی طرح تصوّر کیا جاتا ہے اور یہ اطاعت بزورِ قوت، اطاعت کے حکم کے تحت ہوتی ہے نہ کہ صلح کے، ابو داؤد نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو جنگ کرنے کے بعد، بزورِ قوت فتح کیا تھا اور جنگ کے بعد خیبر کے کچھ لوگ جلاوطن ہو گئے تھے ابن عبدالبر کہتا ہے کہ خیبر کے علاقے کے متعلق یہی بات دُرست ہے یہ فدک کے برخلاف بزور قوت فتح ہوا تھا کیونکہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک کی زمینوں کو ان گھوڑ سواروں اور اُونٹ سواروں میں بطور غنیمت تقسیم کر دیا تھا جنہوں نے اس پر اونٹ یا گھوڑے دوڑائے تھے اور وہ اہلِ حدیبیہ تھے، علماء نے ارضِ خیبر کے تقسیم ہونے میں اختلاف نہیں کیا بلکہ اختلاف اس بات میں ہے کہ کیا جب شہر فتح ہو جائے تو زمین تقسیم ہوتی ہے یا وقف کی جاتی ہے' کوئی کہتے ہیں کہ امام کو تقسیم کرنے کا اختیار ہے جیسے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا اور وقف کرنے کا بھی اختیار ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوادِ عراق میں کیا، حضرت امام شافعی کہتے ہیں کہ تمام زمین تقسیم ہو گی جیسے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں زمین تقسیم کی کیونکہ زمین بھی کفار کے دیگر اموال کی طرح غنیمت ہے اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اتباع میں وقف بنانے کے حق میں نہیں، کیونکہ زمین

باقی غنیمت سے مخصوص ہوتی ہے جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ کی جماعت میں کیا کہ اس کو بعد تک آنیوالے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

مالکؒ نے زید بن اسلم سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ اگر وہ پیچھے آنے والے لوگوں کے لئے نہ چھوڑتے تو جو بستی مسلمان فتح کرتے وہ انہیں اسی طرح حصہ وار تقسیم کرتے جیسے رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو حصہ وار تقسیم کیا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کی زمین حصہ وار تقسیم ہوئی تھی جیسا کہ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے اور جن لوگوں نے کہا ہے کہ خیبر کا بعض علاقہ، صلح سے، اور بعض بزورِ قوت فتح ہوا تھا یہ ایک وہم ہے اور غلط بات ہے دراصل یہ شبہ اس لئے ہوا ہے کہ جن دو قلعوں کے رہنے والوں نے خون کی حفاظت کے بدلہ میں اطاعت اختیار کی تھی ان کے مرد، عورتیں اور بچے مالِ غنیمت نہیں تھے جسے صلح خیال کر لیا گیا ہے اور میری زندگی کی قسم، کہ اس بات کو مردوں، عورتوں اور بچوں میں ایک صلح کی قسم خیال کیا جاتا ہے لیکن انہوں نے اپنی زمین کو، محاصرہ اور جنگ کے ذریعے چھوڑا تھا اور ان دونوں قلعوں کی زمین کا حکم، خیبر کی دوسری زمین کی طرح تھا جو سب کی سب بزورِ قوت فتح ہوئی تھی اور مقسوم غنیمت تھی، جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ خیبر کی نصف زمین صلح سے اور نصف بزورِ قوت فتح ہوئی ہے انہیں یحیےٰ بن سعید کی اس حدیث سے جو اس نے بشیر بن یسار سے روایت کی ہے شبہ ہوا ہے کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو دو حصوں میں تقسیم کیا نصف اپنے لئے رکھا اور نصف مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

ابو عمر (ابن عبدالبر) کہتا ہے کہ اگر یہ بات درست ہوتی تو اس کا مفہوم یہ ہوتا کہ جو نصف حصہ آپؐ کا تھا بقیہ نصف اس کے ساتھ تھا کیونکہ اسے چھتیس[۳۶] حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا ایک حصہ حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہوا اور آپؐ کے صحابہؓ اٹھارہ حصوں میں شامل ہوئے اور دوسرے لوگوں کا حصہ بقیہ حصہ میں پڑا اور وہ سب کے سب وہ لوگ تھے جو حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے اور پھر خیبر میں، اور جن قلعوں کے رہنے والوں نے حصار و قتال کے بعد اطاعت اختیار کی تھی وہ صلح نہ تھی اگر صلح ہوتی تو ان قلعوں میں رہنے

والے ان کے مالک ہوتے، جیسے کفار میں سے صلح کرنے والے اپنی زمینوں اور دیگر اموال کے مالک ہوتے ہیں۔ اس بارے میں حق بات وہی ہے جو ابن اسحاق نے بیان کی ہے اور جو بات موسیٰ بن عقبہ وغیرہ نے ابن شہاب سے بیان کی ہے وہ درست نہیں' یہ ابو عمر کا آخری کلام ہے، ابن قیم کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مالک نے ابن شہاب سے بیان کیا ہے کہ خیبر کا کچھ حصہ بزور قوت فتح ہوا تھا اور کچھ صلح سے، اور الکتیبہ کا اکثر حصہ بزورِ قوت فتح ہوا تھا اور اسی میں صلح ہوئی تھی، مالک بیان کرتا ہے کہ الکتیبہ، خیبر کے زرعی کھیت ہیں جہاں چالیس ہزار کھجوریں تھیں، مالک، زہری سے اور وہ ابن المسیب سے بیان کرتا ہے کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا کچھ حصہ بزورِ قوت فتح کیا تھا ابن کثیر کا بیان ہے کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو دو حصوں میں تقسیم کیا.........
نصف اپنی مصیبتوں کے لئے اور نصف مسلمانوں کے درمیان'....... الشق اور النطاۃ اور ان دونوں کے ساتھ خیبر کے نصف اوّل کا جو علاقہ شامل تھا وہ مسلمانوں کا نصف تھا جسے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تقسیم کر دیا اور الوطیح، السلالم اور الکتیبہ اور اس کا بشمولہ علاقہ خیبر کا نصف ثانی تھا جسے آپ نے تقسیم نہیں فرمایا بلکہ آپ نے اُسے مُسلمانوں کے مصائب اور ان کے عام مصالح کے لئے چھوڑ دیا۔

خیبر کے نصف ثانی کا، جنگ کے بعد اطاعت اختیار کرنا

تمام اصحاب المغازی اور اصحاب السیر کے سیاقِ کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے نصف ثانی کے یہودی قلعہ بند ہو گئے اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور مسلمانوں نے ان کے ساتھ جنگ کی، نصف ثانی کے یہودیوں کی مقاومت اس درجہ پُر عناد اور سخت تھی کہ باوجود نصف ماہ سے زیادہ عرصہ تک سخت محاصرہ رکھنے کے مسلمان ان قلعوں میں داخل ہونے سے عاجز آ گئے، اسی بات نے، رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو، قلعوں کے تباہ کرنے کے لئے منجنیق کے نصب کرنے کا حکم دینے پر آمادہ کیا۔ جب منجنیقیں نصب ہو گئیں تو یہودیوں کو اپنی تباہی کا یقین ہو گیا، انہوں نے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اطاعت کی اساس پر مذاکرات کی درخواست کرتے ہیں پس فریقین کے درمیان اس شرط پر مذاکرات طے پاگئے کہ یہودی اطاعت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس کے بدلہ میں ان کی خونریزی نہ ہو اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی نہ بنایا جائے ہم انشاء اللہ اس بات کو آئندہ مفصل بیان کریں گے کہ یہ اطاعت تھی نہ کہ صلح، کیونکہ یہ اطاعت، سخت محاصرہ اور شدید جنگ کے بعد ہوئی تھی۔

فیصلہ کُن بات

شاید اس فیصلہ کُن قول سے، وہ شبہ دُور ہو جائے جو بعض مورخین کو الکتیبہ کے کھیتوں سے پیدا ہوا ہے کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں تقسیم نہیں کیا بلکہ انہیں مُسلمانوں کے مصالح کے لئے چھوڑ دیا۔ واقدی نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ الکتیبہ کی زمینیں سورۃ انفال کے قانونِ غنائم کے مطابق خمس تھیں جنہیں مسلمانوں کے مصالح کے لئے چھوڑا گیا تھا اس کا مفہوم یہ ہوا کہ خیبر کی قسم ثانی کی زمینیں غیر مقسوم فئ نہیں تھیں بلکہ غنیمت تھیں جن پر خیبر کی دوسری اراضی کی طرح تقسیم کا قانون حاوی تھا۔ واقدی (المغازی جلد ۲ صفحہ ۶۹۲) بیان کرتا ہے کہ مجھ سے قاسم بن موسیٰ نے، ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزام سے بیان کیا، وہ کہتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دورِ خلافت میں مجھے لکھا کہ مجھے الکتیبہ کی زمینوں کے متعلق بتاؤ، ابوبکر بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے دریافت کیا اس نے جواب دیا کہ جب رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوالحقیق کے بیٹوں سے مصالحت کی تو النطاۃ، الشق اور الکتیبہ کے پانچ حصے کئے اور الکتیبہ ان کا ایک حصہ تھا، پھر رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ مینگنیاں رکھیں اور ایک مینگنی کو نشان لگایا اور اُسے اللہ تعالیٰ کا حصہ قرار دیا پھر فرمایا اے اللہ اپنے حصے (یعنی خمس جو مسلمانوں کے مصالح کے لئے خاص تھا) کو الکتیبہ میں بنادے تو سب سے پہلے جو مینگنی قرعہ میں نکلی اس پر الکتیبہ لکھا ہوا تھا تو الکتیبہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا خمس ہوا، دو حصوں پر علامات نہ تھیں اور مُسلمان اٹھارہ حصوں میں شریک تھے، ابوبکر کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں تحریر کر دی۔

اسی طرح واقدی حزام بن سعد بن محیصہ سے بیان کرتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا حصّہ نکل گیا تو الشق اور النطاۃ، خمس کے چوتھے حصّے میں مسلمان شریک تھے، مجھ سے عبداللہ بن عون نے ابی مالک حمیری سے، اس نے سعید بن المسیب سے بیان کیا کہ مجھ سے محمد (ابن عبداللہ) نے زہری سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ الکتیبہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا خُمس تھا، وہ کہتا ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکتیبہ والوں کو کھلاتے تھے اور اس سے اپنے اہل پر بھی خرچ کرتے تھے، ابن واقد کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ ثابت شدہ بات ہے کہ خیبر میں وہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا خمس تھا اس لئے کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے الشق اور النطاۃ میں سے کسی کو نہیں کھلایا اور اُسے مسلمانوں کا حصّہ قرار دیا، الکتیبہ سے تقریباً تین ہزار من کھجوریں آتی تھیں اور یہودیوں کو اس کا نصف ڈیڑھ ہزار من آتی تھیں، الکتیبہ میں جَو کی بھی کاشت ہوتی تھی جن کی آمدنی پندرہ سو صاع ہوتی تھی جن کا نصف رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ملتا تھا بعض دفعہ ایک ہزار صاع گٹھلیاں بھی ہو جاتی تھیں جن کا نصف بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملتا تھا، اس تمام آمدنی سے رسُولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو کھجوریں، جَو اور گٹھلیاں دیا کرتے تھے۔

عفت و پاکیزگی کے اسباق

خیبر کی فتح میں رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو پاکیزگی کے اعلیٰ اسباق دیئے، ان کی پابندی، مجاہد فی سبیل اللہ کی پاکیزگی کے لئے اصل الاصول ہے ان میں نظام کی پابندی کرنے اور اس کے خلاف بغاوت کرنے کا خوف بھی ہے حتیٰ کہ حقیر ترین امور میں بھی نظام کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہیئے، آپ نے غنیمت کی تقسیم سے قبل سپاہی کو تھوڑی یا زیادہ چیز کے لینے سے بڑی سختی سے منع فرمایا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منادی نے اعلان فرمایا کہ خیانت (غنیمت کی تقسیم سے قبل سپاہی کا کسی چیز کو لینا) قیامت کے روز عار اور بے عزتی کا باعث ہوگی، سوئی اور دھاگہ بھی دے دو، واقدی بیان کرتا ہے ان دنوں فردہ بن عمرو (جو غنائم کی فروخت کا ذمہ دار تھا) کچھ سامان فروخت کیا تو ایک پٹی لے کر اپنے سر پر باندھی تا کہ سُورج کی تمازت سے محفوظ ہو جائے اور پھر اُسے باندھے ہوئے گھر واپس آگیا اُسے یاد آیا تو اس نے پٹی کو اُتار کر پھینک دیا، رسُولِ کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو اس کے متعلق پتہ چلا تو آپ نے فرمایا تو نے آگ کی ایک پٹی سے اپنے سر کو باندھا ہے، ان دنوں رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے فی کے متعلق سوال کیا کہ مجھے اس سے کچھ دے دیا جائے آپ نے فرمایا کہ میرے لئے فی سے سوئی اور دھاگہ لینا بھی جائز نہیں، اور نہ میں اس سے کچھ لے سکتا ہوں نہ دے سکتا ہوں، ایک آدمی نے آپ سے اونٹ کے ترانو باندھنے والی رسّی مانگی آپ نے فرمایا غنائم تقسیم ہو لینے دو پھر میں تجھے رسّی دونگا اور خواہ تو رسّہ چاہے وہ بھی دونگا۔

صدق جہاد کے نادر نمونے

خیبر کے معرکہ میں، صدقِ جہاد اور رضائے الٰہی کے لئے جان کو قربان کرنے کے ایسے مثالی نمونے ظہور پذیر ہوئے جو درجۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے جن کے بعد رضائے الٰہی کے لئے فیاضی کا کوئی نمونہ نہیں ہو سکتا۔

نسائی اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لایا اور کہنے لگا میں آپ کے ساتھ ہجرت کرتا ہوں اور اس نے اپنے بعض ساتھیوں کو بھی ہجرت کی وصیت کی، جب جنگِ خیبر ہوئی تو رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے غنائم کو تقسیم کیا تو اس اعرابی کو بھی حصہ دیا اور اس کے ساتھیوں کو بھی، وہ اعرابی ان اونٹوں کو چرایا کرتا تھا جو جنگ کے لئے تیار کئے جاتے تھے، جب اعرابی آیا تو اس کے ساتھیوں نے اُسے اس کا حصہ دیا اس نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ انھوں نے جواب دیا رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حصہ تجھے دیا ہے، وہ اُسے لے کر، آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ یہ کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا یہ تیرا حصہ ہے، اس نے جواب دیا میں نے حصہ لینے کے لئے آپ کا اتباع نہیں کیا میں نے تو حلق میں تیر کھا کر جنت میں داخل ہونے کے لئے آپ کا اتباع کیا ہے آپ نے فرمایا اگر تو نے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی ہے تو وہ تیری تصدیق کرے گا، پھر وہ اُٹھ کر دشمن سے لڑنے کے لئے چلے گئے تو اُسے مقتول کی صورت میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، حضورؐ نے فرمایا یہ وہی شخص ہے، صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا ہاں یہ وہی شخص ہے۔ فرمایا اس نے اللہ کی تصدیق کی، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کر دی پھر رسولِ کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے اُسے اپنے جُبے میں کفن دیا۔ پھر اُسے آگے رکھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھی آپؐ نے اس کے لئے جو دُعائیں کیں ان میں یہ دُعا بھی تھی کہ اے اللہ تیرا یہ بندہ تیرے رستے میں مہاجر بن کر نکلا تھا اور شہید ہو کر مر گیا ہے اور میں اس کا گواہ ہوں۔

جنگ کے دوران رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سیاہ فام آدمی تھا جو آپؐ کی سواری کو پکڑے ہوئے تھا جسے کرکرہ کہتے تھے وہ قتل ہو گیا لوگوں نے کہا کرکرہ شہید ہو گیا ہے تو رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایک چادر چُرانے کی وجہ سے آگ میں جلایا جائے گا ایک آدمی نے عرض کیا میں نے فلاں دن اس اسطرح دو تسمے لئے تھے آپؐ نے فرمایا آگ کے دو تسمے، اسی دن اشجع کا ایک آدمی فوت ہو گیا اس کا ذکر آپؐ کی خدمت میں کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو تو لوگوں کے چہروں کا رنگ متغیر ہو گیا آپؐ نے فرمایا تمہارے ساتھی نے راہِ خُدا میں خیانت کی تھی۔ زید بن خالد الجھنی بیان کرتا ہے کہ ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو ہم نے اس میں یہودیوں کے موتی پائے جو دو درہم کی قیمت کے برابر بھی نہ ہوں گے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت کو یہودیوں کے موتی ملے اور وہ سب آپس میں ساتھی تھے اس حدیث کو بیان کرنے والا کہتا ہے کہ اگر آج تمہارے پاس موتی ہوئے تو وہ دو درہم کے برابر بھی نہ ہوں گے، جب رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم تقسیم سے فارغ ہوئے تو یہ موتی آپؐ کے پاس لائے گئے اور وہ جماعت کہنے لگی یارسُول اللہ، ہم ان موتیوں کو بھول گئے تھے آپؐ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک آدمی قسم کھائے کہ وہ ان موتیوں کو بھول گیا تھا تو سب نے قسم کھائی کہ وہ بھول گئے تھے، تو رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مُردوں والی چارپائی منگوائی اور آپؐ نے پڑاؤ کی جگہ پر ان لوگوں پر چادر ڈالی اور پھر ان پر نماز جنازہ پڑھی، جب رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کسی آدمی کے کجاوے میں مالِ غنیمت میں سے چوری کیا ہوا مال پاتے تو اُسے سزا نہ دیتے اور نہ ہی یہ بات سُننے میں آئی ہے کہ جس آدمی کے کجاوے میں کوئی چیز پائی جائے آپؐ نے اس کے کجاوے کو جلایا ہو ہاں آپؐ اُسے زجر و توبیخ کرتے تھے اور لوگوں کو بھی اس کے متعلق بتاتے تھے۔

غیر موجود لوگوں کو غنیمت میں شامل کرنا

آں حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ آپؐ ان لوگوں کو غنیمت میں شامل نہیں کیا کرتے تھے جو جنگ سے غیر حاضر رہتے تھے لیکن آپؐ نے جنگِ بدر کی غنیمت ان آٹھ آدمیوں کو شامل کیا جو جنگ میں موجود نہ تھے اور خیبر میں بھی آپؐ نے کچھ مسلمانوں کو غنیمت میں شریک کیا جو جنگ میں موجود نہ تھے۔ واقدی بیان کرتا ہے کہ جنگِ خیبر، اہلِ حدیبیہ کی تھی خواہ وہ اس میں موجود تھے یا نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونھا فعجل لکم ھذہ [۱]

اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جو تم حاصل کروگے
پس اس نے خیبر کی غنائم کو تمہیں جلد عطا کر دیا۔

جنگِ خیبر سے کئی آدمی پیچھے رہ گئے تھے (مرّی بن سنان، ایمن بن عبید، سباع بن عرفطۃ الغفاری اور جابر بن عبداللہ وغیرہ) ان میں سے دو آدمی فوت بھی ہو گئے تھے پس رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے رہ جانے والوں اور فوت ہو جانے والوں کا حصہ لگایا اور ان ایلچیوں کا بھی حصہ لگایا جو اہلِ فدک کی طرف آتے جاتے تھے (محیصہ بن مسعود الحارثی وغیرہ) اور تین بیماروں کا بھی حصہ لگایا جو جنگ میں موجود نہ تھے (سوید بن النعمان، عبداللہ بن سعد بن خیثمہ اور بنی خطامہ کے ایک آدمی کا...) اور مسلمانوں کے جو آدمی مارے گئے تھے ان کا بھی حصہ لگایا۔

غنیمت میں دس یہودیوں کو شامل کرنا

مورخین نے بیان کیا ہے کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے دس یہودیوں کے ساتھ جو آپؐ کی فوج میں شامل تھے مل کر خیبر کی جنگ کی، اور غنیمت کی تقسیم کے وقت ان کا حصہ مسلمانوں کی طرح لگایا ان کے ساتھ غلام بھی تھے جن میں عمیر ابواللحم بھی تھا، عمیر کہتا ہے کہ آپؐ نے میرا حصہ نہ

---

[۱] سورۃ الفتح - ۲۰

لگایا اور مجھے تدبی سامان دیا۔

غطفانی یہود کی مدد کرتے ..... لیکن

جیساکہ ہم اس کتاب کی
فصل سوم میں بیان کر
آئے ہیں کہ غطفان کے لیڈر عینیہ بن حصن الغزاری نے حارث بن عوف اور ابی کے مشورہ
کو رد کرتے ہوئے کہا کہ وہ صرف حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف یہود کی مد
کرے گا اور غطفان کی کثیر فوجوں کے ساتھ جلد ان کے پاس آئے گا، اب اس نے تقریبا
چار ہزار جانبازوں کے ساتھ از سر نو خیبر کی طرف مارچ کیا یہ جانباز وہی لوگ تھے جو معرکہ
خیبر کے بپا ہونے سے تھوڑا عرصہ قبل یہ آواز سن کر چلے آئے تھے کہ ان کے گھروں پر
مسلمانوں نے حملہ کر دیا ہے، مگر غطفانی فوجیں، وقت گذر جانے کے بعد خیبر پہنچیں اس
وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام خیبر پر قابض ہو چکے تھے اور یہود میں کوئی ہتھیار
اٹھانے والا باقی نہ رہا تھا کیونکہ ان سب نے مسلمانوں کی اطاعت اختیار کر لی تھی،

غطفان کا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غنیمت کا حصہ طلب کرنا

مگر غطفان کے لیڈر عینیہ بن
حصن الغزاری نے حیا کو خیر باد کہتے
ہوئے رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے
غنائمِ خیبر کا حصہ طلب کیا اس نے آپ
سے کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ
نے میرے حلیفوں سے جو غنیمت حاصل کی ہے وہ مجھے بھی دیجئے، کیونکہ میں نے آپ سے جنگ
نہیں کی اور اپنے حلیفوں کو بھی چھوڑ دیا ہے اور آپ پر حملہ بھی نہیں کیا اور چار ہزار جانبازوں
کو لے کر واپس چلا گیا، رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے ایک
آواز سُنی تھی جس میں یہ تھا کہ اپنے گھر کی طرف چلا جا اس نے کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
مجھے بدلہ دیجئے آپ نے فرمایا تیرے لئے ذوالرقبہ ہے، عینیہ نے پوچھا ذوالرقبہ کیا ہے آپ
نے فرمایا وہ پہاڑ جسے تو نے خواب میں دیکھا تھا کہ تو نے اسے پکڑا ہے عینیہ اپنی فوج کیسا
ابھی خیبر نہیں پہنچا تھا کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ اس نے ذوالرقبہ کو دے دیا ہے ——
(ذوالرقبہ خیبر کا ایک پہاڑ ہے) اس وقت اس نے یہ شگون لیا کہ خدا کی قسم میں محمد صلے اللہ

وسلم کی گردن کو پکڑوں گا۔

عینیہ کا یہود پر حسرت کرنا

واقدی بیان کرتا ہے کہ عینیہ واپس لوٹ گیا اور یہود سے دسیسہ کاری کر کے کہنے لگا میں نے آج کی طرح کبھی کوئی بات نہیں دیکھی، خدا کی قسم، میں تو سمجھ بھی نہیں سکتا کہ تمہارے سوا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی ٹھکانے لگائے گا، عینیہ نے انہیں کہا، قلعہ کے لوگ، سامان اور دولت و ثروت، تم نے اپنے ہاتھوں سے دی (یعنی تم نے اطاعت اختیار کر لی) تم نے ان مضبوط قلعوں میں رہتے ہوئے اور اس کثیر طعام کی موجودگی میں، جس کا کھانے والا کوئی نہیں، اور مسلسل بہنے والے پانی کی موجودگی میں اطاعت قبول کر لی، انہوں نے جواب دیا ہم نے قلعہ الزبیر میں محفوظ ہونا چاہا لیکن ہمارے پانی کی نہر کاٹ دی گئی اور گرمی بھی تھی ہم اس میں زندہ نہ رہ سکتے تھے، اس نے کہا، تم قلعہ ناعم سے شکست کھا کر بھاگے اور قلعہ الزبیر میں آگئے پھر وہ ان سے پوچھنے لگا کہ ان میں سے کون کون آدمی مارا گیا ہے اور وہ اُسے بتانے لگے تو اس نے کہا خدا کی قسم، صاحب نصیب اور خاندانی آدمی مارے گئے ہیں اب ہمیشہ کے لئے حجاز میں یہود کا کوئی نظام قائم نہ ہو گا۔

اس کی یہ باتیں ثعلبہ بن سلام بن ابی الحقیق بھی سن رہا تھا جس کے متعلق لوگ کہتے تھے کہ وہ فاتر العقل ہے اس نے کہا اے عینیہ تو نے ان کے ساتھ دھوکہ کیا اور ان کی مدد نہ کی اور انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لئے چھوڑ دیا اس سے پہلے تو نے بنی قریظہ کے ساتھ بھی ایسا کیا، عینیہ نے جواب دیا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارے ساتھ ایک چال چلی تھی، ہم یہ سن کر اپنے اہل کی طرف چلے گئے ہم نے خیال کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف چلے ہیں لیکن جب ہم نے کسی کو نہ دیکھا تو ہم تمہاری مدد کے لئے واپس آگئے۔ ثعلبہ نے کہا، کون باقی رہ گیا ہے جس کی تو مدد کرے گا؟ جو قتل ہو گئے سو قتل ہو گئے اور جو باقی رہ گئے، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بن گئے انہوں نے ہم کو قیدی بنا لیا اور ہمارے مالوں پر قبضہ کر لیا۔

راوی کہتا ہے کہ ایک آدمی عینیہ سے کہنے لگا نہ تو نے اپنے حلیفوں کی مدد کی اور نہ انہوں نے تجھ پر اپنی مدد کے متعلق اعتبار کیا تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خیبر کے ایک سال کی کھجوریں لے لی ہیں خدا کی قسم میں دیکھتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات غالب ہو کر رہے

گی وہ اپنے دشمنوں پر ضرور غالب آئیں گے تو عینیہ اپنے اہل کی طرف ہاتھ ملتا ہوا چلا گیا جب وہ اپنے گھر پہنچا تو حارث بن حتری نے اس کے پاس آکر کہا، کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تو بے چیدہ ہے، خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مشرق و مغرب کے مابین غالب آئیں گے یہودی ہمیں خود یہ بات بتایا کرتے تھے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ابورافع سلام بن ابی الحقیق کو کہتے سنا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اس لئے حسد کرتے ہیں کہ وہ ہارون سے نکل گئی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور مرسل ہیں، یہودی میری اس بات نہیں مانیں گے ہمارے ان کے ساتھ دو خونریز معرکے ہوں گے ایک یثرب میں اور دوسرا خیبر حارث کہتا ہے کہ میں نے سلام سے پوچھا کہ کیا وہ سب زمین پر چھا جائے گا اس نے جواب اس تورات کی قسم جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی ایسا ہی ہوگا لیکن میں اس بات کو پسند نہ کہ یہود کو یہ پتہ چلے کہ میں نے ان کے بارے میں یہ بات کہی ہے۔

خیبر کے نصف ثانی کے
یہودیوں نے کیسے اطاعت اختیار کی؟

تمام مؤرخین کا کہنا خیبر کے نصف اول جو یہودی جانباز بچ گئے تھے وہ شکست کے بعد، نصف ثانی کے بھائیوں کے ساتھ آکر مل گئے اور ان کے قلعوں میں قلعہ بند ہو وہاں پر کئی قلعے تھے جن میں سے مندرجہ ذیل تین قلعے بڑی اہمیت کے حامل تھے۔

۱۔ القموص۔ ۲۔ السلالم۔ ۳۔ الوطیح۔

اگرچہ مؤرخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ان تین قلعوں میں قلعہ بند ہونے والے یہودیوں نے شدید جنگ اور سخت مقاومت کے بعد، اسلامی فوجوں کی اطاعت قبول اور ان کا محاصرہ چودہ دن سے بھی زیادہ عرصہ تک رہا مگر (جیساکہ ہم نے فصل اول میں ہے) ان میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا مسلمانوں نے ان قلعوں میں سے بزورِ قوت فتح کیا تھا (جیساکہ النطاۃ اور الشق کے قلعوں کو فتح کیا تھا) یا ان تینوں کے رہنے والوں نے اطاعت قبول کرلی تھی، اور انہیں مذاکرات کے ذریعہ، مسلمانوں سپرد کر دیا تھا؟۔

ابن اسحاق کی رائے

امام المغازی ابن اسحاق کی رائے یہ ہے کہ قلعہ القموص کو مسلمانوں نے الشق اور النطاۃ کیطرح بزور قوت فتح کیا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی ابی الحقیق کے قلعے القموص کو فتح کیا تو آپ صفیہ بنت حیی بن اخطب کے ساتھ تشریف لائے حضرت صفیہ کے ساتھ ایک عورت بھی تھی حضرت بلالؓ نے آپ دونوں کو یہود کے مقتولوں کے پاس سے گذارا، جب صفیہ کی ساتھی عورت نے مقتولوں کو دیکھا تو اس نے واویلا کرنا، منہ پر طمانچے مارنا اور اپنے سر پر مٹی ڈالنا شروع کر دیا، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اس کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا اس شیطان عورت کو مجھ سے دور لے جاؤ، پھر حضرت بلالؓ سے فرمایا! اے بلالؓ جب تو دو عورتوں کو ان کے مقتول مردوں کے پاس سے گذر رہا تھا تو کیا اس وقت تجھ سے رحمت سلب کر لی گئی تھی۔ ابن اسحاق کے اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان قلعہ القموص پر یہود کی شدید مقاومت کے بعد قابض ہوئے تھے اور اس مقاومت کے دوران، ان کے بہت سے آدمی مارے گئے تھے، سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۶ پر ہے کہ قلعہ القموص کی فتح کا کام حضرت علی بن ابو طالب کے سپرد کیا گیا تھا، مؤلف سیرۃ حلبیہ کا بیان ہے کہ اسی قلعے سے صفیہ بنت حیی بن اخطب قیدی بنائی گئی تھی جیسا کہ ابن حجر نے بھی بیان کیا ہے اس کی تحقیق پہلے بیان ہو چکی ہے، مؤلف سیرۃ حلبیہ کا قول، ابن اسحاق کے بیان کا مؤید ہے کہ مسلمانوں نے قلعہ القموص کو بزور قوت فتح کیا تھا بقیہ دو قلعوں (الوطیح اور السلالم) کے متعلق ابن اسحاق باقی مؤرخین کے ساتھ متفق ہے کہ ان قلعوں میں پناہ لینے والے یہودیوں نے شدید محاصرے اور ہلاکت کے یقین کے بعد اطاعت اختیار کر لی تھی، ہاں اس موقع پر ایک بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ خیبر کے قلعوں کی فتح کے واقعات کے بیان میں نقص پایا جاتا ہے اس نے فتح خیبر کے بیان کے آغاز میں کہا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم یکے بعد دیگرے قلعوں کو فتح کرتے جاتے تھے اور اموال لیتے جاتے تھے آپ نے سب سے پہلے قلعہ ناعم کو اور اس کے بعد قلعہ القموص کو فتح کیا اس نے قلعہ ناعم کے سوا، النطاۃ اور الشق کے دیگر پانچ قلعوں کا ذکر نہیں کیا، اس کے بیان سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ قلعہ القموص، النطاۃ یا الشق کے قلعوں میں سے ایک قلعہ ہے جو خیبر کے نصف اول میں واقع

ہے، جبکہ جمہور مؤرخین کے نزدیک وہ خیبر کے نصف ثانی میں الکتیبہ میں واقع ہے۔

واقدی کا قول

واقدی (جو مغازی میں ابن اسحاق کا مخالف ہے) اپنی کتاب المغازی میں بیان کرتا ہے کہ جب یہودیوں نے خیبر کا نصف اول کھو دیا تو وہ شکست کھا کر نصف ثانی میں منتقل ہو گئے اور اس حصے کے یہودیوں کے ساتھ ان کے تین قلعوں (الوطیح، السلالم اور القموص) میں قلعہ بند ہو گئے اور مدافعت کے لئے تیار ہو گئے اور قلعوں میں محفوظ ہو کر مقاومت کرنے لگے یہاں تک کہ محاصرے نے ان کو تنگ کر دیا اور انہوں نے اطاعت اختیار کر لی۔ اس جگہ واقدی، ابن اسحاق کے ساتھ اختلاف کرتا ہے۔ ابن اسحاق کہتا ہے کہ قلعہ القموص کو مسلمانوں نے بزور قوت فتح کیا اور دوسرے دو قلعے (الوطیح اور السلالم) مذاکرات کے ذریعہ فتح ہوئے اور واقدی بیان کرتا ہے کہ یہودیوں نے یہ تینوں قلعے مذاکرات کے ذریعے، مسلمانوں کے سپرد کر دیئے تھے اور ان میں کسی قلعے میں بھی مسلمان بزور قوت داخل نہیں ہوئے بلکہ یہ اس رعب کے ذریعے فتح ہوئے تھے جو اللہ تعالیٰ نے چودہ روز محاصرہ کے بعد، یہودیوں کے دل میں ڈال دیا تھا،

واقدی بیان کرتا ہے کہ پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم الکتیبہ، الوطیح اور السلالم کی طرف آئے (ابن ابی الحقیق کا قلعہ جس میں وہ رہائش پذیر تھا) جس میں النطاۃ اور الشق کے تمام شکست خوردہ لوگ آکر قلعہ بند ہو گئے تھے، یہ ایک مضبوط قلعہ تھا اسی طرح وہ الوطیح اور السلالم میں بھی آکر قلعہ بند ہو گئے، وہ قلعوں سے باہر نہ نکلتے اور ان کو بند کئے رکھتے یہاں تک کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان پر منجنیق نصب کرنے کا ارادہ فرمایا، اُن میں سے کوئی مبارزت طلب کرنے والا بھی نہ نکلتا، رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے چودہ روز تک ان کا محاصرہ کئے رکھا جب ان کو ہلاک ہونے کا یقین ہو گیا تو انہوں نے آپؐ سے صلح کی درخواست کی، ابو عبداللہ کہتے ہیں، میں نے ابراہیم بن جعفر سے کہا کہ الکتیبہ میں پانچ سو عربی کمان موجود تھی ـــــ،

راوی بیان کرتا ہے کہ مجھے میرے باپ نے اس شخص کے حوالہ سے بتایا جس نے کنانہ بن ابی الحقیق کو تین سو میں تین تیر چلاتے دیکھا ـــــ اور اس نے نشانہ میں تیروں کو بالشدت در بالشدت، داخل کر دیا، ابھی وہ اسی حالت میں تھا کہ شور پڑ گیا، کہ رسولِ کریم

صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کے ساتھ الشق میں آگئے ہیں ـــــ اہلِ قموص تیار ہو کر قلعے کے دروازے پر تیر لے کر کھڑے ہو گئے، کنانہ بھی اُٹھ کر اپنی کمان کی طرف گیا مگر لرزے کے باعث وہ اس کا چلّہ نہ چڑھا سکا اور اس نے اہلِ قلعہ کی طرف اشارہ کیا کہ تیر اندازی نہ کرو، اور الگ ہو کر بیٹھ گیا، یہاں تک کہ محاصرے نے ان کو تنگ کر دیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا۔

واقدی اور دیگر مورخین کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ خیبر کے نصف ثانی پر بنی ابی الحقیق کو سیادت حاصل تھی اور بنی ابی الحقیق خیبر کے نصف ثانی کے یہودیوں کے درمیان بادشاہوں کی سی حیثیت رکھتے تھے،

یہودیوں کا اطاعت کے لئے مذاکرات کی درخواست کرنا

سب مورخین نے بیان کیا ہے کہ خیبر کے نصف ثانی کے قلعوں (القموص، الوطیح اور السلالم) میں قلعہ بند ہونے والوں کو جب محاصرے نے تنگ کر لیا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعوں پر منجنیقوں کے نصب کرنے اور ان پر گولے پھینکنے کا فیصلہ کر لیا تو انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا اور ان کے دلوں میں خوف جاگزیں ہو گیا تو اُن کے بادشاہ کنانہ بن ابی الحقیق نے اطاعت اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا، اس نے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد بھیجا جس نے اس کا نام لیکر درخواست کی کہ وہ آپؐ سے مذاکرات کے لئے ملاقات کا خواہشمند ہے اور ان مذاکرات کی اساس یہ ہوگی کہ یہودی مسلمانوں کی اطاعت اختیار کر لیں گے اور آپؐ جنگ کا خاتمہ کر دیں گے، کنانہ نے جو وفد بھیجا اس کے سربراہ کا نام شماخ تھا، جونہی شماخ قلعہ القموص سے باہر نکلا اُسے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حفاظتی دستے نے پکڑ لیا پھر وہ اسے آپؐ کے ہیڈ کوارٹر میں لے آئے، وہاں یہودی نمائندے شماخ نے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ وہ یہودیوں کے سردار، کنانہ بن ابی الحقیق کا نمائندہ ہے اس نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں آپ کو اطلاع دُوں کہ خیبر کے نصف ثانی کے یہودی مذاکرات کے لئے تیار ہیں اور یہود کا بادشاہ (کنانہ بن ابی الحقیق) آپؐ سے ملاقات کا خواہشمند ہے اور وہ مُلاقات کی اجازت طلب کرتا ہے، رسُولِ کریم صلے اللہ

علیہ وسلم نے مذاکرات کے لئے کنانہ بن ابی الحقیق سے ملاقات کرنے پر اتفاق کیا۔

آخری اطاعت

شماخ نے واپس آکر کنانہ کو بتایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ملاقات کرنے پر رضامند ہیں تو کنانہ نے اپنے ساتھیوں کو جنگ سے رُک جانے کا حکم دیا اور پھر یہودی لیڈروں کی ایک جماعت کے ساتھ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لئے چل پڑا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوتے ہی آپؐ کے ہیڈ کوارٹر میں آپ کے اور کنانہ کے درمیان اس طریق کے متعلق مذاکرات شروع ہو گئے جس کے ذریعہ خیبر کے بقیہ علاقہ کو مسلمانوں کے سپرد کرنے کا کام مکمل ہو جائے، یہ علاقہ خیبر کے دوسرے حصے میں تھا۔ یہودی وفد نے ان شروط اور ضمانتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کی جو شروط اور ضمانتیں وہ اہلِ ذمہ حاصل کرتے ہیں جو اعلانِ جنگ سے قبل جیشِ اسلامی کے سالار کے ساتھ مذاکرات کرنا قبول کرتے ہیں، اور اس کے ساتھ صلح کا معاہدہ کرتے ہیں جس کے مطابق انہیں اپنے علاقے میں رہنے کا حق حاصل ہوتا ہے اور ان کے اموال اور مملوکہ چیزیں بھی محفوظ ہوتی ہیں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی نہیں بنایا جا سکتا اور سب کی جانوں کی حفاظت کی جاتی ہے، اس کے بالمقابل وہ معین جزیہ ادا کرتے ہیں اور اسلامی حکمران کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے قانون کے احکام کی پابندی کرتے ہیں۔

صرف خون کی حفاظت اور قیدی بنانے سے معافی

لیکن کنانہ اور خیبر کے دوسرے حصے کے لیڈر صلح کی طرف بعد میں آئے، اس لئے کہ انہوں نے قلعہ بند ہو کر شدید مقاومت کرنے اور مسلمانوں سے اس حد تک جنگ کرنے کے بعد صلح کی اساس پر علاقہ سپرد کرنے پر آمادگی ظاہر کی کہ اسلامی فوج ان کے تین قلعوں میں (الوطیح، السلالم اور القموص) داخل ہونے سے عاجز آ گئی باوجودیکہ حملہ کی کوششیں مسلسل نصف ماہ کے قریب جاری رہیں .... اس بات نے رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو منجنیق کے نصب کرنے پر آمادہ کیا تا کہ قلعوں کے برجوں اور فصیلوں پر گولے برسائے جائیں اور مسلمان سہولت کے ساتھ ان میں داخل ہو جائیں، اس اقدام نے کنانہ بن ابی الحقیق اور ان قلعوں کے مدافعین کو ہلاکت کا یقین دلایا تو وہ مذاکرات کرنے اور علاقے کو مسلمانوں کے سپرد کرنے کے متعلق

سوچ بچار کرنے لگے مگر یہ سب کچھ انہوں نے اُس وقت کیا جب انہیں یہ یقین ہو گیا کہ جن قلعوں میں پناہ لے کر یہودیوں نے مسلمانوں سے آخر دم تک لڑنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے ان کے برجوں اور فصیلوں کو اسلامی فوج کی منجنیقیں تباہ کر دیں گی۔ اور ان کی مقاومت انہیں کچھ فائدہ نہ دے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رواداری

باوجودیکہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ کنانہ اور اس کا وفد، اپنے قلعوں سے آپؐ کے ساتھ مذاکرات کے لئے اس وقت تک نہیں آیا جب تک ان کی مقاومت ختم نہیں ہوگئی اور انہیں یقین نہیں ہو گیا کہ وہ بزور قوت قابو میں آنے والے ہیں اور ان کا حکم ان لوگوں کے حکم کی طرح ہو گا جن کے قلعے اور زمینیں زبردستی لے لی جاتی ہیں اور ان کے جانبازوں، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جاتا ہے اور ان کے تمام اموال کو بغیر کسی استثناء کے، ان دشمنوں کی طرح جو محاصرے اور جنگ کے بعد اموال کو سپرد کرتے ہیں، مسلمانوں کے لئے غنیمت کے طور پر لے لیا جاتا ہے ...... پھر بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کے ساتھ رواداری برتی اور ان کے ساتھ معاہدہ طے کر کے ان کے خون محفوظ کر دیئے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانے سے معافی دے دی، اگر رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان سے روادارانہ سلوک نہ فرماتے تو وہ کبھی بھی ان باتوں کے حصُول میں کامیاب نہ ہو سکتے۔

مُعاہدہ حوالگی کی شرط

آخری مُعاہدہ کی شرط کا ملخص درج ذیل ہے۔

(۱) یہود پر لازم ہو گا کہ وہ تمام قلعوں کو خالی کر دیں اور ان کا تمام جنگی سامان اور اسلحہ وہیں چھوڑ دیں تاکہ اسلامی فوج اس پر قبضہ کرے اور وہ مُسلمان غازیوں کی املاک کا ایک حصّہ بن جائے۔

(۲) یہود پر لازم ہو گا کہ ان کے قبضہ میں جو بھی اسلحہ ہے اُسے مُسلمانوں کے سپرد کر دیں اور جب تک وہ خیبر میں ہیں اسلحہ لے کر نہ چلیں۔

(۳) رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مذاکرات کے مطابق، یہودیوں کے خُون کی حفاظت

اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے سے معافی دینے کا عہد کریں۔

(۴) یہودیوں پر لازم ہو گا کہ وہ خیبر سے جلا وطن ہو کر شام کی طرف چلے جائیں۔

(۵) خیبر سے یہودیوں کی جلا وطنی کے وقت مسلمان انہیں اجازت دیں گے کہ جس قدر مال ان کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں، اٹھا کر لے جائیں سلہ۔

(۶) یہود اس بات کا عہد کریں کہ وہ مخفی خزانوں کے تمام اموال کے متعلق مسلمانوں کو آگاہ کریں گے اور انہیں فاتحین کے سپرد کریں گے۔

(۷) یہودی اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ جب وہ اس معاہدہ کی شرط کی خلاف ورزی کریں یا کسی ایسی چیز کو چھپائیں جس کا ظاہر کرنا ضروری ہو تو مسلمانوں پر ان کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی اور مسلمان اس معاہدہ کی تمام شروط سے آزاد ہوں گے اور یہودیوں کے اموال اور اولاد مسلمانوں کے لئے حلال ہوں گے۔

یہ معاہدہ، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کوارٹر میں طے پایا اور اس پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور دس یہودیوں نے گواہی ڈالی، اس معاہدہ کے طے پانے کے بعد، یہودیوں نے قلعوں کو مسلمانوں

سلہ ابو داؤد کی یہ روایت حماد بن سلمہ سے ہے دیکھئے نصب الرایۃ جلد ۳ ص ۳۹۹۔ بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ جلا وطنی کا معاہدہ اس اساس پر مکمل ہوا تھا کہ یہودی جلا وطنی کے وقت صرف تن کے کپڑے لے جا سکیں گے لیکن پہلی روایت زیادہ پایدار ہے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس طریق کے بھی بہت قریب ہے جو آپ ان شکست خوردہ لوگوں سے کرتے تھے جن کا جلا وطن کرنا مطلوب ہوتا تھا۔ یہ ایک مستبعد امر ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ـــــ ان کے خون معاف کر دیں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بھی نہ بنائیں ـــــ اور وہ خیبر کو اپنی عورتوں اور بچوں کے ساتھ اس حال میں چھوڑیں کہ ان کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہو حتیٰ کہ وہ شام پہنچ جائیں ...... بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے، خیبر میں یہودیوں کے رہنے کو قبول کر لیا اور ان کو جلا وطن کرنے سے اعراض کیا یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آگیا جنہوں نے ان کو جلا وطن کیا لیکن پھر بھی معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے نصف آمدنی پر انہیں زراعت کے کام کیلئے رہنے کی اجازت دیدی۔

کے سپرد کر دیا، اسی طرح رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ میں سے ایک آدمی کو، اموال، اسلحہ، زمینیں اور باغات وصول کرنے کے لئے مقرر کیا۔ یوں یہ جنگ ختم ہو گئی۔ اور مسلمان تباہ کن معرکوں کے بعد خیبر پر مکمل طور پر قابض ہو گئے۔ یہ جنگیں تقریباً دو ماہ تک جاری رہیں، معرکۂ خیبر، رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے طویل مدت معرکہ ہے اتنی مدت آپؐ کی کسی اور معرکہ میں صرف نہیں ہوئی۔

یہودی استعمار کا خاتمہ

مسلمانوں کے ہاتھوں خیبر کے فتح ہو جانے سے، جزیرہ عرب میں کینے اور دخیل یہودیوں کی حکومت کا آخری اور مضبوط قلعہ پیوند خاک ہو گیا......... یہ استعماری حکومت یثرب اور خیبر میں (خاص طور پر) تقریباً دو ہزار سال تک رہی اور ان طویل صدیوں میں ان کا وجود شر و فساد، فتنہ و اضطراب اور عربوں کے درمیان تباہ کن مقامی جنگوں کا مصدر و منبع بنا رہا، ان جنگوں کو یہود اپنے روایتی شرپسند طریقوں کے مطابق بھڑکاتے رہے اور ان کے اسباب کو فراہم پہنچاتے رہے تاکہ عرب علاقے میں دخیل اقلیت کی طرح اپنے وجود کو طاقتور بنا سکیں جس کا دوسرے علاقے اور دوسری قوم کے درمیان جس میں وہ اجنبی ہو رہنا ممکن نہیں ہوتا سوائے اس کے وہ اس واحد قوم میں مسلسل لڑائی جھگڑے، قتل و خونریزی اور انتشار و عداوت کو ہوا دیتی رہے اور اس واحد قوم کے مختلف قبائل میں خونریز اختلاف کے اسباب کو فروغ دینے میں لگی رہے، اگر وہ قوم متحد ہو جائے اور اس کے افراد جاہلی جھگڑوں اور قبائلی تفاخر کی برائیوں سے پاک ہو جائیں تو یہ دخیل یہودی، جزیرہ عرب میں پاؤں رکھنے کی جگہ بھی نہ پائیں اور جہاں سے آئے ہیں وہیں واپس جانے کے لئے مجبور ہو جائیں، اور جب عرب قوم توحید کے پرچم تلے متحد ہو گئی تو بادل ناخواستہ ان کے ساتھ عملاً یہی کچھ ہوا......... اگر یہ بات دو ہزار سال قبل رونما ہو جاتی تو دخیل یہودی اتنی طویل مدت جو بے حد طویل ہے، کبھی جزیرہ عرب تک نہ رہ سکتے،

آج کی رات کل کی رات سے کس قدر مشابہ ہے

کیا وہ عرب (یا عرب کی طرف منسوب ہونے والے) اللہ سے ڈریں گے جو عربوں کے اتحاد کو پارا پارا کرنے اور ان کی

دو قسمیں بنانے کا سبب ہیں ایک قسم کے لئے ہر چیز کا ہونا ضروری ہے اور دوسری قسم کسی چیز کا بھی حق نہیں رکھتی .... کیا یہ لوگ اللہ سے ڈریں گے جو وحدت کے شعار کے تحت عربوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے بنیادیں رکھ رہے ہیں .... کیا یہ لوگ اللہ سے ڈر کر صحیح راہ کی طرف پلٹ آئیں گے اور دُکھ دہ حالات کا ادراک کر لیں گے اور ان حالات کو بدلنے کے لئے صدق و اخلاص سے کام کریں گے؛ حقیقت یہ ہے کہ کینے، سامراجی اور فلسطین میں دخیل یہودی کی بقاء، ذاتی قوت یا میراج اور فینٹم طیاروں یا ٹیکنالوجی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی بقاء، عربوں کی وحدت کے پارہ پارہ کرنے اور ان کے باہمی اختلاف اور ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرنے کی وجہ سے ہے، عربوں کی وحدت کا قیام صرف اسلام کے جھنڈے تلے ہو سکتا ہے اس کے سوا کسی دوسری صورت میں اس کا قیام محال ہے۔

خیبر کی غنائم

خیبر کے نصف ثانی کے سقوط اور اسلامی فوج کے آگے قلعوں کے مطیع ہو جانے کے بعد، مسلمانوں نے غنائم کو شمار کرنا شروع کر دیا، عہدِ نبوی میں، مسلمان جن جنگوں میں کامیاب ہوئے ان میں سے کسی جنگ میں بھی اسلامی فوج کو اتنی غنائم نہیں ملیں جس قدر غزوۂ خیبر میں ملیں اس کے علاوہ اسلحہ اور جنگی سامان بھی ملا (جیسے ٹینک اور منجنیقیں) جس پر مسلمانوں نے خیبر کے نصف اوّل کی فتح کے وقت قبضہ کر لیا تھا نصف ثانی کے قلعوں پر قبضہ کئے انہیں کثیر اسلحہ ملا جس میں سے کچھ کا ذکر ہم کرتے ہیں۔

۱- ایک ہزار نیزہ، ۲- چار سو تلوار، ۳- پانچ سو کمان، ترکشوں سمیت،

اس دور کی فوجی پوزیشن کے لحاظ سے یہ بہت بڑی چیز ہے۔

غیر جنگی غنائم

اس کے علاوہ سونے اور چاندی کی بہت بڑی مقدار بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگی، جس کے جمع کرنے میں یہودی قدیم ترین زمانوں سے مشہور ہیں نیز مسلمانوں نے اس سے اہم اور بڑی چیزیں بھی غنیمت میں حاصل کیں جیسے کھیت، باغات اور کھجوروں کے جھنڈ، جو خیبر کے مضافات میں سینکڑوں مربع میل کے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں۔

جب ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ صرف الکتیبہ سے مسلمانوں نے غنیمت میں کیا کچھ حاصل کیا

تو ہمیں خیبر کے شکست خوردہ یہودیوں کی مزروعہ اور مغنومہ اراضی کی مقدار کا اندازہ ہو جاتا ہے انہیں خیبر کے ایک کھیت سے چالیس ہزار کھجوروں کے درخت ملے تھے اور اس قسم کے وہاں دسیوں کھیت تھے۔

خیبر، حجاز کا سب سے زرخیز زرعی علاقہ ہے

اس میں کچھ تعجب کی بات نہیں کہ اس دور میں خیبر کا علاقہ حجاز، بلکہ علی الاطلاق تمام جزیرہ عرب میں زرعی لحاظ سے سب سے زیادہ زرخیز تھا اور آج تک اس کی یہی کیفیت ہے وہاں سینکڑوں چشمے بہتے ہیں جس کی علاقہ حجاز میں کوئی مثال نہیں پائی جاتی، اس کے ساتھ ساتھ وہاں کی زمین بہت عمدہ ہے اور مختلف اشجار اور پھلوں اور غلے جیسے مکئی، گندم اور جَو کی کاشت کے لئے وسیع اراضی موجود ہیں۔ اس دور میں، عرب خیبر کے میدانوں کو، حجاز کے سبزہ زار کہتے تھے جب یہ زمینیں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں تو ان کی آمدنی میں بہت اضافہ ہوگیا، خصوصاً اس موقع کے بعد، جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی غنائم کا خمس بیت المال کے لئے چھوڑ دیا تاکہ حالات اور ضروریات کے مطابق اُسے عام مسلمانوں کے مفاد کے لئے خرچ کیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہودیوں کو تورات واپس کرنا

جب مسلمانوں نے غنائم کو شمار کیا تو انہیں تورات کے کئی اجزاء ملے، یہودیوں نے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کی کتاب کے یہ صحائف انہیں واپس کئے جائیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے انہیں واپس کرنے کا حکم دیا اور وہ صحائف انہیں واپس کر دیئے گئے، شاید یہود کو تورات کے صحائف کو، واپس کرنے میں وہ دلیل پائی جاتی ہے جو اسلام پر تعصب کے ساتھ اتہام لگانے والوں اور غیر مسلموں کا مُنہ بند کر دیتی ہے کہ جن کا خیال ہے انہیں سختی کے ساتھ اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا تھا، پس تورات کے صحائف کو یہودیوں کو واپس کرنا (خصوصاً اس دور میں) اسلام کی

رواداری اور مخالف عقیدہ شخص کو پوری آزادی دینے کی سب سے بڑی دلیل ہے، اس زمانے میں دُوسری اقوام میں (رُومیوں کی طرح) دین کے متعلق اس قدر اندھا تعصب تھا کہ انہوں نے ایک ہی دین کے پیروکاروں کا جو ان سے مسلکی اختلاف رکھتے تھے، خون بہانا مباح قرار دے دیا تھا جیسے رومیوں کی بازنطینی حکومت کے حکام نے، مصر میں نصاریٰ کے ساتھ کیا پس وہ ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہوں گے جو سر زمین میں ان سے مخالفت رکھتے ہونگے؟

اس کے مقابلہ میں مسلمان فاتحین کے روادارانہ سلوک کو دیکھئے کہ وہ اپنے مخالفین کو، اسلامی حکومت کے زیر سایہ پوری آزادی دیتے ہیں کہ وہ اپنی دینی شعائر کو جس طرح چاہیں بجا لائیں، صلیبوں کے تصرفات کو ان سے کیا نسبت ہے جنہیں کینہ اور تعصب نے اندھا کر رکھا ہے انہوں نے مسلمانوں کو اپنے دینی شعائر کی ادائیگی کی آزادی دینے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ انہیں دو باتوں کے درمیان اختیار دیا کہ یا تو انہیں قتل کریں گے یا آگ میں جلائیں گے اور یا انہیں اسلام کو چھوڑ کر، نصرانیت قبول کرنی پڑے گی جیسا کہ اندلس میں شاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ایزابلا کی حکومت میں ہوا جب وہ مسلمانوں پر غالب آئے تو انہوں نے ان کے لئے تفتیش کی، وحشیانہ عدالتیں قائم کیں جنہوں نے سینکڑوں مسلمانوں کے متعلق تلوار سے قتل کرنے اور آگ سے جلانے کا حکم نافذ کیا اور یہ قتل عام اس وقت تک بند نہ ہوا جب تک تمام مسلمانوں نے اپنی جانوں کو بچانے کے لئے نصرانیت کو قبول کر لیا.......

اسی طرح کا واقعہ صلیبیوں کے بادشاہ (شیر دل) کے زمانے میں ہوا جب وہ قدس پر قابض ہوا تو اس نے مسلمانوں کو امان دینے کے باوجود ان کے تین ہزار قیدیوں کو قتل کر دیا صلاح الدین ایوبی نے بزور قوت اس سے قدس کو واپس لیا اور صلیبیوں نے شیر دل کے ہاتھوں جس قتل عام کا ارتکاب کیا تھا اس کے بالمقابل اس نے ایک مسیحی قیدی کو بھی قتل نہ کیا...... صلاح الدین کی اسلامی رواداری اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ اس نے شیر دل کی بیماری میں اس کی عیادت کی اور اپنے طبیب کو اس کے علاج کا حکم دیا یہاں تک کہ وہ مرض سے شفایاب ہو گیا اس کی شہادت مشرقی ممالک میں اسلام کی آمد سے قبل کے یورپ کے مغربی تاریخی مصادر میں ملتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں یہودیوں کو رہنے کی اجازت کیسے دی

خیبر کے نصف ثانی کے اطاعت گذار بلنے سے، جزیرۂ عرب کے اس عظیم علاقہ میں جنگ ختم ہو گئی اور مسلمانوں کے ہاتھوں، خیبر کے فتح ہونے سے، جزیرۂ عرب میں ذخیل یہودیوں کے وجود کا آخری قلعہ مسمار ہو گیا۔ خیبر کے نصف ثانی کے معاہدۂ حوالگی میں بھی تحریر ہے کہ جب خیبر سے یہود جلاوطن ہوں گے اس وقت مسلمان ان کے خون کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی ہونے سے اس شرط پر بچائیں گے کہ وہ اپنے اموال میں سے کسی چیز کو چھپا کر نہیں رکھیں گے کیونکہ اس دور کے جنگی قوانین کے مطابق وہ مسلمان فاتحین کی املاک ہیں اور اگر یہودیوں نے کچھ چیزوں کو پوشیدہ رکھا تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ذمہ داری سے بری ہوں گے اور مسلمانوں کے لئے ان کے خون حلال ہوں گے اور مسلمانوں کے لئے ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانا جائز ہوگا، یہودیوں نے اس عہد کو توڑا اور خیانت کی اور چیزوں کو چھپالیا اس بات نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کے اموال اور خون مباح کر دیئے جیسا کہ معاہدہ جلاوطنی میں اس کی صراحت موجود ہے مگر باوجودیکہ یہودیوں نے عہد کو توڑا اور معاہدہ کی نصوص کی خلاف ورزی کی پھر بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے، ان کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی دو آدمیوں کے سوا (کنانہ بن ابی الحقیق اور اس کے بھائی ربیع کے عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا، انہوں نے یہود کی نیابت کرتے ہوئے معاہدہ پر دستخط کئے تھے........ بقیہ ہزارہا یہودیوں کو، آپ نے کوئی اذیت نہیں دی اور ان کی عہد شکنی کا جرم بھی معاف فرمادیا اس لئے کہ اس خیانت اور عہد شکنی کا پہلا ذمہ دار کنانہ بن ابی الحقیق اور اس کا بھائی ربیع تھا۔

یہودیوں کو خیبر میں ٹھہرنے کی اجازت

ہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے معاہدۂ حوالگی کی تنفیذ کرتے ہوئے، یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن کرنے کا فیصلہ کیا، یہود نے اس بارے میں کوئی معارضہ نہیں کیا، صرف انہوں نے آپ

کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ انہیں اسلامی حکومت کے تحت خیبر میں رہنے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ خیبر میں زمینوں اور باغات میں کام کریں اور اس کے عوض انہیں وہ معاوضہ دیا جائے جس پر فریقین متفق ہو جائیں، جب انہیں پتہ چلا کہ آپ انہیں خیبر سے نکالنے والے ہیں تو انہوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہم آپ سے خیبر کو بہتر جانتے ہیں آپ ہمیں چھوڑ دیجئے ہم اسے آپ کے لئے آباد کریں گے، آپ اس کے بدلے ہمیں نصف آمدنی دے دیا کریں، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال پسند آیا تو آپ نے یہودیوں کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے انہیں خیبر میں رہنے کی اجازت دے دی اور ان کے ساتھ ایک معاہدہ طے کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ زمین کی آبادی کے لئے کام کریں اس کے مقابل میں انہیں خیبر کی زمینوں کے نصف پھل دیئے جائیں گے لیکن مسلمانوں کو یہ حق ہوگا کہ وہ جب چاہیں یہودیوں کو خیبر سے نکال دیں۔

زیلعی، نصب الرایۃ جلد ۳ صفحہ ۳۹۵ پر لکھتا ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ ہم خیبر کی زمینوں کو تم سے بہتر جانتے ہیں تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نصف آمدنی پر ان سے مصالحت کر لی لیکن جب ہم تم کو نکالنا چاہیں گے نکال دیں گے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو یہ عہد دیا کہ وہ خیبر کی زمینوں پر کام اور مزارعت کریں انہیں نصف آمدنی ملے گی۔

ابن حزم جوامع السیرۃ میں کہتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو اس شرط پر خیبر میں ان کے مال وجان سمیت ٹھہرایا کہ وہ کھیتی اور پھل کے نصف حصے پر کام کریں اور وہ جب تک مناسب سمجھیں گے انہیں ٹھہرائیں گے پس وہ اس عہد پر خیبر میں مقیم رہے یہاں تک کہ آپ فوت ہو گئے اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں بھی وہیں رہے اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے تمام زمانے میں بھی رہے مگر آپ کو اپنی خلافت کے آخری عہد میں یہ اطلاع ملی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں فرمایا کہ جزیرۃ عرب میں دو دین نہ رہیں پس آپ نے انہیں خیبر سے جلاوطن کرنے کا حکم دے دیا اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے معاہدہ مسلمانوں کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ جب چاہیں یہود کو جلاوطن کر دیں۔

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم

خیبر کو آپ سے زیادہ جانتے ہیں اور اسے زیادہ آباد کرنے والے ہیں تو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نصف آمدنی پر ان سے مصالحت کر لی اور انہیں فرمایا ہم جب تمہیں نکالنا چاہیں گے نکال دیں گے۔

یہودی، مسلمانوں کی پناہ میں

جب رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی درخواست قبول کر لی اور انہیں خیبر کی زمینوں کی آبادی کے لئے نصف آمدنی کے عوض وہاں رہنے کی اجازت دے دی تو یہ یہودی مال وجان اور عزت کے بارے میں مطمئن ہو کر مسلمانوں کی پناہ میں رہنے لگے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کے بعد یہودیوں نے پوری آزادی اور اطمینان کے ساتھ علاقہ میں اپنی تجارتی سرگرمیاں شروع کر دیں (جیسا کہ ان کے متعلق مشہور ہے) کہ وہ تجارتی کاروبار میں سب سے زیادہ سرگرم ہیں۔

اکثر یہودیوں نے جب دیکھا کہ وہ جنگ ہار رہے ہیں تو انہوں نے اپنے سونے اور چاندی کو چھپانا شروع کر دیا، واقعات کی ترتیب سے پتہ چلتا ہے کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے باوجود علم ہونے کے اور باوجود اس بات کے کہ معاہدہ کی نصوص انہیں پابند کرتی تھیں کہ وہ اپنے تمام منقولہ اور غیر منقولہ اموال، جنگ کی غنیمت کے طور پر اسلامی فوج کے سپرد کر دیں پھر بھی ان سے روادارانہ سلوک کیا، ان یہودیوں کے ساتھ آپ کی رواداری کا اس امر سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اپنے اموال سے خیبر کی بہت سی غنائم کو خرید لیا جنہیں اسلامی فوج نے خیبر سے حاصل کیا تھا اور ان سے بہت نفع کمایا۔ اس بات پر واقدی کا بیان بھی دلالت کرتا ہے کہ جب رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو امان دے دی تو وہ آتے جاتے اور خرید و فروخت کرتے تھے، انھوں نے عام مال غنیمت سے کپڑے اور سامان خریدا اور انھوں نے اپنی نقدی اور سونا وغیرہ چھپا لیا تھا۔

یہودیوں کے مال پر دست درازی کرنے کے بارے میں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتباہ

جب رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے ساتھ زمین کی دیکھ بھال اور مزارعت کا معاہدہ کر لیا اور انہیں امان دے دی تو مسلمان

ان کی فصلوں اور سبزیوں پر دست درازی کرنے لگے، یہودیوں نے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اس امر کی شکایت کی تو آپ نے تمام مسلمانوں اور فوج کو جو ابھی خیبر میں ہی تھی اکٹھا ہونے کا حکم دیا جب وہ اکٹھے ہوئے تو آپ نے انہیں انتباہ کیا کہ وہ یہوُد سے متعرض نہ ہوں اور کوئی چیز ان کے کھیتوں سے نہ لیں آپ نے کھڑے ہو کر حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ یہودیوں نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تم لوگ انکے کھیتوں میں دست درازی کرتے ہو ہم نے انہیں مال وجان اور ان اراضی کی جو ان کے ہاتھوں میں ہیں' امان دی ہے اور ہم نے ان سے معاملہ کیا ہے معاہدین کے اموال سے اپنے حق کے سوا کچھ لینا جائز نہیں، مُسلمانوں نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی اور ان سے قیمتاً چیزیں لینے لگے، مُسلمانوں کا یہ اجتناب اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ ایک یہودی اِمسلمان سے کہتا کہ میں تجھے یہ پھل بغیر قیمت کے دیتا ہوں تو وہ قیمت ادا کئے بغیر اُسے نہ لیتا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر میں قتل کرنے کی سازش

جب جنگ ختم ہوگئی اور اس اہم علاقے پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہوگیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی خیبر کے یہودیوں کو جلاوطن کرنے سے اعراض کر لیا اور ان کے ساتھ کھیتوں اور باغات کے آباد کرنے کا معاہدہ کر لیا اور انہیں امان اور پناہ دے دی تو خیبر میں آپ کے قتل کی شریرانہ سازش تیار ہوئی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک یہودی عورت جس کا نام زینب بنت الحارث تھا، نے کھانے میں زہر ملا کر رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا (یہ عورت سلام بن مشکم کی بیوی تھی جو قلعہ النطاۃ میں قتل ہوا تھا اور مرحب کے بھائی حارث کی بیٹی تھی) اس نے ایک بکری کو ذبح کیا اور یہ کام اس نے بعض یہودیوں کے مشورے سے کیا ــــ اس نے ایک خطرناک قسم کا زہر لیا جسے لابطی (دبکھاڑنے والا) کہا جاتا ہے جو کھاتے ہی انسان کو ہلاک کر دیتا ہے پھر اس نے اسے بکری کے ہر جوڑ میں رکھا اور خاص طور پر زیادہ زہر دونوں دستیوں میں رکھا کیونکہ اس نے منصوبہ بناتے وقت پوچھا تھا کہ کون سا گوشت حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے تو اُسے بتایا گیا کہ آپ کو دستی اور کندھے کا گوشت زیادہ پسند ہے اس

کا بڑا مقصد یہ تھا کہ بکری کے کسی حصے کا تھوڑا سا گوشت کھاتے ہی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کام تمام کر دے وہ اُسے بھون کر، حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کوارٹر میں ہدیہ کے طور پر لائی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہدیے کا گوشت کھا لیا کرتے تھے صدقہ کا گوشت نہیں کھاتے تھے، جب حضور مغرب کی نماز پڑھ کر، اپنے ہیڈ کوارٹر میں واپس آئے تو آپ نے زینب یہودیہ کو اپنے مکان کے پاس بیٹھے پایا آپ نے دریافت فرمایا کیا بات ہے اس نے کہا ابوالقاسم آپ کے لئے ہدیہ لائی ہوں اسے قبول فرمائیے آپ نے اُسے لینے کا حکم دیا، اُسے لے کر، زہر آلود بکری کو آپ کے سامنا رکھا گیا آپ کے بعض اصحابؓ آپ کے ساتھ تھے، آپ نے انہیں فرمایا، کھاؤ انہوں نے قریب ہو کر ہاتھ بڑھائے، رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دستی کو پکڑ کر اس سے گوشت کھانا شروع کر دیا اور لقمہ چبایا، بشر بن البراء نے ایک ہڈی لی اور اس سے ایک لقمہ لیا اچانک حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ وہ کھانے سے رُک جائیں آپ نے فرمایا اس دستی کے کھانے سے اپنے ہاتھ روک لو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زہر آلود ہے، بشر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی ہے مجھے بھی اپنے لقمہ میں جو میں نے کھایا ہے یہی بات معلوم ہوئی تھی مگر میں نے اس خیال کے پیشِ نظر اس کو نہیں اُگلا کہ میں آپ کے کھانے کو بے لُطف نہ کر دوں جب آپ نے اپنے ہاتھ کے کھانے کو اچھا سمجھا تو میں نے اپنے آپ کو آپ پر ترجیح نہیں دی، ابھی بشر اپنی جگہ سے اُٹھے بھی نہ تھے کہ زہر کی تاثیر کی شدت سے ان کا رنگ سیاہ ہو گیا اور وہ ایک سال تک شل ہو کر اس کی تکلیف کو برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ اسی زہر کے اثر سے فوت ہو گئے، چونکہ بعض صحابہ نے اس بکری کا گوشت کھایا تھا اس لئے ایسے تمام لوگوں کو رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوانے کا حکم دیا اور آپ نے خود بھی زہر کے اثر کو کم کرنے کے لئے اپنے کندھے پر پچھنے لگوائے، ابن قیم بیان کرتے ہیں کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم چار سال تک اس زہر کی تکلیف کو برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے مرض الموت میں فرمایا کہ خیبر کے روز میں نے بکری کے گوشت کا جو لقمہ کھایا تھا میں ہمیشہ ہی اس سے تکلیف اٹھاتا رہا ہوں، پس یہ میری موت کا وقت ہے، زہری کہتے ہیں کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

شہید ہو کر فوت ہوئے تھے۔

اس واقعہ کے بعد، رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب طلبی کے لئے زینب یہودیہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا، تحقیق کے دوران اس نے تسلیم کیا کہ اس نے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے بکری کو زہر آلود کیا تھا، جب آپؐ نے اس سے پوچھا کہ اس کام پہ تجھے کس نے آمادہ کیا تھا تو اس نے پوری وضاحت سے جواب دیا کہ میری قوم کو آپؐ سے جو تکلیف پہنچی ہے وہ آپؐ سے پوشیدہ نہیں، آپ نے میرے خاوند، باپ اور چچا کو قتل کیا ہے، میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے تو وہ اس کو بتا دے گا اور اگر بادشاہ ہے تو ہم اس سے راحت حاصل کریں گے تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے مُعاف فرما دیا۔ حماد بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اپنا خاص حق معاف فرما دیا تھا، مگر بعد میں آپؐ نے اُسے، البشر بن البراء کے قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا جو اس زہر کے اثر سے فوت ہو گئے تھے جس سے اس نے بکری کو مسموم کیا تھا ان دونوں روایتوں کے درمیان حماد نے یوں تطبیق دی ہے کہ آپؐ نے اُسے معاف فرما دیا اور قتل نہیں کیا مگر جب بشر فوت ہو گئے تو آپؐ نے اُسے قصاص میں قتل کر دیا، قصاص کی تنفیذ ہر شخص پر ہوتی ہے خواہ وہ مُسلمان ہو یا نہ ہو۔

معرکۂ خیبر میں عورت کا کردار

معرکۂ خیبر، عہد نبوی کا دوسرا معرکہ ہے جس میں مسلمان عورت نے شرکت کی، امام احمد، حشرج بن زیاد سے اور وہ اپنی دادی یا باپ سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتی ہے کہ ہم غزوۂ خیبر میں رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلیں میں آپؐ کے ساتھ نکلنے والی عورتوں میں سے چھٹی عورت تھی، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ آپؐ کے ساتھ عورتیں بھی ہیں تو آپؐ نے ہماری طرف آدمی بھیج کر ہمیں بلوایا ہم نے دیکھا کہ آپؐ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار ہیں آپؐ نے فرمایا تمہیں کس نے نکالا ہے! اور تم کس کے حکم سے نکلی ہو؟ ہم نے جواب دیا ہم تیر پکڑانے، ستو پلانے کے لئے نکلی ہیں ہمارے پاس زخمیوں کے لئے دوا بھی ہے اور ہم اشعار پڑھ کر اللہ کی راہ میں مدد کریں گی، راوی کہتا ہے کہ انہیں واپس چلے جانے کا حکم دیا گیا اور وہ واپس چلی گئیں، وہ عورت بیان کرتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خیبر پر فتح عطا فرمائی تو آپؐ نے مردوں کی طرح ہمارا حصہ نکالا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم غنیمت میں عورتوں کو مردوں کے برابر قرار دیا ہے ابن اسحاق نے بھی ایک ایسی ہی روایت بیان کی ہے جو غزوۂ خیبر میں عورتوں کے نکلنے کے بارے میں امام احمد کی روایت سے ملتی جلتی ہے مگر اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کو غنیمت کا حصہ بغیر کسی قاعدہ کے دیا تھا اور مردوں کی طرح ان کا حصہ نہیں لگایا تھا، ابن اسحاق کہتا ہے کہ مجھ سے سلیمان بن سحیم نے امیہ بنت ابی الصلت سے بیان کیا ــــ یہ غفار قبیلہ کی ایک عورت تھی اور اس نے میرے پاس اس کا نام بھی لیا ــــ وہ کہتی ہے کہ میں غفار قبیلہ کی عورتوں کے ساتھ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ہم نے کہا یا رسُول اللہ ہم نے آپ کے ساتھ خیبر جانے کا ارادہ کیا ہے ہم زخمیوں کا علاج کریں گی اور مقدور بھر مسلمانوں کی مدد کریں گی آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ برکت دے وہ کہتی ہے کہ ہم آپ کے ساتھ نکلیں، اور میں اس وقت نو عمر تھی، رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے کجاوے کے توشہ دان پر بٹھا لیا وہ کہتی ہے خدا کی قسم، رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت اُترے تو میں توشہ دان سے نیچے اتری تو مجھے پہلی بار عورتوں کی طرح حیض آیا تو میں اچھل کر اونٹنی کی طرف گئی اور شرم محسوس کرنے لگی، جب رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے میری کیفیت دیکھی تو فرمایا تجھے کیا تکلیف ہے؛ شاید تجھے خون آیا ہے میں نے جواب دیا ہاں، آپ نے فرمایا اپنے خون کو صاف کرنے پھر پانی کا ایک برتن لے کر اس میں نمک ڈال دے' پھر توشہ دان جو خون لگا ہے اُسے دھو دے پھر اپنی سواری کی طرف واپس آجا، وہ کہتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کو فتح کیا تو آپ نے غنیمت سے ہمیں بھی حصہ دیا اور میرے گلے میں تو جو ہار دیکھ رہی ہے آپ نے اسے پکڑ کر مجھے عطا فرمایا اور میرے گلے میں ڈال دیا خدا کی قسم میں اسے کبھی بھی اپنے سے جدا نہیں کروں گی اور یہ ہار مرتے دم تک اس کی گردن میں رہا۔ پھر اس نے وصیت کی کہ اس ہار کو اس کیساتھ ہی دفن کر دیا جائے، حافظ بیہقی نے مشہور صحابی عبداللہ بن انیسؓ کی حدیث بیان کی ہے آپ کہتے ہیں کہ میں رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف گیا میرے ساتھ میری حاملہ بیوی بھی تھی اُسے راستے میں خون آگیا تو میں نے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی آپ نے فرمایا اس کے لئے کھجوریں بھگو دو جب وہ پانی میں ڈوب جائیں تو اُسے اس پانی کے پینے کا حکم دو، اس نے اسی طرح کیا تو کوئی ناگوار بات نہ ہوئی، جب ہم نے خیبر کو فتح کیا تو عورتوں نے بھی عطیات حاصل

سکتے مگر آپ نے ان کا حصّہ نہ لگایا پس میری بیوی نے بھی عطیہ پایا اور اس بچے نے بھی جو پیدا ہوا تھا۔

جہاد کے لئے، عورتوں کے خروج کا جواز

یہ تمام روایات جو ایک دوسرے کو قوت دیتی ہیں اس بات میں کچھ شبہ نہیں رہنے دیتیں کہ جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لینے کے لئے عورتوں کا نکلنا اصل میں جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ ان کا نکلنا اسلامی آداب اور تعلیمات کے خلاف نہ ہو....... جیسا کہ اس زمانہ میں آسودگی حاصل کرنے کے ارادے سے نوجوان لڑکیوں کو رقص و سرود وغیرہ کے لئے بھرتی کیا جاتا ہے جسے اسلامی تعلیمات کے خلاف تمرد سمجھا جاتا ہے اور جو فوجیوں پر غضب الٰہی کے نزول کا باعث بنتا ہے اور انہیں مدد الٰہی سے محروم کر دیتا ہے اور ان کی شکست کا سبب بنتا ہے۔

فریقین کے مقتولین

معرکۂ خیبر میں ۱۵ مسلمان شہید ہوئے جن میں سے چار قریشی تھے اور ایک اشجعی اور ایک اسلمی اور ایک شخص خیبر کا تھا اور باقی انصاری تھے۔

مہاجرین کے شہدا کی تعداد

۱:۔ بنی امیہ بن عبد مناف میں سے ربیعہ بن اکثم بن سخبرہ شہید ہوئے انہیں النطاۃ میں حارث یہودی نے قتل کیا تھا۔

۲:۔ ثقیف بن عمرو، انہیں النطاۃ میں آسیر یہودی نے قتل کیا تھا۔

۳:۔ رفاعہ بن مسروح، انہیں النطاۃ میں حارث یہودی نے قتل کیا تھا۔

بنی اسد بن عبد العزیٰ میں سے، عبداللہ بن ابی امیہ بن وہب شہید ہوئے جو ان کے بھانجے تھے، النطاۃ میں قتل ہوئے تھے۔

قبیلہ غفار میں سے عمارہ بن عقبہ شہید ہوئے یہ ایک تیر لگنے سے فوت ہوئے تھے۔

قبیلہ اسلم سے عامر بن سنان بن الاکوع شہید ایک یہودی سے مبارزت کے دوران، اپنی تلوار کے لگنے سے فوت ہوئے تھے۔

اہل خیبر میں سے الاسود الراعی شہید ہوئے، ان کے نام کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا جس

روز پہ اسلام لائے اسی روز قتل ہو گئے اس کتاب میں ان کا واقعہ مفصل طور پر بیان ہوا ہے۔
اشجع قبیلہ سے ایک آدمی شہید ہوا جس کا نام مورخین نے بیان نہیں کیا۔

انصار کے شہداء

خزرج قبیلہ سے :
۱ : بشر بن البراء بن معرور ،
۲ : فضیل بن النعمان ، ۳ : مسعود بن سعد بن قیس ،

اوس قبیلہ سے :
۱ : محمود بن مسلمہ اُنہیں مرحب یہودی نے قلعہ ناعم کی چوٹی سے تیر مار کر قتل کیا تھا۔
۲ : ابوضیاح بن ثابت بن النعمان ، ۳ : الحارث بن حاطب ،
۴ : عروہ بن مرۃ بن سراقہ ، ۵ : اوس بن القائد ،
۶ : انیف بن حبیب ، ۷ : ثابت بن أثلہ ،
۸ : طلحہ بن یحییٰ بن ملیل ،

بنی زہرہ سے ، ۱ : مسعود بن ربیعہ ،

یہود کے مقتولوں کی تعداد

خیبر کے معرکوں میں یہودیوں کے ۹۳ آدمی قتل ہوئے۔ ان میں سے اکثر آدمی النطاۃ اور الشق کے معرکوں میں قتل ہوئے جو خیبر کے نصف اول میں واقع ہیں، یہودیوں کے ان مقتولوں کے سرکردہ گیارہ لیڈر اور سردار تھے۔

۱ : مرحب، جسے حضرت علیؓ نے مبارزت میں قتل کیا ، بعض کہتے ہیں کہ اسے محمد بن مسلمہؓ نے قلعہ ناعم کے سامنے قتل کیا تھا۔

۲ : الحارث ابوزینب ، یہ مرحب کا بھائی تھا جسے حضرت علیؓ نے مبارزت میں قتل کیا تھا۔
۳ : یاسر ، اسے قلعہ ناعم کے سامنے مبارزت میں حضرت زبیر بن العوامؓ نے قتل کیا۔
۴ : اُسیر ، اسے بھی حضرت زبیر بن العوامؓ نے قلعہ ناعم کے سامنے مبارزت میں قتل کیا۔
۵ : عامر ، اسے حضرت علیؓ نے مبارزت میں قلعہ ناعم کے سامنے قتل کیا۔
۶ : یوشع ، اسے حباب بن منذرؓ نے مبارزت میں قلعہ الصعب کے سامنے قتل کیا۔
۷ : الدیال ، اسے عمارہ بن عقبہؓ غفاری نے قتل کیا۔

۸ : سلام بن مشکم ، یہ معرکہ النطاۃ میں قتل ہوا۔

۹ : عزول ، اسے حباب بن منذرؓ نے قلعہ ابی کے سامنے الشق میں مبارزت میں قتل کیا۔

۱۰ : کنانہ بن ابی الحقیق نضری کو، غداری اور عہد شکنی کے باعث ، خیبر کے نصف ثانی میں قتل کیا گیا۔

۱۱ : ربیع بن ابی الحقیق نضری کو بھی غداری اور عہد شکنی کی وجہ سے خیبر کے نصف ثانی میں قتل کیا گیا۔

یہ لوگ ، یہودیوں کے نمایاں لیڈر تھے جو خیبر کے معرکوں میں مارے گئے .... ان معرکوں میں یہودیوں کے جو مزید آدمی مارے گئے ان کی تعداد اکیاسی ۸۱ ہے مگر مورخین نے ان میں سے کسی کا نام نہیں لکھا۔

مہاجرین حبشہ کا خیبر میں آنا

خیبر کی فتح کے بعد ، مشرکین مکہ کے مظالم سے تنگ آکر جو لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے وہ خیبر میں آئے ، انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق ہجرت کی تھی ان مہاجرین کے سربراہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ تھے یہ لوگ حبشہ سے اس وجہ سے آئے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاہ حبشہ کی طرف ان کو بلانے کے لئے ایک آدمی بھیجا تھا جس کا نام عمرو بن امیہ ضمری تھا ، یہ مہاجرین حبشہ سے عرب علاقے تک دو ۲ کشتیوں پر سوار ہو کر آئے تھے۔

حضرت جعفر کی آمد سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہارِ مسرت

حضرت جعفر کی آمد سے ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت خوشی ہوئی۔ آپ کے متعلق یہاں تک بیان ہوا ہے کہ حضرت جعفر کی آمد کے وقت آپؐ کھڑے ہو گئے اور جعفر کو اپنے جسم کے ساتھ لگا لیا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا پھر فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ مجھے خیبر کی فتح سے زیادہ خوشی ہوئی ہے یا جعفر کی آمد سے۔

فدک، تیماء اور وادی القریٰ کی فتح

سقوطِ خیبر کے بعد، خیبر کے اردگرد کے متفرق علاقوں میں یہود کے کئی مورچے باقی رہ گئے تھے جہاں پر فوجیں، مسلمانوں کی مقاومت کا عزم لئے بیٹھی تھیں، لیکن وہ معرکۂ خیبر کے نتائج کی منتظر تھیں، یہودی، ان متفرق مورچوں جو فدک، وادی القریٰ اور تیماء کے نواح میں تھے، یہ توقع ہی نہ رکھتے تھے کہ خیبر کے یہودیوں پر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوگا کیونکہ وہ بڑے صاحبِ قوت اور بڑے ساز و سامان والے اور کثیر التعداد تھے لیکن مورچوں میں بیٹھے ہوئے ان یہودیوں کے لئے جو کچھ ہوا وہ ایک اچنبھا واقعہ تھا اس لئے ان میں سے بعض نے اطاعت اختیار کرنے میں جلدی کی، اور بعض نے جزیہ دیا اور بعض نے مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کیا اور وادی القریٰ کے یہودیوں کی طرح جنگ کے بعد اطاعت اختیار کی۔

فدک کے یہودیوں کا اطاعت اختیار کرنا

خیبر آنے سے قبل، رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی محیصہ بن مسعودؓ کو، فدک کے یہودیوں کی طرف بھیجا کہ وہ ان کے سامنے اسلام کو پیش کرے اور انہیں اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دے تاکہ وہ اسلامی سوسائٹی میں شامل ہو جائیں لیکن فدک کے یہودیوں کو یقین تھا کہ مسلمان، خیبر کے حملے میں ناکام ہو جائیں گے اس لئے انہوں نے، دعوتِ اسلام کے مقابلہ میں بہت خباثت اور ٹال مٹول سے کام لیا، اور آپ کے ایلچی کو کوئی قطعی جواب نہ دیا گویا وہ مسلمانوں پر یہودیوں کے غالب آنے کی خبر کے منتظر تھے تاکہ اسلام کے قبول کرنے سے انکار کا اعلان کر دیں لیکن انہیں اچانک معلوم ہوا کہ قلعہ ناعم کے یہودیوں نے اطاعت اختیار کر لی ہے (جو خیبر کے طاقتور ترین یہودی تھے) تو ان کا مورال گر گیا اور انہوں نے نصف زمین پر مسلمانوں سے مصالحت کر لی۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر آئے تو آپ نے اس کے قریب آکر، محیصہ بن مسعود کو فدک کی طرف بھیجا کہ اہلِ فدک کو دعوتِ اسلام دو اور انہیں ڈراؤ کہ آپ اہلِ خیبر کی طرح ان سے جنگ کر کے ان کے صحن میں اتر جائیں گے، محیصہؓ بیان کرتا ہے کہ میں ان کے پاس گیا اور ان کے ہاں دو دن ٹھہرا وہ انتظار کر رہے تھے وہ کہتے کہ النطاۃ میں

عامر، یاسر، اُسیر اور حارث موجود ہیں اور یہودیوں کا سردار مرحب بھی ہے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے صحن کے قریب بھی نہیں پھٹکیں گے، خیبر میں دس ہزار جانباز ہیں محیصہ کہتا ہے جب میں نے ان کی خباثت کو دیکھا تو واپسی کا ارادہ کیا، وہ کہنے لگے ہم تمہارے ساتھ آدمی بھیجتے ہیں جو ہمارے لئے صُلح کریں گے ـــــ ان کا خیال تھا کہ خیبر کے یہودی محفوظ رہیں گے ـــــ وہ اسی حالت میں تھے کہ ان کے پاس اہالیانِ قلعہ ناعم اور ان کے بہادروں کے قتل ہونے کی اطلاع آگئی .... جس نے ان کی کمر توڑ دی اور وہ محیصہ سے کہنے لگے ہم نے تم سے جو باتیں کی ہیں انہیں پوشیدہ رکھنا ہم تمہیں زیور دیں گے اور انہوں نے اپنی عورتوں کے بہت سے زیورات اکٹھے کر لئے محیصہ بیان کرتا ہے کہ جو باتیں میں نے تم سے سُنی ہیں، ان کی رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر ہو گئی ہے پھر جو باتیں انہوں نے کی تھیں میں نے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بتا دیں، محیصہ کہتا ہے کہ یہودی وفد کے ساتھ ان کا ایک سردار یوشع بن نون بھی مذاکرات کے لئے آیا تھا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک کے یہودیوں کے ساتھ کیسے مصالحت کی

مورخین نے فدک کے یہودیوں [illegible] اطاعت اختیار کرنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس شرط پر مصالحت کی کہ آپؐ ان کے خون کی حفاظت کریں . اور انہیں جلاوطن کر دیں اور وہ آپؐ کے اور اموال کے درمیان حائل نہیں ہوں گے تو آپ نے ایسا ہی کیا اور بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات پیش کی کہ وہ اپنے علاقے سے چلے جاتے ہیں لیکن آپؐ کو ہمارے اموال پر کوئی اختیار نہ ہوگا، لیکن جب ان کی علیحدگی ہوئی تو انہوں نے آکر مال کے حصے کئے مگر آپؐ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور بعض مورخین کہتے ہیں کہ جب رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آخری پیش کش کو مسترد کر دیا تو انہوں نے مقاومت کرنے کا فیصلہ کر لیا، تو آپؐ کے نمائندے محیصہ بن مسعود نے انہیں کہا ـــــ تمہارے پاس نہ کوئی محفوظ جگہ ہے نہ جوان ہیں نہ قلعے، اگر رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری طرف سو جوان بھی بھیج دیئے تو

وہ تمہیں ہانک کر آپؐ کے پاس لے جائیں گے، اس وقت انہوں نے صلح کرنی چاہی تو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نصف زمین پر صلح کی، واقدی بیان کرتا ہے کہ یہ قول زیادہ پائدار ہے

رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے درمیان، بغیر اس کے کہ آپؐ ان کے پاس اپنی فوج لے کر جائیں، صلح، مکمل ہو گئی اور وہ مسلسل اسی پوزیشن میں رہے یہاں تک کہ حضرت عمر بن الخطاب نے اپنے دورِ خلافت میں خیبر کے یہودیوں کے ساتھ فدک کے یہودیوں کو بھی جلاوطن کرنے کا فیصلہ کیا، آپ نے مال اور اقتصادیات کے ماہر صحابہؓ کو فدک کے کھیتوں اور اس کی تمام اراضی کی قیمت لگانے کے لئے بھیجا جب ان کی قیمت کا اندازہ مکمل ہو گیا تو خلیفہ وقت نے فدک کے یہودیوں کو نصف قیمت ادا کر دی جو پچاس ہزار یا اس سے کچھ زیادہ تھی، پھر انہیں خیبر کے یہودیوں کے ساتھ شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔ جیسا کہ اس کتاب کی فصل اوّل میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

وادی القریٰ کی فتح

وادی القریٰ، خیبر اور مدینہ کے درمیان واقع ہے یہ ایک سرسبز وادی ہے جہاں بڑے بڑے کھیت اور بے شمار چشمے ہیں، فتح خیبر کے وقت یہاں پر یہودیوں کی ایک جماعت رہتی تھی جو بہت طاقت ور تھی یہی وجہ ہے کہ سقوطِ خیبر کے بعد اس وادی کے یہودیوں نے ہی صرف مسلمانوں کی اطاعت اختیار کرنے سے انکار کیا اور بنوک شمشیر ان کی مقاومت کرنے کا فیصلہ کیا......... خیبر کے یہودیوں کی طرح، وادی القریٰ کے یہودی بھی گڑھیوں اور جنگی قلعوں میں پناہ لیتے تھے، نیز انہوں نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے اُن بُت پرست عربوں سے بھی مدد طلب کی جو خیبر سے وادی القریٰ کے رستے میں پڑتے تھے، اور عملاً بہت سے بُت پرست عرب، وادی القریٰ کے یہودیوں سے مل گئے اور محض مسلمانوں کے وادی تک پہنچنے پر ہی وہ ان سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

یہودیوں کا جنگ کی ابتداء کرنا

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ آپؐ انتباہ کرنے اور حجت کرنے اور اسلام پیش کئے بغیر کسی سے جنگ نہیں کرتے تھے اگر وہ اسلام قبول کر لیتے، تو

ان سے جنگ کرنے سے رُک جاتے اور انہیں اسلامی سوسائٹی کا ایک حصّہ سمجھتے اگر وادی القریٰ کے یہودیوں نے آپؐ کو اسلام پیش کرنے کا موقع ہی نہ دیا تاکہ آپؐ ان کی خونریزی سے رُک جاتے، جونہی اسلامی فوج، وادی القریٰ پہنچی (ابھی اس نے کجاوے بھی نہیں اتارے تھے اور جنگ کے لئے تیار بھی نہیں ہوئی تھی) تو یہودیوں نے اس پر حملہ کر دیا اور مسلمانوں کے ایک آدمی کو قتل کر دیا اور وہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام مدعم تھا، اُسے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ اتارتے ہوئے کسی یہودی کا تیر آلگا۔

جنگ کیلئے مُسلمانوں کی تیاری

اسی وقت رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو جنگ کے لئے تیار کیا اور ان کی صف بندی کی، اور دستے بنائے اور معرکہ میں حصّہ لینے کے لئے اپنے چنیدہ صحابہؓ میں جھنڈے تقسیم کئے، آپؐ نے اپنا جھنڈا، خزرج کے سردار، حضرت سعد بن عبادہؓ کو دیا اور ایک جھنڈا حضرت حباب بن منذرؓ کو دیا اور ایک جھنڈا حضرت عباد بن بشرؓ کو دیا اور ایک جھنڈا حضرت سہل بن حنیفؓ کو دیا تاکہ وہ جانبازوں کی قیادت کا کام سنبھالیں۔

یہُودیوں کو دعوتِ اسلام

باوجودیکہ وادی القریٰ کے یہودیوں نے جارحیّت میں ابتداء کی تھی پھر بھی رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے جنگ کرنے میں جلد بازی سے کام نہیں لیا بلکہ آپؐ کی آرزو تھی کہ ان کی خونریزی نہ ہو اور ان یہودیوں کو ہدایت نصیب ہو، آپؐ نے انہیں دخولِ اسلام کی دعوت دی اور انہیں یقین دلایا کہ اگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو وہ اپنے اموال کو محفوظ کرلیں گے اور ان کی خونریزی بھی نہیں ہوگی اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا۔

یہُودیوں کا دعوتِ اسلام کو ردّ کرنا اور جنگ کے لئے جلدی کرنا

مگر رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مصالحانہ دعوت کا جواب، وادی القریٰ کے یہُودیوں نے جنگ کو بھڑکانے کی صُورت میں دیا، انہوں نے آپؐ کی دعوت کو ردّ کر کے جنگ کے لئے جلدی کی اور اُن کا ایک شہسوار قلعوں سے باہر آکر مبارزت طلب کرنے لگا، اس کے مقابلہ میں حضرت

دبیر بن عوام نکلے اور انہیں قتل کر دیا پھر ایک اور شہسوار نکلا، اسے بھی حضرت زبیرؓ نے مقابلہ میں نکل کر قتل کر دیا پھر ایک اور یہودی نکلا، اس کے مقابلے میں حضرت علی بن ابی طالب نکلے اور اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر اور دو شہسوار نکلے، ان دونوں کے مقابلہ میں حضرت ابو دجانہ نکلے آپ نے یکے بعد دیگرے دونوں کو ڈھیر کر دیا۔ یہ مبارزت مسلسل جاری رہی یہاں تک کہ یہودیوں کے گیارہ آدمی مارے گئے، جب کبھی ان کا آدمی مارا جاتا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقیہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے، مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان شام تک مسلسل جنگ جاری رہی اور جب نماز کا وقت آجاتا، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ نماز پڑھتے اور ہر نماز کے بعد یہودیوں کو دعوت اسلام دیتے لیکن وہ انکار کرتے رہے اور مسلسل لڑتے رہے۔

یہودیوں کا اطاعت کرنا

دوسرے دن مسلمانوں نے یہودیوں پر بڑا تباہ کن حملہ کیا، ابھی سورج نیزہ بھر بھی بلند نہ ہوا تھا کہ یہودیوں نے اطاعت کا اعلان کر دیا اور اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا، وادی القریٰ کو بزور قوت فتح کیا گیا اور یہ پوری کی پوری وادی مسلمانوں کو غنیمت میں ملی۔

وادی القریٰ میں یہودیوں کو رہنے کی اجازت دینا

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وادی القریٰ کے یہودیوں سے بھی خیبر کے مغلوب یہودیوں کی طرح سلوک کیا، مگر اطاعت اختیار کرنے کے بعد آپؐ نے وادی القریٰ کے کسی یہودی کو قتل نہیں کیا، آپؐ نے وادی القریٰ کے یہودیوں کو، وادی میں رہنے کی اجازت فرمائی اور کھجوروں اور زمین کو ان کے پاس رہنے دیا کہ وہ اس کی دیکھ بھال کریں اور اس میں کاشت کاری کریں اور اس کے معاوضہ میں اس کی نصف آمدنی لیں۔ جیساکہ آپؐ نے خیبر کے یہودیوں کے ساتھ کیا تھا، آپؐ نے وادی القریٰ میں فقط چار روز قیام کیا، مجھے معلوم نہیں کہ کسی مؤرخ نے یہ ذکر کیا ہو کہ مسلمانوں نے وادی القریٰ کے یہودیوں کی عورتوں اور بچوں میں سے کسی ایک فرد کو بھی قیدی بنایا ہو، معلوم ہوتا ہے کہ

وہ معافی لینے میں کامیاب ہوگئے تھے جیساکہ خیبر کے نصف ثانی کے یہودی کامیاب ہوگئے تھے، وادی القریٰ کے یہودیوں کے اطاعت اختیار کرنے سے جزیرہ عرب میں یہودیوں کے سب سے طاقتور مورچے کا خاتمہ ہوگیا جس نے سقوط خیبر کے بعد مسلمانوں کا مقابلہ کیا تھا۔

تیماء کے یہودیوں کا جزیہ ادا کرنا

وادی تیماء جزیرہ کے شمال مغربی حصے میں واقع ہے یہاں کچھ یہودی رہتے تھے جو بڑے صاحب قوت تھے اور ان کے قلعے پہاڑوں کی چوٹیوں پر تھے ان کے متعلق توقع تھی کہ وہ کچھ مقاومت کریں گے مگر جب انہیں یہ خبر ملی کہ خیبر، فدک اور وادی القریٰ نے مسلمانوں کی اطاعت اختیار کرلی ہے تو انہوں نے اپنی طرف سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صلح کی درخواست کی اور مسلمانوں کو جزیہ دینے کی بھی پیش کش کی، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے جزیہ کو قبول کرلیا اور ان کے اموال ان کے پاس ہی رہنے دیئے اور مسلمانوں نے ان کی کسی چیز پر قبضہ نہ کیا کیونکہ وہ جزیہ دینے سے اہل ذمہ (دارالاسلام میں جزیہ دے کر رہنے والے غیر مسلم) ہوگئے تھے ان کی پوزیشن اس جنگ باز دشمن کی نہ تھی جو جنگ کے بعد اطاعت اختیار کرتا ہے .... اس لئے جب حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں خیبر کے یہودیوں کو جلاوطن کیا، تو تیماء کے یہودیوں کو جلاوطن نہ کیا بلکہ ان کو ان کے گھروں میں آزاد چھوڑ دیا کیونکہ وہ اہلِ ذمہ تھے اور ان سے کوئی ایسی بات بھی سرزد نہ ہوئی جو اس عہد کو توڑنے کا باعث بنتی، جس کے مطابق مسلمانوں نے ان کے خون کی حفاظت کی اور ان کے اموال کے ذمہ دار بنے رہے۔

قبیلہ فزارہ کی سازش

غطفان کا فزارہ قبیلہ، نجدی قبائل میں سے سب سے زیادہ سرکش اور مسلمانوں پر سب سے بڑھ کر سخت تھا، اس نے اپنے سردار عیینہ بن حصن کی قیادت میں سازش کی کہ وہ خیبر کے یہودیوں کی چار ہزار جانبازوں سے مدد کریں تاکہ وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں ان کے ساتھ ہوں جیساکہ اس کتاب میں اس کی تفصیل بیان ہوچکی ہے نیز غطفان کے قبائل (خاص کر فزارہ) اپنے آپ کو خیبر کے یہودیوں کا حلیفِ دل سمجھتے تھے، عیینہ نے دوبارہ یہودیوں کی مدد کرنے کی کوشش کی لیکن وہ وقت گذر جانے کے بعد خیبر پہنچا

اس نے دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ خیبر کے تمام نواح پر قابض ہو چکے ہیں تو وہ ناکامی ونامرادی کا دامن گھسیٹتا ہوا اپنے ساتھیوں کے ساتھ غطفان کی طرف واپس آگیا۔

فزارہ کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ روکنے کی کوشش کرنا اور آپ کا اُسے چیلنج دینا

باوجودیکہ فزارہ کے خیبری حلیفوں پر تباہ کن شکست نازل ہو چکی تھی اور اس شکست کی وجہ سے اس کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا تھا، پھر بھی اس قبیلہ کے جوانوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے اور ان پر غالب آنے کی اُمید مہکاتی رہی، لہٰذا فزارہ نے، عینیہ بن حصن کی قیادت میں فیصلہ کیا کہ خیبر سے واپسی پر مسلمانوں پر حملہ کیا جائے اس غرض کے لئے، انہوں نے ان علاقوں سے جو مدینہ کیطرف واپس آتے ہوئے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے راستے میں پڑتے تھے، بہت سی فوجوں کو اکٹھا کیا، جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ فزارہ آپ سے جنگ کرنے کا خواہاں ہے تو آپ نے اُسے چیلنج دیا اور ایک جگہ مقرر فرمائی کہ وہ وہاں پر اس کے جوانوں سے جنگ کریں گے، اس نبوی چیلنج کے پہنچتے ہی فزارہ کے لیڈروں کے قوی جواب دے گئے اور وہ سخت خوفزدہ ہو گئے اور اپنے فیصلے سے روگردان ہو گئے اور بھاگ گئے اور جب انہیں پتہ چلا کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانب اپنی فوج کے ساتھ مارچ کر دیا ہے تو وہ خوفزدہ ہو کر آپ کے رستے سے ہٹ گئے، معلوم ہوتا ہے کہ فزارہ کے لیڈروں نے مسلمانوں کو ڈرانے کے لئے ان سے جنگ کرنے کا اعلان کیا تھا کہ وہ ان کا راستہ کاٹ دیں گے تاکہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کے لیڈروں سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہو جائیں اور ان کا راستہ چھوڑنے پر انہیں کچھ مال دیں کیونکہ وہ ہمیشہ اس بات کا تذکرہ کرتے تھے کہ معرکہ خیبر سے قبل، کیسے آپ نے ان کے سامنے یہ پیش کش کی تھی کہ اگر وہ ان کے اور یہودیوں کے درمیان راستہ چھوڑ دیں اور ان کی مدد نہ کریں بلکہ غیر جانبدار رہیں تو آپ انہیں اس کے عوض میں خیبر کے پھل دیں گے لیکن اب وہ بات نہ رہی تھی کیونکہ خیبر پر حملہ

کے وقت آپؐ کی جو پوزیشن تھی وہ اور تھی اور خیبر سے واپسی کے وقت آپؐ کی پوزیشن اور تھی، خیبر پر حملہ کے وقت آپؐ بڑی تنگ حالت میں تھے اس تنگی میں آپؐ کو، غطفان کے اس اصرار نے ڈالا تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف چار ہزار جانبازوں سے یہودیوں کی مدد کرے گا، اس بات نے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی فوج کو دو آگوں کے درمیان ڈال دیا تھا .... یہود کے جانبازوں کی تعداد دس ہزار تھی اور فطفانی بھی فزارہ کے سردار کی قیادت میں چار ہزار جانبازوں پر مشتمل تھے اور ان دونوں کے درمیان مسلمانوں کی تعداد چودہ سو جانبازوں سے زیادہ نہ تھی اس لئے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجبور ہوکر فطفان کے لیڈر اور فزارہ کے سردار، عینیہ بن حصن کو، یہود اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والی جنگ میں غیر جانبداری اختیار کرنے کے مقابل، خیبر کے پھلوں کی پیش کش کی، لیکن غطفان نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا، اس کے باوجود رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ معرکہ جیت لیا اور پورے خیبر اور تمام شمال میں دخیل یہودیوں کے وجود کو بے حیثیت بنا دیا اور اب آپؐ اپنی فوج کے ساتھ خیبر پر شاندار اور تباہ کن فتح حاصل کرکے واپس آرہے تھے اب آپؐ کی شان ہی اور تھی، دس ہزار یہودی جانبازوں کی حد سے بڑھی ہوئی فوج کو کچلنے کے بعد اب آپ کو نہ فزارہ کا خوف تھا نہ فطفان کا، آپؐ نے سازو سامان والوں کثیر التعداد اور بلند اور مضبوط قلعوں والوں کو شکست دے دی تھی .... اس لئے جب فزارہ نے آپؐ کی واپسی پر آپؐ کے رستہ میں فوجوں کو اکٹھا کر دیا تو آپ بالکل خوفزدہ نہ ہوئے بلکہ آپؐ نے چیلنج دے کر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے جگہ بھی مقرر کردی مگر وہ بھاگ گیا اور وہ راستہ بھی چھوڑ گیا جس میں اس نے آپؐ کو روکنے کا فیصلہ کیا تھا، رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم واپسی پر مسلسل چلتے ہوئے مدینہ پہنچ گئے اور علاقے کے اعراب میں سے کوئی ایک بھی آپؐ کی راہ میں حائل ہونے کی جراَت نہ کرسکا۔

مکہ میں دلچسپ شرط کا واقعہ

(قریش مکہ (جن میں مسلمانوں کے دوست اور دشمن دونوں شامل تھے)

معرکہ خیبر کے نتائج پر نظر رکھے ہوئے تھے کہ یہ معرکہ کفر و ایمان کی جنگ کا قطعی فیصلہ کرنے والا ہوگا اور عہد نبویؐ کے اس عظیم اور خطرناک معرکے کے نتائج کی روشنی میں یہ بات طے ہوگی، کہ

دونوں دھڑوں کا آخری انجام نہ صرف خیبر میں بلکہ تمام جزیرہ عرب میں کیا ہوگا، کیوں کہ اس وقت جزیرہ عرب میں یہود خیبر اور ان کے غطفانی حلیفوں سے بڑھ کر، تعداد، تیاری اور قلعوں کی مضبوطی کے لحاظ سے جن میں خیبر کے یہودی پناہ لے لیتے تھے، مسلمانوں کا اور کوئی دشمن نہ تھا نیز شجاعت، اور سخت جنگ کرنے میں بھی خیبر کے یہودی جزیرہ عرب کے تمام یہودیوں سے ممتاز تھے اس لئے اہل مکہ خیبر کے معرکوں کی خبروں کا بڑے اہتمام سے جائزہ لے رہے تھے،

معرکہ کے نتائج کے متعلق جھگڑا اور شرط

معرکۂ خیبر کی اہمیت کے پیش نظر، قریش کی محفلوں میں، اس معرکہ اور اس کے نتائج کے متعلق ہی باتیں ہوتیں اور اکثر ان کی محافل میں یہ جھگڑا ہو جاتا کہ اس فیصلہ کن معرکے میں فتح کس کو حاصل ہوگی، مسلمانوں کو، یا یہود کو،

مشرکین مکہ کے ایک فریق کا سردار حویطب بن عبدالعزیٰ تھا، یہ فریق اس بات پر اصرار کرتا کہ اس معرکہ میں مسلمانوں کو، یہودیوں اور ان کے حلیفوں پر فتح حاصل ہوگی، اور دوسرے فریق کا سردار صفوان بن امیہ تھا یہ فریق اس کے برعکس مسلمانوں پر یہودیوں اور ان کے حلیفوں کو فاتح قرار دیتا تھا۔

ایک سو اونٹنیوں کی شرط

مکہ میں فریقین کے درمیان یہ جھگڑا اس حد تک پہنچ گیا کہ انہوں نے ایک سو اونٹنیوں کی شرط لگا دی کہ جس فریق کا قول سچا ثابت ہو وہ سو اونٹنیاں لے لے، معرکہ خیبر کی خبروں کے حصول کے لئے سادات مکہ نے یہ اہتمام کیا کہ وہ سواروں سے ان معرکوں کی خبریں حاصل کرنے کے لئے مکہ سے کئی میل باہر چلے جاتے، اب ہم اس جھگڑے اور اس دلچسپ شرط کا قصہ امام واقدی سے سنتے ہیں وہ بیان کرتا ہے کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز نے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے بیان کیا کہ اس نے اس شرط کے متعلق پوچھا جو قریش کے درمیان اس وقت لگی تھی جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف گئے تھے وہ کہتا ہے کہ حویطب بن عبدالعزیٰ کہا تھا کہ جب میں صلح حدیبیہ سے واپس آیا تو مجھے یقین تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم مخلوق پر

غالب آجائیں گے اور شیطان کی غیرت میرے دین کے ساتھ رہے گی، ہمارے پاس عباس بن مرداس سلمی نے آکر بتایا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) یہود خیبر کی طرف گئے ہیں اور انہوں نے بڑی جمعیت اکٹھی کرلی ہے، محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کامیاب نہیں ہوں گے، عباس نے یہاں تک کہا کہ جو چاہے میں اس کی بیعت کرتا ہوں، محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کامیاب نہیں ہوں گے، میں نے کہا، میں تجھ سے شرط لگاتا ہوں، صفوان بن امیہ نے کہا، عباس میں تیرے ساتھ ہوں اور نوفل بن معاویہ نے بھی کہا، عباس میں تیرے ساتھ ہوں، قریش کی ایک پارٹی میری طرف مائل ہو گئی تو ہم نے پانچ اونٹوں سے لے کر ایک سو اونٹ تک شرط لگائی، میں اور میری پارٹی کہتی کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) غالب آئیں گے اور عباس اور اس کی پارٹی کہتی کہ غطفان اور یہود غالب آئیں گے شدید جھگڑے کی وجہ سے آواز بلند ہوئی تو ابوسفیان بن حرب نے کہا، لات کی قسم مجھے عباس بن مرداس اور اس کی پارٹی کے متعلق خدشہ ہے تو صفوان نے ناراض ہو کر کہا میں نے تجھے مخالف پایا ہے تو ابوسفیان نے اس کو خاموش کرا دیا یہاں تک کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے غالب آنے کی اطلاع آگئی تو حویطب اور اس کی پارٹی نے شرط جیت لی، محدثین کہتے ہیں کہ خیبر کے متعلق قسمیں کھائی جاتی تھیں، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف گئے تو اہل مکہ میں سے بعض کہتے کہ خیبر میں دونوں حلیف اسد، غطفان اور یہودی غالب آئیں گے کیونکہ یہودیوں نے اپنے حلیفوں سے مدد مانگی تھی اور انہیں خیبر کے ایک سال کی کھجوریں دینے کا وعدہ کیا تھا اس بارے میں ان کے درمیان بڑے بڑے عہد وپیمان ہوئے تھے۔

حجاج بن علاط کا واقعہ

حجاج بن علاط سلمی[۱] ثم البہزی اپنی لوٹ مار کے سلسلے میں نکلا ہوا تھا کہ اسے پتہ چلا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خیبر میں ہیں تو وہ مسلمان ہو کر خیبر میں رسول کریم صلے اللہ

---

[۱] حجاج بن علاط ابن خالد سلمی ثم البہزی، یہ پہلا شخص ہے جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنی سلیم کی کان کا صدقہ بھیجا، شام کے معرکوں میں شامل ہوا اور اہل شام کی طرف سے حضرت عمرؓ کی خدمت میں اس وقت نمائندہ بن کر آیا جب آپ نے انہیں لکھا کہ اپنے (باقی اگلے صفحہ پر)

علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو گیا، ام شیبہ بنت عمیر بن ہاشم مصعب عبدری کی بہن اس کی بیوی تھی، حجاج بڑا سرمایہ دار آدمی تھا۔ اس کی ارض بنی سلیم میں سونے کی کانیں تھیں۔ اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں جا کر اپنی بیوی سے اپنا مال لے لوں، اگر اُسے میرے اسلام لانے کا علم ہو گیا تو میں اس سے کچھ نہیں لے سکوں گا، آپؐ نے اُسے اجازت دے دی. اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ باتیں کئے بغیر چارہ نہیں آپؐ نے اُسے اجازت دی کہ جو چاہو کہو، حجاج بیان کرتا ہے کہ جب میں حرم میں پہنچا تو میں نیچے اُترا تو میں نے ثنیۃ البیضاء میں قریش کے آدمیوں کو خبروں کی ٹوہ لگاتے دیکھا، انہیں یہ اطلاع مل چکی تھی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف چلے گئے ہیں اور انہیں پتہ تھا کہ خیبر، حجاز کا سبزہ زار اور محفوظ علاقہ ہے وہاں پر آدمی اور اسلحہ بھی موجود ہے۔ وہ خبروں کی ٹوہ لگا رہے تھے حالانکہ ان کے درمیان کوئی شرط نہ لگی تھی جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے خدا کی قسم حجاج بن علاط کے پاس کوئی خبر ہو گی کہنے لگے، اے حجاج ہمیں پتہ چلا ہے کہ رشتوں کو قطع کرنے والا یعنی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم، یہود کے علاقے اور حجاز کے سبزہ زار کی طرف چلا گیا ہے، میں نے جواب دیا کہ مجھے بھی پتہ چلا ہے کہ وہ خیبر کی طرف گئے ہیں، میرے پاس تمہارے لئے ایک خوشکن خبر ہے تو وہ میری سواری کے اردگرد اکٹھے ہو کر کہنے لگے، حجاج ہمیں وہ خبر بتاؤ، میں نے کہا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور آپؐ کے ساتھیوں کو، آج تک اہل خیبر کی طرح اچھی طرح جنگ کرنے والی قوم سے پالا نہیں پڑا، انہوں نے عربوں میں گھوم پھر کر آپؐ کے مقابلہ کے لئے دس ہزار آدمیوں کو جمع کیا ہے اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ایسی شکست ہوئی ہے کہ اس قسم کی شکست کی بابت کبھی سُنا بھی نہیں گیا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا گیا ہے اور یہودی کہتے ہیں کہ ہم اسے اس وقت تک قتل نہیں کریں گے جب تک اسے مکہ نہ لے جائیں پھر ہم اسے ان لوگوں کے بدلہ میں قتل کریں گے جو اس نے ان میں سے اور ہم میں سے قتل کئے ہیں، اور مسلمان تمہاری طرف اپنے اپنے قبیلوں میں امان طلب کرتے ہوئے واپس آ رہے ہیں اور اپنے پہلے دین کو

بقیہ حاشیہ: اشراف میں سے کوئی آدمی میری طرف بھیجو، حجاج، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں فوت ہوا۔

ہی اپنا رہے ہیں پس تم ان کی بات نہ ماننا جو کچھ انہوں نے تمہارے ساتھ کرنا تھا وہ کر چکے ہیں۔ حجاج کہتا ہے کہ انہوں نے مکہ میں شور ڈال دیا اور کہا کہ ہمارے پاس خبر آئی ہے، محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ابھی تمہارے سامنے لایا جاتا ہے میں نے کہا کہ میرے قرضداروں سے میرا مال جمع کرنے میں، میری مدد کرو، میں چاہتا ہوں کہ میں ان لوگوں کے پاس جنہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحابؓ نے شکست دی ہے، دوسرے تاجروں سے پہلے پہنچ جاؤں، تو انہوں نے مجھے نہایت احسن طریق پر میرا مال اکٹھا کر دیا، پھر میں اپنی بیوی کے پاس آیا، اس کے پاس بھی میرا مال تھا میں نے اُسے کہا مجھے میرا مال دے دو تاکہ میں خیبر چلا جاؤں اور جن لوگوں نے مسلمانوں سے شکست کھائی ہے ان کے پاس دوسرے تاجروں سے پہلے پہنچ جاؤں تاکہ مجھے تجارت میں نقصان نہ ہو، عباس بن عبدالمطلبؓ یہ بات سُن کر کھڑے ہو گئے تو لڑکھڑا گئے اور کھڑے نہ ہو سکے اور ڈر گئے کہ کہیں انہیں گھر میں داخل کر کے ایذاء نہ دی جائے اور انہیں پتہ چل گیا کہ انہیں تکلیف پہنچائی جائے گی تو آپ لیٹ گئے اور اپنے گھر کے دروازے کو کھول دینے کا حکم دے دیا اور اپنے بیٹے قثم کو بلایا وہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہم شکل تھا اور آپ خود بلند آواز سے شعر پڑھنے لگے تاکہ دشمن خوش نہ ہوں، عباسؓ کے دروازے پر غمگین اور خوش اور مسلم مرد اور عورتیں جو کفر کے غلبے سے مقہور ہو گئے تھے، آگئے، جب مسلمانوں نے حضرت عباسؓ کو خوش باش دیکھا تو وہ بھی خوش ہو گئے اور ان کی طاقت میں اضافہ ہو گیا، عباسؓ نے اپنے ایک غلام ابوزبینہ کو بُلا کر کہا کہ حجاج کے پاس جاؤ اور اُسے جا کر کہو، عباس کہتا ہے کہ تو نے جو خبر دی ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی شان بہت بلند ہے، کیا وہ خبر سچی ہے وہ اس کے پاس آیا تو حجاج نے کہا، ابوالفضل سے کہنا کہ آپ نے مجھے اپنے بعض گھرانوں میں بڑی عزت دی ہے آپ جو بات پسند کرتے ہیں، میں آپ کے پاس ظہر کے وقت اس کی خبر لے کر آؤں گا بس آپ میری بات کو پوشیدہ رکھیں، ابوزبینہ، عباسؓ کو خوش خبری دیتے ہوئے آیا اور کہنے لگا میں آپ کو ایسی خوشخبری دیتا ہوں جو آپ کو خوش کر دے گی تو عباسؓ ایسے ہو گئے گویا انہیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی ابوزبینہ آپ کے پاس آیا تو عباس نے اُسے گلے لگا لیا اور آزاد کر دیا، اس نے عباسؓ کو، حجاج کی بات بتائی عباس نے کہا مجھ پر للہ دس غلاموں کا آزاد کرنا فرض

ہے، جب ظہر کا وقت ہوا حجاج نے آکر عباس کو خدا کا واسطہ دے کر کہا کہ تین دن تک میرے بارے میں یہ خبر پوشیدہ رکھنا، عباس نے اُسے یقین دلایا تو اس نے کہا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں میرا مال، میری بیوی کے پاس تھا اور لوگوں کے ذمہ کچھ قرض بھی تھا، اگر ان لوگوں کو میرے اسلام لانے کے متعلق علم ہو جاتا تو وہ مجھے میرا مال نہ دیتے، میں نے رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ آپؐ خیبر کو فتح کر چکے ہیں خیبر میں خدا اور اس کے رسُول کے تیر چلے ہیں اور جو کچھ خیبر میں تھا آپ نے اُسے نکال کر قبضہ میں کر لیا ہے، آپؐ نے حیی بن اخطب کی بیٹی سے شادی کر لی ہے اور ابن ابی الحقیق کو قتل کر دیا ہے، واقدی بیان کرتا ہے جب شام کو حجاج چلا گیا تو عباس پر وہ راتیں طویل ہو گئیں اور وہ کہنے لگے اے حجاج تو جو کہتا ہے میں اُسے دیکھ رہا ہوں، میں خیبر کو جانتا ہوں وہ حجاز کا سبزہ زار ہے اس نے ساز و سامان والے لوگوں کو اکٹھا کر لیا ہے اور وہ لوگ بڑے محفوظ ہیں، تو نے جو بات کہی ہے کیا وہ سچ ہے ؟ اس نے کہا تھا، خدا کی قسم ایک دن رات میرے بارے میں یہ بات پوشیدہ رکھنا۔

واقدی بیان کرتا ہے، جب مدت گذر گئی اور لوگ شرط کے متعلق مضطرب تھے تو عباسؓ نے ایک حُلّہ زیب تن کیا اور خوشبو لگائی اور ہاتھ میں چھڑی لی اور چل کر حجاج کے دروازے پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو اس کی بیوی نے کہا ابوالفضل اندر نہ آنا، عباس نے دریافت کیا حجاج کہاں ہے اس نے جواب دیا وہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی غنائم کو خریدنے گیا ہے جو انہیں یہودیوں سے ملی ہیں تاکہ دُوسرے تاجر اس سے پہلے وہاں نہ پہنچ جائیں۔

عباسؓ نے اسے کہا جب تک تو اس کے دین کی پیروکار نہ بنے وہ تیرا خاوند نہیں ہے وہ مسلمان ہو گیا ہے اور وہ فتح خیبر میں رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھا وہ تجھ سے اور اپنے رشتہ داروں سے اپنا مال لے کر اس لئے بھاگ گیا ہے کہ کہیں وہ اُس سے چھین نہ لیں، اس نے کہا ابوالفضل کیا یہ بات سچ ہے، عباس نے کہا خدا کی قسم سچ ہے، اس نے کہا روشن ستاروں کی قسم آپ سچ کہتے ہیں پھر وہ اپنے اہل کو خبر دینے کے لئے چلی گئی، عباس مسجد کی طرف واپس آگئے اور قریش، حجاج کی باتوں پر آپس میں گفتگو کرنے لگے

جب انہوں نے عباس کی حالت کو دیکھا تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرنے لگے اور ان کے صبر پر متعجب ہونے لگے، پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا تو قریش نے کہا اے ابوالفضل خدا کی قسم اس شدید معیبت میں یہ صبر، تین دن سے آپ کہاں تھے کہیں نظر ہی نہیں آئے، عباس نے جواب دیا خدا کی قسم وہ بات نہیں ہے جس کی تم نے قسم کھائی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کرلیا ہے اور ان کے بادشاہ حیی بن اخطب کی بیٹی سے شادی کرلی ہے اور بنی ابی الحقیق جو یثرب میں نضیر کے سردار تھے اس نے ان کو تلوار سے قتل کر دیا ہے اور حجاج کی بیوی کے پاس اس کا جو مال تھا وہ اُسے لے کر بھاگ گیا ہے انہوں نے پوچھا آپ کو یہ خبر کس نے دی ہے، عباس نے کہا میرا دل اس کو سچ کہتا ہے اور مجھے اس پر اعتقاد ہے، انہوں نے اس کے گھر آدمی بھیجا تو پتہ چلا کہ حجاج اپنا مال لے کر چلا گیا ہے اور وہ صبح تک اپنے گھر والوں سے پوشیدہ رہا ہے، دریافت کرنے پر انہوں نے تمام باتوں کو درست پایا تو مشرکین بہت ذلیل ہوئے اور مسلمان بہت خوش ہوئے، ابھی پانچ دن بھی نہیں گذرے تھے کہ قریش کے پاس یہ خبر پہنچ گئی۔

تحلیل و تجزیہ

اسلامی اور یہودی فوجوں کے درمیان موازنہ

عہدِ نبویؐ میں مسلمانوں نے جن معرکوں میں حصہ لیا، ان میں انجام کے نقطۂ نظر سے معرکۂ احزاب سب سے اہم اور خطرناک معرکہ ہے...... کیونکہ اس جنگ کا مقصد مسلمانوں کی ہستی کو نیست و نابود کر دینا تھا...... پس احزاب کی جارحیت کے خلاف مسلمانوں کی کامیابی کو، سب سے بڑی فتح خیال کیا جاتا ہے اس لئے کہ اسلام کی ہستی تیز ہواؤں کے تھپیڑوں سے تباہی کی طرف مائل ہونے کے بعد مضبوطی کے ساتھ قائم ہوئی تھی...... معرکۂ احزاب میں مسلمانوں کی کامیابی کا یہ مقام ہے.....

اور معرکۂ خیبر میں یہودیوں پر فتح حاصل کرنا (جنگی اندازوں کے مطابق) عہدِ نبویؐ کی سب سے بڑی فتح ہے، معرکۂ احزاب میں مسلمان، جارحیت کے بعد غالب ہوئے تھے یہ کامیابی انہیں اس لئے حاصل ہوئی کہ وہ معرکۂ خیبر میں مندرجہ ذیل امتیازات رکھتے تھے:

۱ : وہ ایک طویل اور وسیع خندق کے پیچھے محفوظ تھے، یہ خندق، احزاب کی فوجوں کو روکنے کے لئے کھودی گئی تھی اسے جنگی دفاعی منصوبوں کے درمیان رکاوٹ کا ایک بڑا ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور کثیر حملہ آور فوج جو قلیل فوج پر دفعتہً حملہ کر کے اس کا کام تمام کرنا چاہتی ہے اس کے مقابلہ میں یہ ایک خطرناک روک بن جاتی ہے جیساکہ تینوں احزاب کے لیڈروں نے جارحیت کا ناکام منصوبہ بنایا تھا...... احزاب کی فوجوں کے سالاروں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مدینہ میں قبضہ کے منصوبے کی ناکامی کا سب سے بڑا مادی سبب وہ خندق ہے جس سے انہیں اچانک واسطہ پڑا، یہاں تک کہ انہوں نے خندق کے کناروں پر کھڑے ہو کر حیرانی کے عالم میں کہا ـــــــ

خدا کی قسم یہ ایک چال ہے، عرب تو اس چال کو جانتے بھی نہ تھے۔

۲ : احزاب کی فوجیں حملہ آور تھیں . . . اور مسلمان مدافعت کرنے والے تھے اور یہ قاعدے کی بات ہے کہ حملہ آور کو زیادہ مصیبت اٹھانی پڑتی ہے...... اور قلعہ بند ہو کر مدافعت کرنے والے کو، حملہ آور سے بہت کم تکلیف اٹھانی پڑتی ہے خواہ اس کی فوج، حملہ آور کی فوج سے بہت کم ہو، ہر دور اور ہر زمانے میں جنگی اندازوں کے مطابق یہ ایک مشہور و معروف بات ہے۔

۳ : باوجودیکہ احزاب، حملہ آور تھے ان کی اور مدافعت کرنے والی مسلمان فوج کی نسبت ایک اور دس کی تھی..... اور خیبر کے یہودیوں کی نسبت ایک اور پندرہ کی تھی۔

۴ : جنگ باز احزاب کی فوج میں اعراب بھی شامل تھے جن کی اکثریت کو رسد ملتی تھی، وہ، جان، اہل و عیال اور بچوں کے دفاع کے مقام میں نہ تھے اور نہ ہی وہ عقائد کی جنگ لڑ رہے تھے کہ وہ جنگ میں جان کی بازی لگا دیتے وہ تو صرف غنیمت حاصل کرنے کے لئے جنگ میں شریک ہوئے تھے حالانکہ انہیں کوئی قابلِ ذکر غنیمت نہیں ملی، اس لئے انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر وہ خندق میں گھس کر مدینہ پر قبضہ بھی کرلیں تب بھی انہیں ہرگز اتنی

غنیمت نہیں ملے گی جتنے وہ خندق کے کنارے پر، خندق میں داخل ہونے سے قبل، مسلمانوں کی تلواروں سے اپنے آدمی مروا دیں گے، لہٰذا وہ مدینہ پر حملہ کرنے سے باز آگئے اور انہوں نے واپس چلے جانے ہی کو کافی غنیمت خیال کیا۔

۵ : جو مسلمان خندق کے پیچھے پڑاؤ کئے ہوئے تھے وہ عقائد کی جنگ لڑ رہے تھے جس کو آج کل کی زبان میں آئیڈیالوجی کہتے ہیں، پس وہ حرمات، اور جان و مال اور عزت کے دفاع کے علاوہ ایک نئی ہستی کا بھی دفاع کر رہے تھے جس کی بقاء انہیں اپنی جانوں، مالوں سے بھی زیادہ عزیز تھی اور وہ تھی اسلام کی ہستی' ...... یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خندق کی پناہ لینے کے باوجود، نہایت سخت جنگ لڑی اور احزاب کی فوجیں ان پر جو عددی تفوق کا امتیاز رکھتی تھیں انہوں نے اس امتیاز کو خاک میں ملا دیا۔

مگر معرکۂ خیبر میں صورت حال اس کے برعکس تھی وہاں (صرف فوجی نقطۂ نگاہ سے) کوئی ایسا مادی سبب نہ تھا جس سے مسلمان یہودیوں پر فوقیت رکھتے ..... بلکہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خیبر میں جنگی لحاظ سے یہود کی پوزیشن مضبوط تھی اور اس کے ساتھ ساتھ عسکری مادی اندازوں کے مطابق یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ ان کے پاس مسلمانوں پر فتح حاصل کرنے کے تمام اسباب موجود تھے ان میں سے اہم اسباب یہ تھے:

۱۔ عددی تفوق:

یہودی فوجوں کی تعداد دس ہزار تھی اور پانچ ہزار کے قریب ان کے غطفانی حلیف ان کی مدد کر رہے تھے، یہ لوگ معرکۂ خیبر کے اختتام پذیر ہونے تک ان کی ریزرو فوج تھے بلکہ انہوں نے یہودیوں کا حلیف ہونے کے لحاظ سے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کرنیکی بھی کوشش کی تھی۔

۲۔ خوفناک تعداد:

اس خوفناک تعداد کے مقابل مسلمانوں کی فوج چودہ سو جانبازوں سے زیادہ نہ تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ اس معرکہ میں مسلمانوں کی نسبت، یہودیوں اور ان کے حلیفوں

کے مقابلہ میں ایک اور پندرہ کی تھی، یہ ایک خوفناک عددی تفوق ہے جس میں کوئی ماہر فوجی شک نہیں کر سکتا اور وہ عام اندازوں کے مطابق جنگ کے نتائج کی توقع رکھتا ہے ـــــ اور وہ یہ کہ یہودیوں کو مسلمانوں پر فیصلہ کن فتح حاصل ہوگی۔

۳ــ تیاری اور اسلحہ میں زبردست برتری،

عددی کثرت کے ساتھ ساتھ یہودی، مسلمانوں پر اسلحہ کی عمدگی اور حملہ اور دفاع کی جنگی تیاری میں بھی فوقیت رکھتے تھے ..... اس لئے کہ بے پناہ دولت ان کے ہاتھوں میں تھی جس سے وہ ہر طرح کا اسلحہ حاصل کر سکتے تھے اور ہر طرح کی تیاری بھی کر سکتے تھے۔

۴ــ ممتاز جنگی حکمتِ عملی،

خیبر میں یہودی جنگ باز جس ممتاز جنگی حکمتِ عملی سے بہرہ ور تھے ..... وہ یہ تھی کہ وہ عددی کثرت، تیاری اور اسلحی برتری کے ساتھ ساتھ اُن مضبوط قلعوں میں قلعہ بند تھے جو تجربہ شدہ حربی منصوبوں کے تحت پہاڑوں کی چوٹیوں پر بنائے گئے تھے، ان میں داخل ہونا تو کجا، ان پر حملہ کا اقدام کرنا ہی محال تھا کیونکہ یہ قلعے بلند چوٹیوں پر واقع تھے اور ان کے برجوں سے اردگرد کی تمام فوجی چوکیاں نظر آتی ہیں اور وہ قریب آنے والے پر بڑی سہولت کے ساتھ تباہ کن تیر برسا سکتے تھے۔

۵ ــ غذائی مواد کی کثرت،

یہودیوں نے اپنے قلعوں میں مختلف غذائی مواد کی بڑی مقدار سٹور کر رکھی تھی۔ تاکہ وہ کئی سال ان کے گذارے کے لئے کافی ہو اس کا پتہ ان غنائم کے اعداد و شمار سے لگتا ہے جو ان قلعوں پر قبضہ کے وقت مسلمانوں کے ہاتھ آئیں ان قلعوں میں پانی بھی وافر مقدار میں تھا اور ہمیشہ بہتا رہتا تھا جس کی موجودگی میں وہ کئی سال تک مسلسل جنگ لڑ سکتے تھے۔

۶ــــ شجاعت

خیبر کے یہودی علی الاطلاق، جزیرہ عرب کے تمام یہودیوں سے شجاع تھے مسلمانوں سے لڑتے وقت بھی ان کی شجاعت میں کمی واقع نہیں ہوئی یہ بات ان معرکوں سے ثابت ہے جو انہوں نے اپنے قلعوں کے دفاع میں لڑے بلکہ یہ کہنا ممکن ہے کہ انہوں نے اس وقت تک اپنے قلعوں کو خالی نہیں کیا جب تک ان کے ایک ایک انچ کے لئے زبردست دفاع نہیں کیا ... خصوصاً خیبر کے نصف اول کے قلعوں کے لئے، اور اس حقیقت پر سب سے زیادہ یہ بات روشنی ڈالتی ہے کہ ان کے تمام سالار مثلاً مرحب، یاسر، اسیر، حارث اور عامر میدانِ جنگ میں ہاتھ میں تلواریں پکڑے ہوئے قتل ہوئے،

۷ــــ دین کا دفاع

یہودیوں کا دین بہت پرانا ہے گمر اس میں بہت تحریف اور تبدیلی آ چکی ہے پھر بھی وہ اسی دین سے متمسک کئے ہوئے ہیں اور اس کے لئے اس حد تک تعصب رکھتے ہیں کہ وہ اس سے علیحدگی کی نسبت، ہر چیز کو قربان کر دینا بہتر سمجھتے ہیں، یہودیوں کو اپنے دین کے لئے بڑا تعصب ہے اس کا یقین ان واقعات سے ہوتا ہے جو ہر زمانے میں دیکھے جا سکتے ہیں ... اور یہودیوں کو اس دین کے ساتھ اس لئے زیادہ تعصب ہے کہ یہ ایک قومی دین ہے اور بنی اسرائیل اکیلے ہی اپنے آپ کو خدا کا پسندیدہ گروہ سمجھتے ہیں اس وجہ سے وہ اپنے دین کے مقابل، کسی دین کے وجود کو برداشت نہیں کر سکتے، خیبر کے یہودی، اپنے عقیدہ سے بڑا تعصب رکھتے ہیں اور اس راسخ عقیدہ کا جنگ باز، جنگ میں سخت عناد اور شوق رکھتا ہے، خاص کر جب اُسے یہ وہم ہو کہ کوئی خطرہ اس کے دین اور عقیدہ کو ختم کر دے گا اور یہی کام خیبر کے جنگ باز یہودیوں نے کیا۔

۸ــــ بیوی، بچّوں اور مال کی حفاظت کا سبب اور پناہ اور حکومت

جب خیبر کے یہودی، جنگ لڑ رہے تھے تو ان کی عورتیں اور بچے بھی ان کے

ساتھ ہی تھے جن عزیز چیزوں کی انسان حفاظت کرتا ہے یہ ان میں سب سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں . . . نیز یہودی بڑے سرمایہ دار تھے اور منقولہ اور غیر منقولہ بڑی جائداد رکھتے تھے اور وہ خیبر میں بڑے صاحب عزت اور مطلق العنان بادشاہ تھے اور وہ ان تمام امور کی موجودگی میں اچھی طرح جانتے تھے کہ اس دور کے عالمی جنگی قانون کے مطابق مسلمانوں کے غلبہ کی صورت میں وہ ان تمام باتوں سے محروم ہوجائیں گے اس لئے یہ ایک بدیہی بات تھی کہ ان عوامل کے تحت یہود کی جنگ نہایت سخت ہوگی اور اس میں کسی قسم کی مصالحت اور تساہل نہیں ہوگا، اس بات نے مسلمانوں کے لئے عملاً بڑی مصیبت پیدا کردی اور اسلامی فوج کو خیبر کے یہودیوں کے مقابلہ میں ایک ایسی جنگ لڑنی پڑی جس قسم کی جنگ سوائے معرکۂ حنین کے، انھوں نے عہد نبویؐ میں کبھی نہیں لڑی تھی۔

۹— اسلامی فوج حملہ آور تھی۔ اور یہودی فوج مدافعت کرتی تھی،

فوجی نقطۂ نگاہ سے یہ بات معلوم ہی ہے کہ حملہ آور کو، مدافعت کرنے والے کی نسبت زیادہ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ جیساکہ یہ بات بدیہی طور پر حملہ آور پر واجب ہے کہ ہمہ گیر جنگ کے لئے اس کی فوج، دشمن کی فوج سے زیادہ ہونی چاہیئے اور جب ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ یہودی۔ اپنے قلعوں کی فصیلوں کے پیچھے قلعہ بند تھے اور ان کے جانبازوں کی تعداد دس ہزار تھی اور اس کے بالمقابل مسلمان چودہ سو سے زیادہ نہیں تھے تو ہمیں اسلامی فوج کی اس صعوبت کا پتہ چل جاتا ہے جو اُسے قلعہ بند یہودیوں کے مقابلہ میں برداشت کرنی پڑی، یہود کے اس ہمہ گیر تفوق کے مقابل، جو انہیں تعداد، ساز و سامان، اسلحہ اور فوجی حکمت عملی اور محفوظ دفاعی پوزیشنوں اور مسلمانوں پر فتح حاصل کرنے کے لئے تمام مادی وسائل کی موجودگی کی وجہ سے حاصل تھا، مسلمان ان سے ہر مادی چیز میں کم تر تھے۔

اسلامی فوج کے پاس تعداد کی قلت کے ساتھ ساتھ کسی قسم کے بچاؤ کے لئے بڑے بڑے ہتھیار بھی نہ تھے جیسے بڑی توپیں اور ٹینک، کیونکہ فوج اس زمانے میں ان کی حفاظت میں ان کے پیچھے پیچھے چلتی تھی اور قلعوں پر حملہ کرتی تھی، اسلامی فوج کی اکثریت کے پاس

عام زرہیں بھی نہ تھیں جنہیں جنگ کے موقع پر جنگ کرنیوالا پہنتا ہے ان میں سے اکثر ننگے سر تھے اور اس کے باوجود وہ حملہ کے لئے تیار تھے اور یہود کے سامنے کھلے میدان میں تھے، اسی طرح جیش نبوی کے پاس چھوٹا تباہ کن اسلحہ بھی نہ تھا جس کا خیبر کے یہودیوں کے قلعوں پر حملہ کرنے والے کے پاس ہونا ضروری ہے جیسے آگ برسانے والی منجنیقیں اور قلعوں کو تباہ کرنے کے لئے پتھر پھینکنے والی منجنیقیں، یہ اس دور کے معروف ہتھیار تھے اور خاص طور پر رومیوں اور ایرانیوں کے پاس موجود تھے اور یہودیوں کے پاس ان کی نفیس ترین مقدار تھی جس پر جیش اسلامی نے قبضہ کیا، اور پھر اُسے بعض قلعوں کو تباہ کرنے کے لئے استعمال کیا، یہاں تک کہ خیبر فتح ہوگیا۔

اسی طرح مادی اور عسکری اندازوں کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے یہودیوں کے پاس، مسلمانوں کو بھگانے اور حملہ کے وقت ان پر غالب آنے کے لئے، ہر سہولت موجود تھی اس لئے کہ جنگ باز کو فتح حاصل کرنے کے لئے جن مادی اور غیر مادی وسائل کی ضرورت ہوتی ہے وہ تمام وسائل یہود کو میسر تھے لیکن اس کے باوجود معاملہ بالکل برعکس ہوا کہ تھوڑے سے مسلمانوں کو، جو یہودیوں سے تمام مادی وسائل سے کم تھے، یہودیوں پر فتح حاصل ہوئی، یہ فتح اچانک اور اس حیران کن انداز سے ہوئی جس نے فوجی روایتی اندازوں کو باطل کر دیا اور عملی طور پر یہ ثابت کر دیا کہ جنگی قوت خواہ کس قدر زیادہ ہو معرکوں میں فتح حاصل کرنے کے لئے اکیلے اس کا ہونا کافی نہیں۔

اسی طرح خیبر میں یہودیوں پر مسلمانوں کی فتح نے ثابت کر دیا کہ اسلحہ اور تیاری اور جوانوں کی کمی، ہر حالت میں ہمیشہ شکست اور مطلوبہ فتح حاصل نہ کرسکنے کا سبب نہیں ہوتی ان حقائق کی موجودگی میں شاید ہمیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وہ صحیح اور راسخ عقیدہ جس سے مسلمان جانباز تمسک کئے ہوئے ہوتا ہے اور جس کے پرچم تلے وہ صدق و وفا سے لڑتا ہے، اسی نے معرکہ خیبر میں، طاقت کے توازن کو تلپٹ کر دیا تھا اور یہی کثیر تعداد یہودیوں پر قلیل مسلمانوں کے غالب آنے کا پہلا قطعی سبب ہے، حالانکہ ہر مادی چیز میں جس کی ایک جانباز کو ضرورت ہوتی ہے یہودی کثرت فوقیت رکھتی تھی۔

معرکۂ خیبر میں اسباق

خیبر کے فیصلہ کن معرکہ کی تفاصیل کی تہ میں، بہادری، قربانی، عقیدے کی مضبوطی، صدقِ جہاد اور قوتِ ایمانی کے ایسے نمونے پائے جاتے ہیں جنہیں سمجھنا اور یاد رکھنا چاہیئے اور قضاءِ قدر نے جن لوگوں کو امت کی حفاظت کرنے اور اس عار کو دور کرنے کی ذمہ داری بخشی ہے جو اس کے شامل حال ہوگئی ہے اور جس نے اس کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگا دیا ہے اور اس کے مقدس مقامات کو گندہ کر دیا ہے اور آج یہود کے ہاتھوں اس کی عزت کو برباد کروا دیا ہے، وہ جہاد کے راستوں اور عزت کی حفاظت اور مسلوب حقوق کے واپس لینے تک، اس کی روشنی سے نور حاصل کریں، خیبر کے معرکوں میں، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چودہ سو صحابہؓ نے، دس ہزار یہودیوں سے جنگ کی، جو مضبوط اور بلند قلعوں میں قلعہ بند تھے اور اعراب نجد کی شجاع اور طاقت ور پانچ ہزار ریزرو فوج ان کی مدد کر رہی تھی اور یہ سخت ترین معرکے پورے دو ماہ تک جاری رہے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہودی مسلمانوں پر ہر مادی چیز میں فوقیت رکھتے تھے ... بشری قوت، اسلحہ، غلہ، فوجی حکمت عملی اور ٹیکنالوجی وغیرہ میں۔ یہودیوں کے اس تفوق کے باوجود، مسلمان، ان کے قلعوں اور مضبوط نو آبادیوں کے سامنے بالکل کھلے میدان میں تھے اس کے باوجود آخر کار مسلمانوں کو ان یہودیوں پر فتح حاصل ہوئی جنہوں نے قلعوں کے اندر اور باہر مسلمانوں سے ایسی شدید جنگ کی، جس کا نمونہ عہد نبوی میں مسلمانوں نے جزیرہ عرب میں یہودیوں اور غیر یہودیوں کے ساتھ مسلح جنگوں میں نہ دیکھا تھا، یہ اس بات کی عملی دلیل ہے کہ کثرتِ تعداد اور اسلحی برتری اور عمدگی اور حربی ٹیکنالوجی ہی وہ واحد چیز نہیں جو جنگ میں فتح کی ضامن ہوتی ہے بلکہ اس فتح کا اصل ضامن جانباز کے دل میں سچے عقیدہ کا رسوخ ہے جس کی ہدایت کی روشنی میں جنگ کے راستوں پر چلنا اور جوانوں کے اکٹھا کرنے اور اسلحہ چلانے سے قبل، اس سے مسلح ہونا ضروری ہے، اسلحہ کو جب تک وہ ہاتھ نہ اٹھائے جسے ایمان سے بھرپور دل حرکت دیتا ہو تو اس اسلحہ کی جنگی قیمت کچھ بھی نہیں ہوتی، یہ بات ہم لوگوں کی نسبت سے ہے جو اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان

ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔

وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔

اور جو شخص اسلام کے بغیر عزت کا خواہاں ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے گا پس دس ہزار یہودیوں پر چودہ سو مسلمانوں کے غالب آنے کا پہلا سبب مسلمان جانباز کے دل میں عقیدہ اسلام اس حد تک راسخ اور مضبوط ہونا ہے کہ بعض مسلمان سپاہیوں نے فتح کے بعد غنیمت کا حصہ لینے سے انکار کر دیا تاکہ ان کا جہاد مثالی اور خالصتاً رضائے الٰہی کے لئے ہو جیسا کہ ہم نے اس کتاب میں تفصیل سے بیان کیا ہے، اگر صحیح عقیدہ کا عامل موجود نہ ہوتا تو مسلمان، یہودیوں پر فتح نہ حاصل کر سکتے کیونکہ فتح کی تمام بنیادی ضروریات (عسکری نقطہ نگاہ سے) یہود کے پاس وافر مقدار میں موجود تھیں اور وہ مسلمانوں پر ہر چیز میں تفوق رکھتے تھے۔

ٹیکنالوجی کی برتری کی حماقت

خیبر میں یہودیوں پر مسلمانوں کی فتح، اس احمقانہ قول کے بطلان کی زندہ دلیل ہے کہ جون ۱۹۶۷ء میں ہم پر یہودیوں کے غالب آنے کا سبب ٹیکنالوجی کی برتری ہے یہ قول حد درجہ احمقانہ ہے، خیبر کے معرکوں میں ہمارے مسلم اجداد کے بالمقابل یہودی ہر مادی چیز میں برتری کے حامل تھے جسے آج کل کی زبان میں ٹیکنالوجی کہتے ہیں ان کے پاس دفاع اور حملہ کے لئے جنگی فنی وسائل تھے جبکہ مسلمانوں کے پاس کوئی چیز بھی نہ تھی، اس کے باوجود ان یہودیوں کو تباہ کن شکست ہوئی اور جون ۱۹۶۷ء میں یہود ہم پر غالب آگئے اور انہوں نے ہمیں عددی اور اسلحی برتری کے باوجود رسوا کن شکست دی، کسی منصف دانشور کے نزدیک یہ دعوے قابل قبول نہیں کہ یہودیوں کو ہم پر ٹیکنالوجی کی برتری حاصل تھی اور نہ ہی وہ ہماری رسوا کن شکست کی تفسیر کا اسے جواز بنا سکتا ہے، اس شکست کے صحیح اسباب کی تفسیر یہ ہے کہ اس جنگ میں اسلام (دین، حکومت، اخلاق، سلوک کی طرح) کلیتہً غائب تھا اور مخصوص جہات اس کی آواز کو ماند کرنے اور جانبازوں کے دلوں سے اس کے اثرات کو مٹانے کے لئے بیس سال سے حتیٰ کہ رسوا کن شکست تک سرگرم عمل تھیں، درآمدی اور دخیل مذاہب و اصول کے شعارات کے لئے میدان وسیع کر دیا گیا تھا اور اسلام کو اس کی مخالف سمت میں رکھ دیا گیا تھا تاکہ وہ اصول، اس تمام مدت میں جانبازوں کے درمیان، معنوی راہنمائی اور تربیتی تیاری کے لئے اسلام کی جگہ رکھ دیئے

جائیں، اس بات کی وجہ سے ہمیں وہ رسوا کن شکست ہوئی ہے جس کی مثال عربی اور اسلامی تاریخ کے تمام زمانوں میں نہیں ملتی، بلاشبہ جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا ہے وہ انتقام الٰہی اور یاد دہانی کے لئے ہے تاکہ ہم جادۂ اسلام کی طرف واپس آجائیں۔ اسلام کے ساتھ دشمنی کرنے اور اس کی ہدایات کے ساتھ جنگ اور استہزاء کرنے سے ہمیں کبھی بھی یہود پر فتح حاصل نہ ہوگی خواہ ہم ان سے ہزار جنگیں لڑیں،

اور شاید دنیائے دجل ومغالطہ اور افتراء میں یہ سب سے بڑی بات ہے جسے ہم نے اشتراکی کارندوں کو عرب علاقوں میں دہراتے سُنا ہے کہ پانچ جون کی شکست کا سبب یہ ہے کہ عرب ادیان کی غیبی آئیڈیالوجی سے تمسک کرتے ہیں اور اگر عرب، اسرائیل پر فیصلہ کن فتح حاصل کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے ان پر یہ بات لازم ہے کہ وہ دین سے اپنے تمام تعلقات کو قطع کردیں اور مارکس اور لینن کی ترقی یافتہ تعلیمات پر اپنی بنیاد رکھیں کیونکہ ان کے خیال میں یہ تعلیمات یہود پر فیصلہ کن فتح کی ضامن ہیں،

مجھے معلوم نہیں کہ عربوں کو، یہودیوں پر ان تعلیمات کی پیروی سے کیسے فتح حاصل ہوگی جو خود یہودیوں نے وضع کی ہیں۔ انہوں نے بڑی عقلمندی اور خباثت سے ان تعلیمات کو معاشروں کو بگاڑنے کے لئے پھیلایا ہے اور خود اپنے آپ کو ان کی پیروی کی پھسلن سے بچایا ہے .... کیا مارکسیت جو عرب علاقوں میں مختلف نقابوں میں آئی ہے صیہونیت کی ایجاد نہیں! کیا کارل مارکس خون، گوشت اور ماں باپ کے لحاظ سے یہودی نہ تھا اور افکار وعقائد کے لحاظ سے صیہونی نہ تھا! پس یہ کارندے مفکرین ہم سے کس طرح یہ امید کرتے ہیں کہ ہم یہودی تعلیمات پر چل کر، یہودیوں پر غالب آئیں گے یہ عرب اشتراکیوں کے کارندے اگر انصاف سے کام لیں تو دیکھیں گے کہ اس کے اُلٹ بات درست اور صحیح ہے اور وہ یہ کہ پانچ جون کی شکست کا سبب صرف اور صرف یہ ہے کہ اسلام پر عمل کرنا روک دیا گیا تھا اور بیسں سال یک پورے معاشرے اور اسلام کے درمیان، تعلق منقطع کردیا گیا تھا تاکہ اس کی جگہ مختلف فکری اور تہذیبی، مالی کارندے کام کریں اور تمام اقتصادی، اجتماعی، سیاسی اور عسکری اداروں میں مارکس کی تعلیمات پر عمل ہو جس کی فیض رسانیوں نے مختلف شعاروں کے تحت عالم اسلامی کے اکثر حصے کا اس حد تک بیڑا غرق کیا ہے کہ جب جون کی جنگ ہوئی تو اکثر اسلامی

ممالک کے عسکری، سیاسی اور تربیتی اداروں میں فلیپی آئیڈیالوجی کا کوئی وجود نہ تھا بلکہ تمام اداروں میں مارکسی آئیڈیالوجی کے مطابق حکومت، افکار، روح، سیادت اور قیادت کا وجود پایا جاتا تھا، اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ پانچ جون کی شکست کا سبب اسلامی عقیدہ سے تمسک کی وجہ سے نہ تھا، جیسا کہ ہمارے ممالک کے اشتراکی والوں کا خیال ہے، اس تمسک کا تو اس وقت کوئی وجود ہی نہ پایا جاتا تھا، اس شکست کا سبب یہ تھا کہ ہم اسلامی عقیدہ کو چھوڑ کر مارکسی عقیدہ سے وابستہ ہو گئے تھے اور یہ وابستگی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ اسلامی آئیڈیالوجی کے متعلق آواز بلند کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنے کی دعوت دینا بعض علاقوں میں ایسا جرم قرار دیا گیا جس کی سزا موت تھی، اور بعض آدمیوں کو صرف اس وجہ سے تختہ دار پر لٹکا دیا گیا کہ ان پر یہ اتہام تھا کہ وہ ان لوگوں میں شامل ہیں جو اپنے علاقوں میں اسلامی آئیڈیالوجی پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

کیا اس کے بعد بھی اشتراکیت کے یہ کارندے یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ پانچ جون کی شکست کا سبب اسلامی آئیڈیالوجی سے تمسک تھا؟

كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا۔

جمہور عربوں نے، اسلامی آئیڈیالوجی سے جھگڑے کی وجہ سے اپنی قیادت بیس سال تک مارکسی آئیڈیالوجی کے ... کے سپرد کر دی تو نتیجہ کیا ہوا؟ اسلامی عقیدہ سے خصومت کی وجہ سے، عربوں کی تاریخ میں انہیں نہایت بری شکست ہوئی ایسی شکست انہیں فلیپی آئیڈیالوجی (عقیدۂ اسلام) سے تمسک کے زیر سایہ کبھی نہیں ہوئی اس شکست کی ذمہ داری مارکسی عقیدہ پر پڑتی ہے۔

میرے خیال میں، کوئی عقلمند یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ پانچ جون کی شکست کی ذمہ دار ملی کائیں (جنگ، اسلحہ، خاص و عام طرز عمل اور اپنے تربیتی اسالیب اور محکوموں کی راہنمائی میں) اسلامی عقیدہ کے مفہوم کے مطابق چل رہی تھیں وہ ہمیشہ سے مارکس اور لینن کے عقیدہ کے مطابق چل رہی تھیں پس یہ بات قطعی طور پر صحیح ہے کہ شکست کا باعث صرف اور صرف یہ ہے کہ اس معرکہ سے اسلام کلیتہً غائب تھا .... اور بائیں بازو کا عقیدہ، جو مارکس کے فلسفہ سے پیدا ہوا ہے، یہی جنگ اور سیاست اور اقتصاد اور راہنمائی میں ان کا پیشرو تھا، پس بائیں بازو

کے مفکرین کی اس آواز کا کوئی مفہوم نہیں کہ وہ پانچ جون کی شکست کو اسلامی آئیڈیالوجی سے کرشید کریں وہ تو خود پانچ جون کی جنگ سے قبل ہی اس آئیڈیالوجی کو خیرباد کہہ چکے تھے ،
اسی طرح یہ بات بھی بے معنی ہے کہ اسلامی عقیدہ کو چھوڑ کر مارکسی عقیدہ اپنانے سے آئندہ معرکہ میں مسلمانوں کو یہود پر زبردست فتح حاصل ہوگی ...... اگر یہ بات صحیح ہوتی تو جون کی جنگ میں ان بائیں بازو کے عربوں کو ضرور فتح حاصل ہوتی جن کی فوجیں مشرق اوسط میں زبردست قوت کی مالک ہیں ، کیونکہ ان بائیں بازو کے لوگوں کا بیس سال سے زندگی کے کسی میدان میں اسلامی عقیدہ سے کوئی ارتباط نہیں ہے اور اس طویل عرصہ میں آج تک ان کا تعلق (انکار دعقائد اور عمل کے لحاظ سے) مارکسی عقیدہ سے رہا ہے پس یہی بات کافی ہے ،

اگر یہ مفکرین انصاف سے کام لیتے تو مارکسیت کے پیراگرافوں کی طرف لوگوں کو بلاتے اور اس کے شعارات کی خامیوں کو عالم عربی میں اجاگر کرتے کیونکہ عملی تجربے نے (معرکہ جون کی کسوٹی پر) ان شعارات کے افلاس کو ثابت کر دیا ہے پس ان شعارات کی پابندی کرنا امت عربیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرتے اور اس کے مختلف طبقات میں بُغض اور کینہ کے آتش فشاں پھوٹنے کا سبب اول ہے ، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ یہود کے ہاتھوں امت عربیہ کی عزت ، ہیبت اور شرف کے ضیاع کا سبب بھی ہے خدا کی قسم اگر عرب اسلام سے حقیقی تمسک رکھتے اور اُسے بلند قدر عقیدہ بناتے تو ہمیں یہ رسواکن شکست نہ ہوتی۔

اے اللہ ہمارے لیڈروں کو وہ جو ہمیں راستی اور رُشد عطا فرما تاکہ وہ اس صاف چشمہ کی طرف آ جائیں یعنی اسلام کے چشمہ کی طرف ، اور وہ خود اور ان کی قوم اس سے اس طرح سیراب ہوں جیسے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ اس سے سیراب ہوئے تھے اور انہیں باوجود قلیل ہونے کے اپنے کثیر التعداد دشمنوں پر ہر معرکہ میں عزت اور فتح حاصل ہوئی تھی۔

۞ ۞ ۞

۞ ۞ ۞

۞